مالا (نمرہ احمد)

حصہ چہارم: "استنبول"

قسط نمبر: 21

آخری قسط

"بس ایک کار کریش...

کسی مرض کی تشخیص...

ایک غیر متوقع فون کال...

کوئی نیا دریافت شدہ عشق...

یا ایک ٹوٹا ہوا دل...

بس اتنی سی دیر لگتی ہے ہمیں

ایک بالکل مختلف انسان بننے میں...

کتنی خوبصورتی سے

نزاکت بھری ہے ہمارے اندر

کہ یہ سب چیزیں

بس ایک پل میں

بدل ڈالتی ہیں اس حقیقت کو

کہ ہم کون ہیں۔"

(سیموئیل ڈیکر تھامپسن)

ویئر ہاؤس میں تناؤ بھری فضا قائم تھی۔ دو کرسیوں پر آمنے سامنے وہ دونوں اسی طرح بیٹھے تھے۔ ماہر کا موبائل بج رہا تھا اور عالیان کی چمک دار آنکھیں اس پہ جمی تھیں۔

"فون اٹھاؤ۔"

ماہر نے اس پر سے نگاہ ہٹائے بغیر موبائل کان سے لگایا۔

"ماہر"... دوسری جانب چنگیز کا سانس پھولا ہوا تھا۔ "پستہ بلڈنگ میں... پستہ بلڈنگ میں..."

ماہر بنا پلک جھپکائے عالیان کو دیکھ رہا تھا۔

"وہ بچہ پستہ بلڈنگ میں ہے۔ وہ ہمیں مل گیا ہے۔ مالا کا بیٹا ہمیں مل گیا ہے۔"

خوشی، جوش، حیرت.... بہت کچھ تھا چنگیز کی آواز میں۔ وہ جیسے چلا رہا تھا۔ ماہر کے سینے میں دبی سانس خارج ہوئی البتہ تاثرات نہیں بدلے۔ دھیرے سے موبائل نیچے کر دیا۔

"مل گیا بچہ ؟ ہے نا؟" عالیان غور سے اس کی آنکھیں پڑھ رہا تھا۔

"ہاں۔ مل گیا۔"

عالیان کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ وہ تشفی بھری سانس لے کر پیچھے ہوا۔

"اب اگر آپ کی اجازت ہو تو..." نگاہیں دائیں بائیں گھمائیں "...میں جاؤں؟ ایگزام کی تیاری کرنی ہے۔" پلکیں سادگی سے جھپکائیں۔

"تم نے پہلے فیروزی کیوں کہا؟" ماہر کے چہرے پہ کوئی دوسرا تاثر نہیں تھا، سوائے سوال کے۔

"میں نے فستک (fistik) (پستہ) کہا تھا۔ تمہیں سننے میں غلطی ہوئی ہو گی۔"

"اگر مجھے سننے میں غلطی ہوئی تھی تو جب میں پولیس کو کال کر کے فیروزی بلڈنگ کہہ رہا تھا تو تم نے مجھے ٹوکا کیوں نہیں؟"

"تم دور جا کے بات کر رہے تھے۔ مجھے نہیں سنائی دیا۔ میں نے پستہ ہی کہا تھا۔"

ماہر اپنی جگہ سے اٹھا۔ اور ایڑھیوں پہ گھوما۔ پیچھے ہاتھ باندھے اس کا ایک آدمی کھڑا تھا۔ سوٹ میں ملبوس۔ کسی مجسمے کی طرح۔

"اس لڑکے نے کیا کہا تھا؟" ماہر اس مجسمے کے ساتھ رکا۔ غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔ مجسمے نے ایک نظر ماہر کو دیکھا ،دوسری عالیان پہ ڈالی۔

"سر... اس نے پہلی دفعہ بھی پستہ ہی کہا تھا۔" عالیان سے نگاہ ہٹائے بغیر وہ بولا تھا۔ ماہر نے چونک کے پیچھے دیکھا۔ عالیان چمکتی مسکراتی آنکھوں سے اس کے آدمی کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

کچھ تھا... عجیب سا... غیر آرام دہ سا.... جو کسی چیونٹی کی طرح ماہر فرید کی کمر پہ رینگنے لگا تھا۔ اس کی گردن کے پیچھے کے بال کھڑے ہونے لگے۔

"چچ چچ... ماہر بے... اب آپ اونچا سننے لگ گئے ہیں۔"

ماہر چند لمحے وہیں کھڑا اسے دیکھے گیا۔ بغض سے۔ ملامت سے۔ اور... اور الجھن سے۔

پھر ابرو سے اشارہ کیا۔ اس اشارے کی دیر تھی کہ دو لوگ فوراً آگے بڑھے اور عالیان سادان کی وائرز کاٹنے لگے۔ عالیان کی کلائیاں آزاد ہوئیں تو اس نے ان کو دائیں بائیں موڑ کے ریلیکس کیا۔ پھر کالر جھٹکتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ مسکرا کے ماہر کو دیکھا۔

"کیا آپ واقعی میرا گردہ بیچنے والے تھے؟"

"دوبارہ اگر تم نے اس بچے کی جانب دیکھا تو جان جاؤ گے کہ میں کیا کرنے والا تھا۔"

عالیان ہلکا سا ہنس دیا۔

"میں نے بچے کو آزاد کر دیا ہے۔ دوبارہ اسے کچھ نہیں کہوں گا۔ آپ سے دشمنی نہیں مول لینا چاہتا۔ مالا سے کہیے گا اس کا بیٹا اب محفوظ ہے۔ کوئی اسے اغوا نہیں کرے گا۔ وہ ریلیکس کر سکتی ہے۔"

"کیا تم اس کے سوا کسی بچے کو بھی اغوا نہیں کرو گے؟"

"میں بچے اغوا نہیں کرتا۔"

"نگینہ بیگم کرتی تھیں۔ تم کیوں نہیں؟"

عالیان اس کی آنکھوں میں دیکھ کے مسکرائے گیا۔ بولا کچھ نہیں۔

"نگینہ بچوں کا کیا کرتی تھیں؟"

جواباً عالیان نے اس شخص کو دیکھا جس نے پستہ کہنے کی گواہی دی تھی، اور انگلیوں سے ہوا میں لکھنے کا اشارہ کیا۔

"پین؟"

وہ کسی معمول کی طرح آگے بڑھا اور ایک پین عالیان کو تھمایا۔ عالیان نے جیب سے ایک کارڈ نکالا۔ کسی ڈرائی کلینر کا کارڈ جو جیسے یونہی کسی نے اسے دے دیا ہو اور جیب میں رہ گیا ہو۔ میز پر کارڈ رکھا۔ جھکا۔ اور اس کی پشت پر چند الفاظ گھسیٹے۔ پھر سیدھا ہو کے ماہر کے قریب آیا۔

"میرا نمبر۔ کیونکہ مجھے نہیں لگتا یہ ہماری آخری ملاقات ہے۔"

وہ کارڈ ماہر کے فرنٹ پاکٹ میں ڈالنے کے لیے آگے بڑھا تو ماہر نے تیزی سے ہاتھ اٹھایا۔

"ڈونٹ ٹچ می!"

"تمام تمام!" اس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔ پھر کارڈ میز پر رکھا۔ اور ماتھے تک لے جا کر انگلیوں سے سلام کیا۔

اب وہ سیٹی بجاتا داخلی دروازے کی جانب جا رہا تھا۔

ماہر فرید نے ایک نظر وہاں کھڑے تمام افراد کو دیکھا۔ کیا اسے ہر ایک سے پوچھنا چاہیے کہ عالیان نے فیروزی کہا تھا یا پستہ؟ کیا ایسا کر کے وہ اپنی بے عزتی کروائے گا؟ یا کیا عالیان نے اس کے گارڈ پہ اپنا سحر کر دیا تھا جس کے باعث وہ اس کا معمول بن گیا تھا؟ جیسے کاٹن کینڈی بیچنے والے نے بتایا تھا کہ... ایک منٹ.... کیا بتایا تھا اس نے؟ ماہر نے یاد کرنے کی کوشش کی۔ اس دن جب وہ اور مالا اس کاٹن کینڈی والے بوڑھے کے پاس گئے تھے تو اس کا دھیان بٹا ہوا تھا۔ وہ بیربل کی شادی کا سوچ کے اپ سیٹ تھا۔ کاٹن کینڈی والا بوڑھا کچھ بتانے کی کوشش کر رہا تھا اور اس کی بیٹی اس کو

روک رہی تھی۔ اسے ٹکڑوں میں یاد تھا۔ اس نے کہا تھا کہ اس سنہرے بالوں والے نوجوان نے جیسے اس کی آنکھوں میں دیکھ کے، لبوں پہ انگلی رکھ کے اس کی قوت گویائی چھین لی تھی۔ اور مالا نے کہا تھا کہ...

اوہ مالا... اسے یاد آیا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا۔ اسے مالا کے پاس جانا تھا۔ بلکہ مالا کو بدر کے پاس لے کر جانا تھا۔

پھر وہ رکا۔

میز پر رکھا کارڈ خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس پر لکھے نمبرز ایک دعوت دے رہے تھے۔ ماہر نے کارڈ اٹھایا اور بریسٹ پاکٹ میں ڈال لیا۔ وہ جیسے کوئی سلگتا ہوا انگارہ تھا۔ اس کی تپش اسے اپنے سینے پہ دل کے قریب محسوس ہوئی تھی۔ وہ اونچی آواز میں اپنے آدمیوں کو وہ سب سمیٹنے کی ہدایت دے رہا تھا۔

البتہ دور اندر کسی نے ماہر فرید سے سرگوشی کی۔ اس کارڈ کو وہ یہیں پڑا رہنے دے۔ اس کو نہ اٹھائے۔ اس راستے کو بند رکھے جو کسی پینڈورا باکس کو کھولنے کے مترادف تھا۔ اپنے تجسس کو چھوڑ دے۔

لیکن وہ اس انگارے کو کوٹ کی جیب میں ڈالے آگے بڑھ گیا۔

ماہر فرید کو اپنے جواب ہمیشہ چاہیے ہوتے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اس سہ پہر بلت کی legos جیسی عمارتوں کے گرد بہت سے رنگ بکھرے تھے جو ان عمارتوں کے نہیں تھے۔

پولیس کی کارز جو پستہ رنگ عمارت کے سامنے کھڑی تھیں، سفید رنگ کی تھیں اور ان پر نیلے رنگ سے Polis لکھا تھا۔ کارز کی سرخ بتیاں جل بجھ رہی تھیں۔

ماہر فرید کے لمبے کوٹ کا رنگ سرمئی تھا۔اور اس وقت وہ پستہ رنگ عمارت کے باہر کھڑا تھا۔ سامنے ایک سفید ایمبولینس کی کھلی پشت دکھائی دیتی تھی۔ چنگیز نیلی سلیولیس جیکٹ پہنے پیرامیڈکس سے کچھ کہہ رہا تھا اور ایمبولنس کے دہانے پر ایک ننھا بچہ کمبل لپیٹے بیٹھا تھا۔ کمبل کا رنگ نیلا اور سرخ تھا۔اور اس بچے کے بالوں کا رنگ بھورا مائل۔ ماہر کی نظریں اس کے جھکے سر پہ جم گئیں۔

بچے کے کندھے پر چنگیز کا حفاظتی ہاتھ جما تھا۔ ساتھ کھڑی پیرامیڈک اس کے بالوں کو نرمی سے سہلاتے ہوئے اس کے کان میں کچھ کہہ رہی تھی۔ وہ سر جھکائے بیٹھا تھا۔ کسی بات پہ چہرہ اٹھایا اور خاتون پیرامیڈک کو دیکھا تو ماہر دیکھ سکتا تھا کہ اس کی آنکھیں کسی ہلکے رنگ کی تھیں اور پھولے پھولے گال گندمی مائل۔ مالا اور زیاد کی رنگت کے درمیان کا رنگ۔

چنگیز نے ماہر کو دیکھا تو اس کی آنکھوں میں چمک ابھری۔ وہ بچے کو وہیں چھوڑ کے ماہر کی جانب آیا۔ وہ کچھ کہہ بھی رہا تھا۔ اس کے ہونٹ ہل رہے تھے لیکن ماہر فرید اس کو نہیں سن رہا تھا۔ وہ اس بچے کو دیکھ رہا تھا جس نے سر واپس جھکا لیا تھا۔ وہ بالکل خاموش تھا۔ جیسے کمبل کے باوجود سردی سے ٹھٹھر رہا ہو۔ سرمئی سردی سے جس میں بلت کا کوئی رنگ شامل نہ تھا۔

"...ماہر؟ میں تم سے پوچھ رہا ہوں۔"

ماہر نے چونک کے دیکھا۔ چنگیز اس کے شانے کو ہلا کے بولا تھا۔ اس نے بدقت توجہ دینے کی کوشش کی۔

"اغوا کار تب تک بھاگ چکے تھے۔ کیونکہ ہم پہلے غلط عمارت میں چلے گئے۔ تم نے پہلے فیروزی کیوں کہا؟"

"اس لڑکے نے کہا تھا۔ فیروزی۔ پھر اس نے کہا fistik (پستہ)۔"

چنگیز نے تعجب سے اسے دیکھا۔" فیروزی اور fistik۔" پھر ہلکے سے کندھے اچکائے۔"یہ دونوں الفاظ ملتے جلتے ہیں۔ کیا تمہیں سننے میں غلطی ہوئی تھی؟"

ماہر نے گردن اٹھا کے پستہ رنگ عمارت کو دیکھا اور پھر ساتھ کھڑی فیروزی عمارت کو، جس کی بالائی ترین بالکونی میں ایک مرد اور عورت کھڑے برہمی سے ان کو دیکھ رہے تھے۔ یقیناً ان کے اپارٹمنٹ پہ پولیس نے پہلا چھاپہ مارا تھا۔

"ویسے وہ عجیب creepy سالڑکا تھا۔ میں دوبارہ کبھی اس کے ساتھ ایک کمرے میں نہیں بیٹھنا چاہتا۔ لیکن تمہاری ایک غلطی کی وجہ سے ہم اغواکاروں کو نہیں پکڑ سکے۔" چنگیز نے اس کی بات جیسے سنی ہی نہیں تھی۔

ماہر کی اٹھی گردن ابھی تک فیروزی عمارت کی بالائی منزل کو دیکھ رہی تھی۔

"یا شاید وہ اغواکاروں کو بھاگنے کا موقع دینا چاہتا تھا۔ اسی لیے اس نے فیروزی کہا۔" چنگیز خود سے تبصرہ کیے جا رہا تھا۔

اس کی عدم توجہی کے باعث گہری سانس لی۔

"کہا نا میں دوبارہ کبھی اس نوجوان کے ساتھ ایک کمرے میں نہیں بیٹھنا چاہتا۔"

"تمہارے خیال میں، میں اپنی خوشی سے اس کے ساتھ اس ویئر ہاؤس میں بیٹھا تھا اور..."

چنگیز نے دونوں ہاتھ فوراً اٹھا دیے۔

"میں نہیں سننا چاہتا۔ میں نہیں جاننا چاہتا۔ میں رپورٹ میں یہی لکھوں گا کہ یہ ایک گمنام ٹپ تھی۔" آنکھوں میں اس کو گھورا۔ ماہر اچھا کہہ کے آگے بڑھ گیا۔ اب کن انکھیوں سے اسے فیروزی عمارت دکھائی دے رہی تھی۔

وہ بالکل پستہ رنگ عمارت کے جتنی اونچی تھی۔ اپارٹمنٹس کی تقسیم بھی انہی کے برابر تھی۔ لیکن دونوں عمارتوں کے درمیان فاصلہ تھا۔ فیروزی عمارت سے کوئی جست لگا کر پستہ عمارت میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔

اس دوران بلت کے آسمان پہ پھیلے بادلوں اور ان کے کناروں سے جھانکتے سورج نے کئی رنگ بدلے۔ یہاں تک کہ ماہر نے ایک زرد ٹیکسی کو وہاں رکتے دیکھا جو پولیس کی کارز کے باعث قدرے دور ٹھہر گئی تھی۔

ماہر پستہ عمارت کے داخلی زینوں پر بیٹھا تھا۔ وہ ایمبولینس کے کھلے دہانے پر بیٹھے بچے کو نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ اس زرد کیب کو دیکھ رہا تھا جس سے وہ نکل رہی تھی۔ سر پر ٹوپی پہنے جس سے بال نکل کے باہر کو اُڑ رہے تھے۔ وہ قدرے الجھی ہوئی اور حیران تھی۔ ماہر اس کو دیکھے گیا۔ وہ شاید کرایہ دینا بھول گئی تھی، تب ہی ٹیکسی والے نے اس کو واپس بلایا۔ وہ ماتھے پہ ہاتھ رکھ کے پلٹی۔ بازو لمبا کر کے کارڈ ٹیپ کیا۔ ٹیکسی والا اس دوران دونوں ہاتھ ہلاتے ہوئے مسلسل اول فول بولتا جا رہا تھا۔

("میں نے فیروزی نہیں کہا۔ میں نے فستک کہا تھا۔ تمہیں سننے میں غلطی ہوئی ہے۔")

گاڑیوں کی قطار کے ساتھ کھڑی مالا کے چہرے پہ اس وقت بہت سے رنگ تھے۔ حیرانی کے رنگ۔ اچھنبے کے رنگ۔ ماہر کی نظریں اس کے بھورے بوٹس پہ جمی تھیں جو چھوٹے قدموں کی صورت سڑک پر آگے کو بڑھ رہے تھے۔

وہ جیسے کسی پل صراط پہ چلتی جا رہی تھی۔ سہج سہج کے۔ خوف سے۔ اس کی نگاہ ماہر پہ نہیں پڑی۔ اس کی نگاہ ایمبولنس پہ پڑی۔ شاید چنگیز اشارہ کرتے ہوئے اونچی آواز میں اس کو وہاں بلا رہا تھا۔ بازو لمبا کر کے اسے ہلاتا۔

ماہر کی نگاہ واپس اس کے چہرے تک آئی۔

وہ بیچ سڑک کے ٹھہر گئی تھی۔ دائیں بائیں چلتے راہ گیر جو پولیس کی کارز کے باعث کوفت کا شکار ہو رہے تھے، قہوہ خانوں کے کھلے فرنٹس میں بیٹھے لوگ جو دلچسپی سے تماشہ دیکھ رہے تھے، اور ہمسایہ عمارتوں کی بالکونیوں سے لٹکتی عورتیں جو ایک دوسرے سے یا فون پہ مسلسل ادھر ادھر اس واقعے کی رپورٹ دیے جا رہی تھیں۔

ان سب سے بے نیاز وہ ٹوپی والی لڑکی وسط سڑک کے رک گئی۔

اس کی نگاہیں ایمبولنس کے دہانے پر بیٹھے سر جھکائے بچے پہ تھیں۔

("میں نے فیروزی نہیں کہا۔ میں نے فستک کہا تھا۔ تمہیں سننے میں غلطی ہوئی ہے۔")

ماہر اپنی جگہ سے نہیں اٹھا۔ وہ چپ چاپ اسے دیکھے گیا۔ اس کی سبز آنکھیں ڈھلتی دھوپ سے نارنجی ہو رہی تھیں۔ پہلے ان میں شاک ابھرا۔ پھر بے یقینی۔ لیکن کوئی آنسو نہیں اترا۔ وہ بس حیران تھی۔ ٹکر ٹکر چنگیز کا چہرہ دیکھتی، پھر اس بچے کو۔ اس نے شاید کئی دفعہ یہ منظر تصور کیا تھا۔ اتنا زیادہ کہ اس کا ذہن تخیل اور حقیقت میں فرق نہیں کر پا رہا تھا۔

پھر اس کے بھورے بوٹ قدم قدم آگے بڑھنے لگے۔ وہ ایمبولینس کے دہانے تک آئی اور گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھی۔ کمبل میں لپٹے بچے نے چہرہ اٹھایا۔ اگلے ہی لمحے وہ بچہ فوراً سے اپنے بازو اپنی ماں کی گردن کے گرد پھیلا کے اس سے لگ گیا تھا۔ جیسے خوفزدہ ہو۔ یا جیسے اسے سرمئی ٹھنڈ لگی ہوئی ہو۔

("میں نے فیروزی نہیں کہا۔ میں نے فستک کہا تھا۔ تمہیں سننے میں غلطی ہوئی ہے۔")

وہ کافی دیر بعد اپنی جگہ سے اٹھا۔ دھیرے دھیرے چلتا وہ اس کے قریب آ رکا۔ وہ ابھی تک زمین پر گھٹنے لگائے بیٹھی اپنے بیٹے کو گلے سے لگائے اس کی کمر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے آنکھیں بند کیے کچھ بڑبڑا رہی تھی۔ شاید وہ کہہ رہی تھی اِٹس اوکے۔ اِٹس اوکے۔ شاید وہ کچھ پوچھ رہی تھی۔ اس کی بند آنکھوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کے گر رہے تھے۔ ان آنسوؤں میں بلت کی کسی رنگین عمارت کا عکس دکھائی نہیں دیتا تھا۔ وہ بالکل شفاف تھے۔ بے رنگ آنسو۔

پھر اس نے بھیگی آنکھیں کھولیں۔ گردن اٹھائی۔ پہلی نگاہ ماہر پہ پڑی۔ وہ گیلے چہرے کے ساتھ مسکرائی۔ ماہر بدقت مسکرایا۔ سر کو خم دیا، جیسے اسے کچھ بھی کہنے سے منع کر رہا ہو۔ پھر گردن اٹھا کے دوبارہ سے اس عمارت کو دیکھا۔

پستہ رنگ کو نہیں بلکہ فیروزی عمارت کو۔

("میں نے فیروزی نہیں کہا۔ میں نے فستک کہا تھا۔ تمہیں سننے میں غلطی ہوئی ہے۔")

"ماہر بے نے کہا تھا کہ وہ آپ کے بیٹے کو ڈھونڈ دیں گے۔ انہوں نے آپ کے بیٹے کو ڈھونڈ دیا ہے۔" چنگیز خوشگوار لہجے میں مالا سے کہہ رہا تھا۔ وہ بھی جواب میں کچھ کہہ رہی تھی۔ لیکن ماہر ابھی تک اسی فیروزی عمارت کو دیکھ رہا تھا۔

مالا اب پیرامیڈک کے ساتھ کھڑی اپنے بیٹے کا کمبل اتارتے ہوئے اس کو کچھ ہدایات دے رہی تھی۔ ساتھ ہی ہتھیلی کی پشت سے وہ اپنے آنسو صاف کر رہی تھی۔ ایسے میں چنگیز اس کے ساتھ آن کھڑا ہوا۔ وہ دونوں اب ایمبولینس کے دوسرے سرے پہ تھے۔ مالا سے دور۔

"تم نے اپنا وعدہ پورا کیا، ماہر۔ تم نے اس کو اس کا بچہ لوٹا دیا۔ اب وہ بچہ محفوظ ہے اور بہت جلد وہ اپنے ملک واپس جا سکیں گے۔"

ماہر نے "ہوں" میں سر ہلایا۔ گردن فیروزی عمارت کی جانب اٹھی ہوئی تھی۔

"جہاں تک تعلق ہے زیاد سلطان کا، تو وہ بھی جلد یہاں سے چلا جائے گا۔" ماہر فرید نے چونک کر اسے دیکھا۔ چنگیز نے پلکیں جھکا کے اٹھائیں۔ جیسے کہہ رہا ہو کہ وہ جانتا ہے۔

"تم کیسے جانتے ہو؟"

"کیونکہ جس کے ساتھ وہ اسائنمنٹ کر رہا تھا، اس نے مجھے بتایا تھا کہ اسائنمنٹ کی مدت دو ماہ طے ہوئی تھی۔ اور زیاد سلطان جس روز مالا سے پہلی دفعہ ملا تھا، اس بات کو ڈیڑھ ماہ گزر چکا ہے۔ اس سے زیادہ وہ یہاں رہ نہیں سکے گا کیونکہ اسے حکومت کے سامنے اپنا کلین ریکارڈ ثابت کرنا ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ اب..." چنگیز نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ "تم کچھ دن کے لیے کام سے چھٹی لو، اپنی قرمزی عمارت کو ذہن سے نکالو اور..." چنگیز نے کن انکھیوں سے اس طرف اشارہ کیا جہاں وہ پھر سے پنجوں کے بل زمین پر بیٹھی بھیگی آنکھوں سے مسکراتے ہوئے اس ننھے بچے سے کوئی بات کر رہی تھی اور وہ بچہ جواب میں بالکل خاموش تھا۔ نہ وہ مسکرا رہا تھا نہ وہ رو رہا تھا۔

"اور ان کے ساتھ وقت گزارا کرو کیونکہ اس وقت ان کو سب سے زیادہ تمہاری ضرورت ہے۔"

ماہر نے واپس گردن اسی فیروزی عمارت کی جانب موڑی تو چنگیز نے اس کی نگاہوں کا تعاقب کیا۔ پھر چہرے پہ بدمزگی پھیلی۔

"ہو سکتا ہے تمہیں واقعی سننے میں غلطی ہوئی ہو۔ عالیان نے fistik ہی کہا ہو اور تمہیں فیروزی لگا ہو۔ ہر بات کے پیچھے پہیلی نہیں ہوتی۔ اب جب سب درست ہونے جا رہا ہے تو اپنے دماغ کو کسی نئی گتھی کو سلجھانے کی طرف لگانے کے بجائے اپنے حال پہ غور کرو۔ یہ میرا ایک دوست کی حیثیت سے تمہیں مشورہ ہے۔"

"نہ فیروزی اور fistik ایک جیسے الفاظ ہیں اور نہ یہ عمارتیں ایک جیسی ہیں۔ اس نے فیروزی کہا تھا۔ مجھے سننے میں کوئی غلطی نہیں ہوئی۔"

وہ چنگیز کی آنکھوں میں دیکھ کے اسی یقین سے بولا تھا جو اس کے اندر قدم جمائے بیٹھا تھا۔

"سوال یہ نہیں ہے کہ اس نے غلط عمارت کیوں بتائی، چنگیز بے۔ سوال یہ ہے کہ میں نے اس کا پہلی دفعہ میں یقین کیوں کیا؟"

اس نے ایک آخری نگاہ فیروزی عمارت پہ ڈالی۔ سورج اب ڈوب رہا تھا اور جامنی اندھیرا ہر طرف پھیلنے کو بے تاب تھا۔ کچھ دیر بعد وہ عمارت بھی اپنے سارے اسرار اپنے اندر دبائے اس اندھیرے میں ڈوب جائے گی۔

لیکن وہ اس پہیلی کو ڈوبنے نہیں دے گا۔

وہ جانتا تھا اس نے کیا سنا تھا۔

کچھ تھا اس فیروزی عمارت میں۔ کچھ ایسا جو اسے کھوجنا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک ہفتے بعد

ہوٹل سوئیٹ میں تازہ قاسم پتی پھولوں کی مہک تھی۔ دیوار گیر کھڑکی کے پردے ہٹے تھے اور باہر پھیلے منظر نامے میں مسجدوں کے مینار اور دور بہتا بوسفورس کا پانی نمایاں تھا۔

کھڑکی کے ساتھ کبیرہ سادان کھڑی تھیں۔ ایسے کہ سلیپنگ گاؤن پہن رکھا تھا، سر پر اونی ٹوپی تھی اور انگلیاں اضطراب سے مروڑتیں موبائل اسکرین کو تیزی سے اسکرول کر رہی تھیں۔ چند لمحے بعد انگلی رکی، ابرو ناپسندیدگی سے اکٹھے ہوئے۔ اسکرین پہ ایک تصویر رکی ہوئی دکھائی دی۔ ماہ بینہ کا انسٹاگرام۔ دو بچوں کے ننھے ننھے ہاتھ اور ان دونوں میں ایک ایک انگلی جو یقیناً ماہ بینہ کی تھی۔ ماہ بینہ نظر سے بچنے کے لیے اب اپنے بچوں کے چہروں کی تصویر نہیں لگاتی تھی۔ لیکن وہ ہاتھ کافی تھے۔

ایک لاوا سا کبیرہ سادان کے سینے میں اٹھنے لگا۔ اتنا شدید کے جیسے ان کے سارے جسم کو جلا کے راکھ کر دے گا۔ انہوں نے مٹھی بھینچ کے اپنے سینے پر رکھی، گہرے سانس لے کر خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی، لیکن آنکھیں

بھری آئیں۔ پچھلی رات مسکارا ٹھیک سے اتارا نہ تھا۔ سو جیسے ہی آنکھوں میں پانی آیا، حلقوں والی جگہ مزید سیاہ ہوتی گئی۔ انہوں نے فون زور سے صوفے پر مارا اور پھر بیڈ کے کنارے پر بیٹھ گئیں۔ چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا۔

اسی وقت موبائل کی ٹرن ٹرن اتنے زور سے بجی کہ وہ ڈر کے اچھلیں۔ تیزی سے فون اٹھایا۔ اسکرین پہ بلاکڈ نمبر لکھا آرہا تھا۔ ان کے دل نے ایک دھڑکن مس کی۔ انگلیوں پہ لگا سیاہ پانی اسکرین پہ بھی لگ گیا لیکن انہیں پرواہ نہ تھی۔

گزشتہ ایک ہفتے میں چند ایک دفعہ اس نمبر سے کال آئی تھی۔ انہوں نے دو تین دفعہ ہیلو ہیلو کہا لیکن کال کرنے والے نے خاموشی اختیار کیے رکھی۔ چند سیکنڈ بعد ہی وہ کال کاٹ دیتا تھا اور وہ جانتی تھیں کہ وہ ایسا کیوں کرتا ہے۔

پولیس کے بتائے گئے اس پتے پہ جہاں عالیان رہتا تھا، وہ کئی دفعہ گئی تھیں۔

لیکن اب وہاں کوئی نہیں تھا۔

مالا کے بچے کو پولیس کے حوالے کرنے کے بعد سے عالیان کا کچھ پتہ نہیں تھا۔ نہ وہ اس یونیورسٹی میں آتا تھا جس کے بارے میں اس نے بتایا تھا۔ نہ وہ اس ایگزام میں شریک ہوا تھا جس کا وہ ڈھنڈورا پیٹتا رہا تھا۔ وہ یوں غائب ہو گیا تھا جیسے جنات ہو جاتے ہیں۔

موبائل اسکرین ابھی تک زور زور سے بج رہی تھی۔ کبیرہ بیگم نے بھیگی انگلی سے اسپیکر کا بٹن دبایا۔ دوسری جانب خاموشی تھی۔ اس دفعہ وہ بھی خاموش رہنا چاہتی تھیں لیکن چند لمحے سے زیادہ ایسا ہو نہ سکا۔

"میں جانتی ہوں یہ تم ہو۔" ان کی آواز بھیگی ہوئی تھی۔ "بس یہ نہیں جانتی کہ جب بات نہیں کرنی تو کال کیوں کرتے ہو۔ جب نہیں چاہتے کہ تمہیں ڈھونڈا جائے تو اپنا پتہ کیوں بتاتے ہو۔"

انہیں شک گزرا کے دوسری جانب سانس لینے کی آواز آئی ہے۔ پہلے یہ بھی نہیں آتی تھی۔ انہوں نے پھر سے آنسو رگڑے۔

"عالیان، میرے بیٹے! تمہیں ایک دفعہ بیٹھ کے میری طرف کی کہانی سننی چاہیے۔ میں نہیں جانتی اس نگینہ نے تمہیں کیسے برین واش کیا تھا۔ اور میں تمہارے ذہن میں اس کی یاد کو خراب بھی نہیں کرنا چاہتی۔ شاید وہ مجھ سے بہتر ماں ثابت ہوئی تھی۔ لیکن کوئی بھی چیز اس حقیقت کو نہیں بدل سکتی کہ میں تمہاری ماں ہوں۔ کیا تم مجھے ایک چانس دے سکتے ہو؟"

دوسری جانب مکمل خاموشی تھی۔ البتہ سانس لینے کی آواز ویسی ہی تھی۔

"میں نے سنا ہے تم نے مالا کے بیٹے کو پولیس کے حوالے کر دیا ہے۔ یہ بھی جانتی ہوں کہ تم نہیں چاہتے کہ ہم میں سے کوئی تم سے رابطہ کرے۔ لیکن پھر بھی تم مجھے کال کرتے ہو کیونکہ خون پانی سے گاڑھا ہوتا ہے۔ یہ ہمیشہ تمہیں میری طرف کھینچتا رہے گا۔ کیا تم ایک دفعہ اس خون کی سن سکتے ہو؟ کیا ہم مل سکتے ہیں؟"

"آج شام۔ آپ کے ہوٹل کے باہر۔ بنچ پہ۔" اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔

کبیرہ سادان دھک سے رہ گئیں۔ وہ اس آواز کو پہچانتی تھیں۔ مگر اس لہجے کو نہیں۔ یہ لہجہ اب بے رخی اور کھردرے پن سے بھرا ہوا نہیں تھا۔ سرد اور لاتعلق بھی نہیں۔ بلکہ اس لہجے میں انہیں کوئی جذبہ محسوس ہوا تھا۔ بے چینی، کپکپاہٹ، خون کی کشش۔

وہ مسکارے سے لتھڑی بھیگی آنکھوں سے مسکرائیں۔ عالیان کی شام کتنے بجے سے کتنے بجے تک ہوتی تھی، ان کو نہیں معلوم تھا۔ لیکن وہ ساری دوپہر اور ساری شام ہوٹل کے باہر سردی میں بنچ پر بیٹھنے کو تیار تھیں۔

وہ ضرور ان سے ملنے آئے گا۔

کئی برس بعد ان کا بیٹا ان سے ملنے آئے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شام جامنی اندھیرے کی صورت سریار کی اپارٹمنٹ بلڈنگ پہ پھیل رہی تھی۔ سڑک کنارے بندھی کشتیوں کے رنگ برنگے قمقمے اندھیرا ہوتے ہی جھلملانے لگتے اور ان میں بیٹھے کپتان اور اس کے ساتھیوں کے قہوے کے دور چلنے لگتے۔ ایسے میں اگر کشتی میں بیٹھا کوئی فرد گردن اٹھا کے اوپر دیکھتا تو اسے دو بالکونیاں روشن دکھائی دیتیں۔

مالا کی بالکونی کا بلب جل رہا تھا البتہ وہ خالی تھی۔ شیشے کے دروازے سے اندر جھانکو تو وہ کچن کاؤنٹر کے ساتھ کھڑی قینچی سے ایک پودے کے مرجھائے پتے کاٹ رہی تھی۔ بار بار نگاہ اٹھا کے صوفے پر کروٹ کے بل سوئے بچے پہ ڈال لیتی جس کے سر پر ٹوپی تھی اور اس نے دو کمبل اوڑھ رکھے تھے۔ ہر نگاہ کے ساتھ وہ مسکرا دیتی اور واپس اس پودے کی جانب متوجہ ہو جاتی جس کو اس نے دوسرے پودوں کی طرح گزشتہ ایک ہفتے سے مسلسل نظر انداز کیا تھا۔

یہ ایک ہفتہ عجیب بے یقینی میں گزرا تھا۔

بدر کے واپس آتے ہی چند گھنٹے تک تو اسے یقین نہیں آیا کہ وہ آ چکا ہے اور وہ زندہ ہے۔ حالانکہ وہ ہمیشہ کہتی تھی کہ وہ زندہ ہو گا۔ لیکن دور اندر وہ خوف کسی تلوار کی طرح سر پہ منڈلاتا رہتا تھا کہ شاید وہ غلط ہو۔ اور اب جب بدر گھر آیا تو پہلا دن وہ ٹھیک سے خوش بھی نہ ہو پائی۔ بس حیرت تھی۔ گم صم۔ آہستہ آہستہ ذہن نے اس سب کو پروسیس کیا لیکن خوشی کے بجائے جو پہلا احساس اسے ہوا، وہ خوف تھا۔

ایک دفعہ پھر سے وہی خوف کندھوں پر کسی پرندے کے پنجوں کی طرح دباؤ دینے لگا۔ اگر عالیان نے دوبارہ اس کے بیٹے کو اغوا کر لیا... اب کی بار وہ کیا کرے گی؟

وہ ایک لمحے کے لیے بھی اس کو اپنی نگاہوں سے اوجھل نہیں کر رہی تھی۔ اپارٹمنٹ کے باہر ماہر کا گارڈ موجود تھا اور بلڈنگ کے باہر چنگیز کے دو پولیس اہلکار۔ ہر ایک نے اس کو تسلی دلائی تھی کہ اب وہ بچے کو دوبارہ اغوا نہیں کرے گا۔

دو تین دن کے بعد وہ جیسے نارمل ہونے لگی۔ اسے بالآخر یقین آنے لگا تھا کہ اب زندگی میں سب کچھ ٹھیک ہونے جارہا ہے۔ لیکن بدر کو وہ ایک لمحے کے لیے بھی اپنے سامنے سے ہٹنے نہیں دے سکتی تھی۔

اس ایک ہفتے میں صرف وہ پودے نہیں تھے جن کی طرف وہ توجہ نہیں دے سکی تھی اور وہ مرجھانے لگے تھے۔

ماہر فرید بھی اس کے دھیان سے اوجھل تھا۔

مالا نے پودے کا جار کاؤنٹر ٹاپ پر رکھا اور اس صوفے تک آئی۔ احتیاط سے اس کے کنارے بیٹھی۔ بند آنکھوں سے سویا بدر ہلکا سا کسمسایا۔ مالا کا دل زور سے دھڑکا۔ کہیں وہ اٹھ نہ جائے۔ لیکن وہ سوتا رہا۔ اس نے سکون کا گہرا سانس لیا ۔بدر ٹھیک تھا۔ اس کی صحت اچھی تھی۔ مگر وہ بولتا نہیں تھا۔ ایک امید سی تھی کہ شاید جب وہ واپس آئے گا تو بولنے لگے گا۔ لیکن وہ ویسا ہی تھا۔ لمبا ہو گیا تھا۔ بالوں کا رنگ قدرے گہرا ہو گیا تھا۔ بظاہر بدر ویسا ہی تھا، لیکن کچھ تھا جو بدل گیا تھا۔ کیا یہ ان دونوں کے درمیان گزرا وقت تھا؟ یا کیا وہ ایک changeling تھا؟ مالا نے جھرجھری لی جیسے ذہن میں آئے منفی خیالات کو جھٹکا۔ وہ اس کا بیٹا ہی تھا۔ کوئی بھی ٹیکنالوجی یا جادو اس کے بچے کو کسی دوسرے بچے کی صورت میں لا کے اس کے سامنے نہیں کھڑا کر سکتا تھا۔ تصدیق کے لیے پولیس نے ان کے ڈی این اے ٹیسٹ بھی کروائے تھے۔ گو کہ اسے ان کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ اپنے بچے کو پہچانتی تھی۔

لیکن کچھ تھا جو بدر میں مختلف تھا۔ جیسے وہ پہلے سے زیادہ خاموش ہو گیا تھا۔ لیکن نہیں۔ ایک خاموش بچہ مزید کتنا خاموش ہو سکتا ہے۔ یا شاید وہ ڈرا ہوا تھا۔ اس دوران بدر کے تمام labs بھی ہوئے تھے اور ان کے مطابق اس کو کسی بھی قسم کی دوا یا زہریلا کیمیکل نہیں دیا گیا تھا۔ اس کی صحت بالکل ٹھیک تھی۔ بظاہر کچھ بھی نہیں بدلا تھا۔

پھر کیا تھا جو اسے تنگ کرتا تھا؟

یا شاید وہ ماہر کی طرح ان سوالوں کے جواب ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی تھی جن کا نہ پوچھے جانا ہی بہتر تھا۔

موبائل آس پاس کہیں تھر تھرانے لگا تو وہ چونکی۔ وہ صوفے کی گدی میں گھسا ہوا تھا۔ اس نے کھینچ کر اسے باہر نکالا۔ غیر شناسا نمبر دیکھ کے دل کی دھڑکن مس ہوئی۔ عالیان نے اس کے بعد کبھی رابطہ نہیں کیا تھا۔ پھر آج کیوں؟ کہیں وہ جادوگر دوبارہ ان کی زندگیوں میں نہ آجائے۔ نہیں۔ اس دفعہ وہ اس کی جان لے لے گی۔ تیزی سے فون کان سے لگایا۔

"کشمالہ!"

اوہ۔ مالا کے ہونٹ سکڑے۔ وہ اس فون کال کی توقع پچھلے کئی دن سے کر رہی تھی۔ لیکن یوں لگتا تھا کہ زیاد سلطان کو اس کال کی ہمت کرنے میں ایک ہفتہ لگا تھا۔

"کہو، زیاد۔" اس کا لہجہ سپاٹ تھا۔

"میں تمہیں ڈسٹرب نہیں کرنا چاہتا۔ اب تک تم جان ہی چکی ہو گی کہ میں کچھ دن بعد اس شہر سے چلا جاؤں گا اور بہت عرصے تک شاید یہاں دوبارہ نہ آسکوں۔ میری تم سے ایک ریکویسٹ ہے۔" کشمالہ خاموشی سے سنے گئی۔ وہ جانتی تھی وہ کیا کہنے والا تھا۔

"تم نے مجھے معاف کر دیا تھا اور مجھے یقین ہے کہ تم میرے بارے میں برا نہیں سوچو گی، چاہے کوئی تمہیں کیسی ہی کہانی کیوں نہ سنائے۔"

کشمالہ نے گردن موڑ کے بالکونی کی سمت دیکھا۔ ایک سایہ سا وہاں دکھائی دیا تھا جو دوسری بالکونی سے اس جانب گر رہا تھا۔ ایک پورے قد کا آدمی ریلنگ پہ جھک کے پانی کو دیکھا۔ ہاتھ میں پکڑا مگ۔

"میں جانے سے پہلے صرف ایک دفعہ اپنے بیٹے سے ملنا چاہتا ہوں۔ تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اس سے پہلے کبھی اس کی زندگی کا حصہ نہیں بنا اور نہ اس کے بعد حصہ بننا چاہوں گا۔ میں تمہاری اور بدر کی زندگی سے نکل جاؤں گا۔ لیکن ایک دفعہ میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ اگر تم اجازت دو تو۔"

"میں تمہیں بتا چکی ہوں، زیاد، کہ مجھے تم سے کوئی تعلق نہیں رکھنا۔ اور یہ وہ بچہ ہے جس کو نہ تم دنیا میں لانا چاہتے تھے، نہ اس کو بازیاب کروانے کے لیے تم نے کوئی مدد کی تھی۔"

"میرے ہاتھ میں کچھ نہیں تھا۔ مگر اس کے ساتھ جو بھی ہوا وہ عالیان نے میری دشمنی میں کیا۔ میں اس کا کفارہ ادا نہیں کر سکتا۔ لیکن کیا ایک دفعہ اپنے بیٹے سے مل سکتا ہوں؟" اس کی آواز تھکی اور ٹوٹی ہوئی تھی۔ کشمالہ نے پھر سے بالکونی کی سمت دیکھا۔ وہ سایہ وہیں تھا۔ مگ چہرے تک لے جاتے ہوئے۔ وہ جیسے کشتیوں کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے گہری سانس لی۔

"مجھے اس وقت ڈسٹرب مت کرو، زیاد۔" مزید کچھ سنے بغیر مالا نے فون رکھ دیا۔ پھر بالکونی کی سمت آئی۔ دروازہ کھولا۔ ٹھنڈ کے تھپیڑے تیزی سے اندر آئے۔ احتیاط سے دروازہ بند کیا تو دوسری جانب کھڑا سایہ چونکا۔ گردن مڑی۔

وہ قدم قدم چلتی بالکونی کے سرے تک آئی۔ اب وہ ساتھ والی بالکونی کو دیکھ سکتی تھی اور وہاں کھڑا شخص اس کو۔

پھر وہ مسکرایا تھا۔ تکان سے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ قہوے کا بھاپ اڑاتا مگ ہاتھ میں لیے ریلنگ پر جھکا ہوا تھا۔ آہٹ پہ اس کی جانب گھوما۔ وہ دروازہ بند کر کے اس کی طرف آ رہی تھی۔ اپنی ریلنگ کے قریب آ ٹھہری۔ رخ ماہر کی جانب تھا۔ وہ اسے دیکھ کے تکان اور آزردگی سے مسکرایا۔

پچھلے ایک ہفتے میں اس نے کشمالہ مبین کو ہر چیز کو بھول جاتے دیکھا تھا۔ شاید خود اپنے آپ کو بھی۔ وہ گھر سے باہر نہیں نکلی تھی۔ جو کچھ چاہیے تھا فیضی خانم اسے لا دیتیں یا وہ ڈیلیوری کروا لیتی۔ اس وقت بھی وہ ڈھیلے ڈھالے لاؤنج

وئیر میں ملبوس تھی۔ کندھوں کے گرد اُونی شال تھی اور سر پر ٹوپی جس سے بال نکل کے نیچے گر رہے تھے۔ شفاف چہرہ دو تین دانوں کے سوا ویسا ہی تھا۔

البتہ ایک مسلسل مسکراہٹ تھی جو اس ایک ہفتے سے پہلے اسے وہاں دکھائی نہیں دی تھی۔ اور اس ایک ہفتے میں وہ وہاں سے ہٹی نہیں تھی۔

وہ ریلنگ کے اس کنارے پر آ کھڑی ہوئی جو ماہر کے قریب تھا۔

"بدر ٹھیک ہے؟" اس نے مسکرا کے پوچھا۔ مالا نے اثبات میں سر ہلایا اور ایک نظر شیشے کے دروازے کو دیکھا۔ ماہر جانتا تھا کہ اس نے بدر کو صوفے پر ایسی جگہ سلا رکھا ہو گا جو اسے یہاں سے دکھائی دے۔

"اتنی فکر مند نہ رہا کرو۔ اب اس کو کچھ نہیں ہو گا۔" اس نے جیسے تسلی دی۔ مالا نے اثبات میں سر ہلایا۔

" جانتی ہوں۔ لیکن کچھ چیزیں میرے اختیار میں نہیں ہیں۔ شاید میں اگلے کئی برس تک اس کے معاملے میں اِن سیکیور رہوں گی۔"

ماہر نے ایک نظر اپنے لاؤنج کی جانب دیکھا جس کے پار ہلال کے کمرے کا بند دروازہ تھا۔

"سمجھ سکتا ہوں۔" اس نے یہ وقت گزارا تھا۔ وہ سمجھ سکتا تھا۔

وہ دونوں اب ریلنگ سے ٹیک لگائے یوں کھڑے تھے کہ نگاہیں اپنے اپنے لاؤنج میں کھلتے شیشے کے دروازوں پہ جمی تھیں اور دونوں ہی ایک دوسرے کا دروازہ نہیں دیکھ سکتے تھے۔

"کیا پولیس کو عالیان کے بارے میں مزید کچھ پتہ چلا؟"

"نہیں۔ وہ بالکل غائب ہو چکا ہے اور پولیس اس کو ڈھونڈنے کی کوشش بھی نہیں کر رہی، کیونکہ جائے وقوعہ سے کوئی ایسی شے نہیں ملی جس پر عالیان کا فنگر پرنٹ موجود ہو۔ جو فنگر پرنٹس ملے ہیں وہ inconclusive ہیں۔ پولیس نے ویسے بھی اس کو کلیئر کر دیا تھا۔"

"اگر پولیس پہلے فیروزی عمارت کی طرف نہ جاتی تو شاید وہ بدر کے اغواکاروں کو پکڑ لیتے۔"

ماہر خاموش ہو گیا۔ ذہن پھر وہیں چلا گیا۔ اس کی خاموشی پہ کشمالہ نے غور سے اسے دیکھا۔

"اٹس اوکے، ماہر۔ اس نے fistik کہا ہو گا، تمہیں فیروزی لگا ہو گا۔"

ماہر نے نفی میں سر دائیں بائیں ہلایا۔ "میں جانتا ہوں میں نے کیا سنا تھا۔"

یہ کہتے ہوئے کچھ تھا جو ماہر کے چہرے پہ بدل جاتا تھا۔ ایک عجیب سی بے چینی، ایک شکست۔

"اٹس اوکے۔ اس نے اپنے اغواکاروں کو الرٹ کرنے کے لیے کہا ہو گا کیونکہ اسی وجہ سے انہیں بھاگنے کا موقع مل گیا۔ اب اس بات کو چھوڑ دو۔"

ماہر نے سر پھر سے نفی میں ہلایا۔ "نہیں چھوڑ سکتا۔ کچھ ہے جو میں مس کر رہا ہوں۔"

اب کے کشمالہ پوری اس کی جانب گھومی۔ سینے پر بازو لپیٹے اور سنجیدگی سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"تمہیں ہمیشہ جاننا ہوتا ہے کہ سب کیوں ہوا، کیسے ہوا، لیکن کیا تم ایک دفعہ اس سب کو چھوڑ سکتے ہو؟ اب سب کچھ ٹھیک ہو رہا ہے۔ عالیان دوبارہ ایسی حرکت نہیں کرے گا۔ مجھے بھی یقین آنے لگا ہے۔ زیاد اس شہر سے چلا جائے گا۔ بدر مجھے واپس مل چکا ہے۔ کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ ہم اس سکون کو محسوس کریں جو زندگی کا ایک برا باب ختم ہونے کے بعد انسان کے حصے میں آتا ہے؟"

ماہر نے چونک کے اسے دیکھا۔ کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے، پھر خاموش ہو گیا۔

شاید وہ جانتی تھی وہ کیا پوچھنا چاہتا تھا۔

"ہاں، زیاد نے مجھے کال کی ہے آج۔ وہ بھی وہی کہہ رہا تھا جو چنگیز نے کہا تھا۔ وہ کچھ دن بعد اس شہر سے چلا جائے گا ۔ اور وہ بدر سے ملنا چاہتا ہے۔"

ماہر فرید کے جسم کے سارے اعصاب تن گئے۔ خالی ہاتھ کی مٹھی بھنچ گئی۔

"تم نے کیا کہا؟" وہ چاہتے ہوئے بھی اپنی ناپسندیدگی چھپا نہیں سکا تھا۔

"میں نے ابھی جواب نہیں دیا لیکن..." مالا کی نگاہیں روشن لاؤنج میں بے نیاز سوئے بدر پہ جمی تھیں۔ "وہ اس کا باپ ہے، ماہر۔ میں اس کو اس کے باپ سے دور نہیں کر سکتی۔ وہ ہمیشہ اس کی زندگی کا حصہ رہے گا۔"

بہت سی تلخی ماہر فرید نے اندر ہی اتار لی۔ بدقت سر ہلایا۔

"آف کورس! وہ اس کا باپ ہے۔" مگ ریلنگ کے دہانے پر رکھ دیا۔ قہوے کا سارا ذائقہ کڑوا ہو چکا تھا۔

"بہت دفعہ نفرت میں اور غصے میں، میں نے سوچا تھا کہ میں زندگی بھر زیاد سلطان کو اپنے بیٹے کی شکل نہیں دیکھنے دوں گی۔ لیکن وہ اس کا باپ ہے اور میں اس حقیقت کو نہیں بدل سکتی۔"

"ہم ماضی کو نہیں بدل سکتے۔"

"اس لیے سوچ رہی ہوں کہ اس سے چند شرائط طے کر لوں۔ وہ یوں ہر دوسرے دن میری زندگی میں داخل نہیں ہو سکتا بدر کے لیے۔ اسے کچھ شرائط کا پابند ہونا پڑے گا۔" وہ دور کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھتے ہوئے سوچ سوچ کے کہہ رہی تھی۔

"تم اس سے اکیلے ملنے نہیں جاؤ گی۔ میں ساتھ جاؤں گا۔" مالا نے چونک کے اسے دیکھا۔ کچھ کہنے لگی، پھر ٹھہر گئی۔ وہ پوچھ نہیں رہا تھا، بتا رہا تھا۔ اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"شیور۔ ویسے بھی میں چاہتی ہوں کہ اس سے اسی ہفتے کے دوران مل لوں تاکہ یہ بات کلیئر ہو جائے کیونکہ پھر..."

"ہاں پھر وہ اس شہر سے چلا جائے گا۔" ماہر بے دھیانی میں بڑبڑایا۔ پھر ایک دم چونکا۔ دھڑکن مس ہوئی۔ بے اختیار مالا کو دیکھا۔ "اور تم؟"

"بدر کے پاس اس کا پاسپورٹ نہیں ہے۔ نہ اس فلیٹ سے برآمد ہوا تھا۔ پاسپورٹ اپلائی کر دیا ہے۔ اگلے ہفتے ہمیں مل جائے گا اور..." وہ آگے کچھ نہیں کہہ سکی۔

نیم روشن بالکونی میں کھڑا ماہر فرید چند لمحے کے لیے اس کو دیکھ کے رہ گیا۔ جیسے کچھ بول نہ سکا ہو۔

"پاسپورٹ ملنے کے بعد تم اور بدر چلے جاؤ گے؟"

وہ دیکھ سکتا تھا کہ مالا کی گردن میں گلٹی سی ابھر کے معدوم ہوئی ہے، جیسے اس نے بہت سا تھوک نگلا ہو۔ پھر چہرے پہ بظاہر مسکراہٹ سجائے ماہر کو دیکھا۔

"یہی طے ہوا تھا۔"

"اور... اور... بیکری کا کیا؟"

وہ پوچھنا چاہتا تھا کہ "ماہر کا کیا؟" لیکن الفاظ حلق میں رک گئے تھے۔

مالا نے جیسے ناک سے مکھی اڑائی۔ "کم آن، ماہر۔ وہ بیکری بیربل کی تھی۔ اسی کی ہونی چاہیے۔"

وہ بہت کچھ پوچھنا چاہتا تھا۔ کیا اس کو پولیس اسٹیشن کے باہر ہونے والی گفتگو یاد تھی؟ کیا اسے یاد تھا کہ ماہر نے اسے رکنے کے لیے کہا تھا؟ یا اپنے بیٹے کے ملنے کی خوشی میں وہ سب کچھ بھول گئی تھی؟ کیا ماہر فرید صرف ایک مددگار انسان تھا جس نے بدر کو اس سے ملوایا؟ اور اب وہ اپنے بیٹے کو لے کے یہاں سے چلی جائے گی؟

لیکن یہی طے ہوا تھا۔ وہ اس کی مدد کرے گا اور وہ دو مہینوں کے ختم ہوتے ہی یہاں سے چلی جائے گی۔

لیکن کیا ان دو مہینوں میں جو کچھ ہوا، کوئی بھی شے کشمالہ مبین کے دل میں اپنی جڑ نہیں جما سکی تھی؟

وہ بس اسے دیکھ رہا تھا۔ اور مالا بالکونی کے دروازے کے پار اپنے سوئے ہوئے بیٹے کو۔

ایک دم سے ماہر فرید کو اپنا آپ غیر ضروری لگا۔

مالا، زیاد اور بدر۔

وہ اس تکون کا حصہ کبھی بھی نہیں تھا۔ نہ بن سکتا ہے۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو۔ یہی طے ہوا تھا۔" اس نے ریلنگ سے مگ اٹھایا۔ وہ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔

"ہم نے یہی طے کیا تھا کہ دو مہینے میں بدر مجھے ملے یا نہ ملے، مجھے واپس جانا ہو گا۔ اور مجھے نہ صرف اب بدر مل گیا بلکہ..." وہ کچھ اور بھی کہہ رہی تھی لیکن ماہر کا فون تھرتھرانے لگا۔ وہ بولتے بولتے رک گئی۔

ماہر ایکسکیوزمی کہہ کے فون جیب سے نکالتا اندر کی طرف بڑھ گیا۔ نمبر جس کو لیگ کا تھا، اس سے اس وقت بات کرنے کے موڈ میں وہ نہیں تھا۔ البتہ بالکونی کے اندر آتے ہی اس نے دروازے کو لاک کیا (وہ جانتا تھا لاک ہونے کی آواز مالا تک چلی جائے گی) اور جھٹکنے والے انداز میں پردہ سامنے برابر کر دیا۔

شاید اس طرح وہ جان لے کہ وہ کال کے بعد واپس نہیں آئے گا۔

کال کاٹ کے فون جیب میں ڈالا اور اپنے کمرے کی جانب بڑھ ہی رہا تھا کہ...

کچن کاؤنٹر کے ساتھ کھڑی سوزین نے ہیلو کہہ کے مخاطب کیا۔ ماہر نے رک کے بادل نخواستہ اس کو دیکھا۔ سوالیہ ابرو اٹھایا۔

"کیا؟"

سوزین کسی پارٹی سے آئی تھی۔ اس نے ستاروں والا نیلا مڈی ڈریس پہن رکھا تھا اور آنکھوں پہ گہرا میک اپ تھا۔ بال یوں بنے تھے جیسے گیلے ہوں۔ مسکرا کے وہ اس کے سامنے آئی۔ پلکیں جھپکائیں۔ وہ لب بھینچے اسے دیکھے گیا۔ نیلا شاید اس کا پسندیدہ رنگ تھا۔

"ماہر بے۔ آپ کو مطلع کرنا تھا کہ "کسی" کی پھیلائی آسیب زدہ گھر والی باتوں کے باوجود اس کاٹیج کے لیے ہمیں گاہک مل گیا ہے اور کل ہم اس کو بیچ رہے ہیں۔"

"اوکے۔ پھر؟" ماہر فرید کے چہرے پہ ایسا کوئی تاثر نہ آیا جس کی سوزین کو توقع تھی۔ البتہ اس نے اپنی مسکراہٹ برقرار رکھی۔

"پھر یہ کہ کوشش کیجیے گا کل ہماری ڈیل کے درمیان کوئی رکاوٹ نہ ڈالیں۔ گاہک بیعانہ پہلے ہی دے چکا ہے، اس لیے اب ڈیل کو روکنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔"

"میں تو چاہتا ہوں کہ تم اس کاٹیج کو بیچ دو۔ سب کچھ جتنا جلدی ہونا ہے، ہو جائے۔"

سوزین کے ابرو تعجب سے اکٹھے ہوئے۔

"کیا کچھ؟"

ماہر نے جواب نہیں دیا۔ سر جھٹک کے آگے بڑھ گیا۔ وہ سوچتی نظروں سے اس کی پشت کو گھورے گئی۔ سارا موڈ جیسے غارت ہو گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شام ابھی ٹھیک سے جامنی نہیں ہوئی تھی جب کبیرہ سادان ہوٹل کے باہر بنے بنچ پر آ بیٹھی تھیں۔ کسی جانور کی کھال والا بھورا کوٹ پہنے، گردن کے گرد مفلر اوڑھے ہوئے تھیں البتہ سر پہ ٹوپی نہیں تھی۔ ٹھنڈ ہر گزرتے پل کے ساتھ بڑھتی جارہی تھی۔ لیکن آج کے دن کی ترجیحات میں ٹوپی پہننا آخری نمبر پہ تھی۔

وہ گردن دائیں بائیں موڑتیں، طویل سڑک کے گرد ٹہلتے سیاحوں کے ہجوم میں ایک چہرہ تلاش کرنے کی کوشش کررہی تھیں جس کی شام نہ جانے کس وقت شروع ہونی تھی۔ یہ علاقہ سیاحوں کا مرکز تھا۔ دورویہ سڑک کے درمیان tramway بنا تھا جہاں پہ ایک سانپ جیسی طویل tram دونوں سمتوں میں چلتی دکھائی دیتی تھی۔ بار بار ان کے سامنے رکتی، دروازے کھلتے، بہت سے لوگ اندر داخل ہوتے اور بہت سے باہر نکلتے۔ ہر ایک کی اپنی منزل تھی جس کی جانب جانے کی اسے اتنی جلدی تھی کہ وہ سفر سے لطف اندوز نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اور کبیرہ سادان کو اپنی منزل ان چہروں میں کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

ہوا مزید یخ بستہ ہوتی گئی۔ سڑک کنارے بنی شاپس اور ریسٹورنٹس کی بتیاں روشن ہونے لگیں۔ آسمان سیاہ ہوتا گیا لیکن وہ نہیں آیا۔ وہ بازو سینے پر سختی سے لپیٹے بار بار بے چینی سے گھڑی دیکھ رہی تھیں۔ انہیں چالیس دن اور چالیس راتیں بھی اس جگہ پر ٹھہرنا پڑتا تو وہ تیار تھیں۔ یہ نہیں ہوسکتا تھا کہ وہ آنے کا وعدہ کرے اور ان کو بیچ راہ میں اکیلا چھوڑ دے۔ اتنے برس کبیرہ سادان اس کے ملنے سے ناامید نہیں ہوئی تھیں۔ آج کیسے ہوجاتیں؟

"سوری، میں لیٹ ہوگیا۔"

ایک لمحے کے لیے ان کو لگا کہ یہ ان کا وہم ہے یا ذہن کی اختراع۔ کسی خواب کی سی کیفیت میں انہوں نے چہرہ اٹھایا ۔وہ بنچ کے دہانے پر کھڑا تھا۔ لمبا کوٹ پہنے، کانوں پہ earmuffs لگائے، ہڈ سے سر کو ڈھکے، وہ سنجیدگی سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ چہرے پہ کوئی تاثر نہیں تھا۔ گو کہ اس نے سوری کہا تھا لیکن وہ نادم دکھائی نہیں دیتا تھا۔ وہ بے اختیار اپنی جگہ

سے اٹھیں، بے قرار آنکھوں نے اس کا چہرہ دیکھا۔ ہاں وہ نادم نہیں تھا لیکن اس روز پولیس اسٹیشن والے عالیان کی طرح بے زار اور سرد بھی نہیں تھا۔ وہ اس کے درمیان کہیں تھا۔

"کوئی بات نہیں۔" ان کے الفاظ کپکپاہٹ کی صورت میں باہر نکلے۔ ہاتھ اس کی طرف بڑھایا لیکن وہ اسی طرح جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا رہا۔ کبیرہ بیگم کا ہاتھ دھیرے سے بیچ رستے میں نیچے گر گیا۔ ابھی فاصلے بہت تھے۔ ابھی انہیں بے بی اسٹیپس لینے تھے۔ وہ جست نہیں لگا سکتی تھیں۔

"تم نے مالا کے بیٹے کو واپس کر دیا۔"

وہ دنوں ساتھ ساتھ بنچ پر بیٹھے تھے، ایسے کہ درمیان میں فاصلہ تھا اور سامنے tram رکی ہوئی دکھائی دیتی تھی۔ Tram میں داخلے کا رستہ ان سے چند فٹ دور تھا، اس لیے وہ مجمعے سے بچے ہوئے تھے۔ البتہ بار بار ان کے آگے پیچھے سے لوگ تیزی سے ٹولیوں کی صورت میں گزرتے اور سڑک کے پار کا منظر چھپ جاتا۔

"ماہر بے نے گیم ہی ایسی کھیلی کہ میرے پاس کوئی اور چارہ نہیں تھا۔"

ٹرام پہ نگاہیں جمائے بیٹھے عالیان کے لہجے میں تلخی نہیں تھی۔ جیسے وہ ہلکا سا محظوظ ہوا تھا۔ کبیرہ نے گردن موڑ کے غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"تم نے کیوں اغوا کیا تھا اس کے بیٹے کو؟ میں تمہیں جج نہیں کر رہی۔ پوچھ رہی ہوں۔"

"زیاد نے اس عورت کو مارا تھا جو ساری عمر میرا سایہ بن کے رہی تھی۔ مجھے زیاد سلطان سے بدلہ لینا تھا۔ لیکن ہر دفعہ کی طرح ماہر بے نے معاملہ خراب کر دیا۔"

"کیا وہ ایک اچھی ماں تھی؟"

عالیان نے پہلی دفعہ چہرہ پورا موڑ کے ان کی آنکھوں میں دیکھا۔ اس کی آنکھیں سادان جیسی تھیں یا ان آنکھوں کے جیسی جنہیں وہ روز آئینے میں دیکھتی تھیں؟ وہ فیصلہ نہ کر سکیں۔

"وہ پروٹیکٹو تھیں۔ میرا خیال رکھتی تھیں۔ مجھے طاقتور دیکھنا چاہتی تھیں۔ اور کیسی ہوتی ہیں مائیں؟"

آنسو کبیرہ کی پلکوں کو بھگونے لگے۔ سمجھ کے اثبات میں سر ہلایا۔

"وہ میرے بارے میں کیا کہتی تھیں؟"

"یہی کہ آپ نے وہی کیا جو راپنزل کے ماں باپ نے کیا تھا۔ جادوگرنی سے ڈیل کر لی۔ ہونہہ!" اب کے عالیان کی آواز میں تلخی در آئی۔ آنسو کبیرہ کی آنکھوں سے پھسلنے لگے۔

"کیا وہ یہ کہتی تھی کہ میں نے ڈیل کی تھی؟" انہوں نے بھیگا چہرہ دائیں بائیں ہلایا۔ "تمہارے باپ سے میری شادی اس کی ماں کی دعا کی وجہ سے ہوئی تھی۔ جس کو وہ ڈیل کہتی تھی وہ ایک وعدہ تھا جو اس نے مجھ سے لیا تھا کہ میں اپنا پہلا بچہ اس کو دوں گی۔ میں ایک عمر سمجھتی رہی کہ وہ پہلا بچہ میری بڑی بیٹی عنایہ تھی۔ اور نگینہ کی فیملی کو عنایہ دینے کا مطلب تھا زیاد سے اس کی شادی کروانا۔ اس لیے میں نے ایک عمر تگ و دو کی کہ زیاد اس سے شادی کر لے۔ میں نے نگینہ بیگم سے کوئی ڈیل نہیں کی تھی۔ اس نے بھی کبھی مجھے دوبارہ یہ وعدہ یاد نہیں دلایا کیونکہ اس کا ارادہ خاموشی سے میرے بچے کو اغوا کرنا تھا۔ تمہارے لیے شاید وہ ایک پروٹیکٹو ماں ہو، لیکن اس نے میری مرضی کے بغیر مجھ سے میرا بچہ چھینا تھا۔ میں یہ کبھی نہیں بھول سکتی۔"

عالیان نے ہلکا سا سر کو اثبات میں خم دیا۔ بولا کچھ نہیں۔ Tram تیزی سے بگل بجاتی سامنے سے گزر گئی۔ اس کی تیز گامی سے ہوا کے جھونکے ان کے چہروں پہ آئے۔

"کیا کرتی تھی وہ ان بچوں کا؟ تم، ماہر کی بہن۔ اور بھی بچے اغوا کیے تھے اس نے۔"

عالیان کے چہرے پر ایک استہزایہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

"وہ ایک سراب کے پیچھے بھاگ رہی تھیں۔ وہ بچے ان کی مدد کر سکتے تھے لیکن..." اس نے سر جھٹک دیا۔ کبیرہ نے ہتھیلیوں کی پشت سے آنسو صاف کیے اور غور سے اسے دیکھا۔

"لیکن؟" عالیان نے چہرہ پھر سے ان کی طرف موڑا۔ اب کے اس کی آنکھوں میں مسکراہٹ تھی۔

"اس سوال کا جواب میں آپ کو نہیں دینا چاہتا۔ مالا کا بچہ اس کو واپس مل گیا۔ بات ختم۔"

کبیرہ نے تیزی سے سر ہلایا۔ وہ اس کو ناراض نہیں کرنا چاہتی تھیں۔

"آف کورس۔ اس کا بچہ اس کو مل گیا۔ قصہ ختم۔"

"قصہ نہیں ختم ہوا۔ قصہ ابھی جاری ہے۔ اس کے پاس میرا کارڈ ہے۔" وہ پہلی دفعہ مسکرایا۔ ایسے جیسے کوئی راز شیئر کر رہا ہو۔ کبیرہ بیگم کے ابرو تعجب سے اکٹھے ہوئے۔

"کس کے پاس؟"

"ماہرب۔ اس نے میرا کارڈ رکھ لیا ہے۔ وہ آئے گا میرے پاس۔"

"وہ کیوں آئے گا تمہارے پاس؟"

"کیونکہ مسز کبیرہ سادان ...لوگ غلط کہتے ہیں کہ دنیا میں محبت اور نفرت کے بعد سب سے بڑا جذبہ جیلیسی ہے۔ او نہوں!" نوجوان جادوگر نے چمکتی آنکھوں کے ساتھ انگشت شہادت دائیں بائیں نفی میں ہلائی۔

"دنیا کا تیسرا بڑا جذبہ جو انسان سے ازل سے ابد تک سارے اچھے اور برے کام کرواتا آیا ہے وہ ہے curiosity (تجسس)۔ اور ماہرب کا تجسس اس کو ایک دفعہ پھر میرے پاس لے کر آئے گا۔ میں اس ملاقات کا منتظر ہوں۔" وہ

مسکرا کے پھر سے سامنے دیکھنے لگ گیا۔ جیسے کوئی سوچ اس کو محظوظ کر رہی ہو۔ پھر جیسے خیال آیا ہو کہ وہ کہاں بیٹھا ہے۔ چہرہ واپس سنجیدہ ہو گیا۔

"یہ مت سمجھیے گا کہ میں نے آپ کو پھر سے اپنی ماں تسلیم کر لیا ہے۔ لیکن میں آپ کو ابھی ایسے جانے بھی نہیں دے سکتا۔ مجھے آپ کی سائیڈ کی کہانی سننی ہے۔ اور میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ کیا ہم اپنی کہانی ایک نئے سرے سے لکھ سکتے ہیں۔"

کبیرہ بیگم کے چہرے پہ ایک دم اتنی روشنی ابھری کہ پوری رات چمک اٹھی۔ ان کی خوشی جیسے سنبھالے نہیں جا رہی تھی۔ تیزی سے مسکرا کے سر ہلایا۔

"کسی کافی شاپ میں چلیں؟ یا ریسٹورنٹ؟ ایک ڈنر ساتھ کرتے ہیں اور بہت ساری باتیں۔" عالیان چند لمحے سوچتا رہا پھر دھیرے سے اٹھا۔ وہ اس کے ساتھ ہو لیں۔ ابھی وہ اس کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتی تھیں۔ ابھی وہ اس کے بازو میں ہاتھ بھی نہیں ڈال سکتی تھیں۔ البتہ یہ معلوم تھا کہ صبح سے کچھ نہ کھانے کے باعث ان کی ٹانگوں میں جو کمزوری تھی، اس کے باعث اگر کہیں وہ لڑکھڑا گئیں، تو وہ انہیں تھام لے گا۔ ان کا بیٹا جو ان کے قد سے بڑا تھا، ان کے ساتھ قدم بہ قدم چل رہا تھا۔ اس خوبصورت شہر میں، محبت کے شہر میں، جہاں لوگ بچھڑی محبتوں کو ڈھونڈنے آتے تھے۔ کبیرہ بیگم کو سب کچھ مل گیا تھا۔

ایک دم سے حورِ جہاں کی بیٹیوں کی ساری نعمتیں اس ایک نعمت کے سامنے ہیچ لگنے لگی تھیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سریار کی اس اپارٹمنٹ بلڈنگ کی وہ صبح ہر ویک ڈے جیسی مصروف اور جھنجھلاہٹ سے بھری تھی۔ اس فلور پر موجود ہر لفٹ کے دروازے بار بار کھل اور بند ہو رہے تھے۔ کافی کے فلاسک پکڑے اور لیپ ٹاپ بیگز اٹھائے لوگ اپارٹمنٹس سے نکل نکل کے نیچے جا رہے تھے۔ ماہر البتہ نیچے سے واپس اوپر آ رہا تھا۔ وہ کچھ بھول گیا تھا۔

اپنے فلور پر اترتے ہوئے وہ سیدھا مالا کے اپارٹمنٹ کے باہر کھڑے گارڈ تک آیا۔ گارڈ نے اس کے سوال کے جواب میں سر ہلایا اور جیب سے ایک بند لفافہ نکال کے اسے دیا۔ اس کی میل جو ابھی ڈیلیور ہوئی تھی اور جسے وہ گارڈ سے وصول کرنا بھول گیا تھا۔ اندر ایک بینک کارڈ تھا جسے وہ آفس میں جا کے کھولے گا۔

لفافہ کوٹ کی جیب میں ڈالتے ہوئے وہ لفٹ تک واپس آیا۔ ابھی لفٹ کے اندر کھڑا ہوا ہی تھا کہ کاریڈور سے ہیل کی آواز سنائی دی اور پھر تیز پرفیوم کا جھونکا آیا۔ ایسی ہیل جو راہداری کے کارپٹ کے باوجود سنائی دیتی تھی اور سماعت کو سخت ناگوار گزری تھی۔ ماہر نے جلدی سے دروازے بند ہونے کا بٹن دبایا۔

لفٹ کے دروازے آپس میں ملنے کے لیے ایک دوسرے کے قریب آنے لگے لیکن درمیان میں سے ایک مینی کیورڈ ہاتھ نظر آیا جس نے دروازوں کو روک لیا۔ دروازے واپس جدا ہوئے اور سامنے بھورے بالوں والا مسکراتا چہرہ دکھائی دیا۔

"گڈ مارننگ، ماہر بے!" سوزین کندھوں پر کیپ کوٹ پہنے ٹھک ٹھک چلتی لفٹ میں داخل ہوئی۔ ایک کہنی پہ بیگ ٹنگا تھا اور دوسری کے ساتھ شوہر۔

ماہر نے ایک ناپسندیدہ نظر بیر بل پہ ڈالی جو ماہر کو دیکھ کے ایک دم ٹھٹکا تھا۔ پھر نگاہ ملائے بغیر اندر آ گیا۔ اب وہ درمیان میں تھا اور وہ دونوں اس کے دائیں بائیں۔ سوزین نے لمبے ناخن سے لابی کا بٹن دبایا اور سیدھی کھڑی ہو گئی۔ دروازے بند ہوئے تو وہ ان دونوں کا عکس ان میں دیکھ سکتا تھا۔ لفٹ میں اس کا تیز پرفیوم بھر گیا تھا جیسے۔ وہ مسلسل مسکرا رہی تھی۔ ماہر نے دعا کی کہ وہ چند سیکنڈ کا یہ سفر خاموشی سے گزار دے لیکن...

"ہم ڈیلر شپ پہ جا رہے ہیں۔ کاٹیج کا سودا فائنل ہو گیا ہے۔ کیا آپ ہمارے ساتھ چلیں گے، ماہر بے؟" سوزین نے سادگی سے پلکیں جھپکائیں۔ ماہر نے گہری سانس لی۔ جیسے بہت ضبط کیا ہو۔ چہرہ اس کی طرف موڑا اور اسی کے انداز میں مسکرایا۔

"جب اگلی پراپرٹی بیچو گی تب آؤں گا۔ تمہارے لیے تو اب یہ روز کی بات ہو گی۔"

سوزین کی مسکراہٹ برقرار رہی۔ لفٹ کے دروازے کھلے اور وہ "Wish us good luck" کہہ کے آگے بڑھ گئی۔ کیپ والا لمبا کوٹ پیچھے سے پھڑ پھڑا رہا تھا اور وہ دور جاتی دکھائی دے رہی تھی۔ لیکن وہ اکیلی تھی۔ اور تب ماہر کو احساس ہوا کہ بیربل اس کے ساتھ نکلا تھا مگر وہیں کھڑا رہ گیا تھا۔

وہ سوٹ اور ٹائی میں ملبوس تھا۔ گھنگھریالے بال جیل سے پیچھے جما رکھے تھے۔ شیو بھی ٹھیک سے بنائی تھی۔ نگاہیں البتہ بیوی کو جاتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔ ماہر کی نظروں کو محسوس کر کے اس نے اس کی جانب دیکھا۔

"کیا تم ساتھ چلنا چاہو گے؟" سوزی کے برعکس اس کے لہجے میں طنز نہیں تھا۔ سوال تھا۔ اور ایک چھپا ہوا خوف بھی۔

"میں اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے باپ کی محنت کو یوں ضائع ہوتے نہیں دیکھنا چاہتا۔ تم دونوں خود کرو جو بھی کرنا ہے۔"

"میں یہ کاٹیج نہ بیچتا اگر تم بیکری نہ بیچتے۔" بیربل کے چہرے پہ زخمی سا تاثر ابھرا اور گال گلابی ہوئے۔ ماہر نے جواب میں ابرو اچکا دیے۔ وہ آگے بڑھنے ہی والا تھا کہ...

"تمہیں لگتا ہے ہماری لاء فرم کامیاب نہیں ہو گی، ہے نا؟"

ماہر فرید نے بہت ضبط سے جیسے ایک تلخ گھونٹ بھرا اور واپس اس کی جانب گھوما۔ سنجیدہ نظروں سے سر سے پیر تک بیربل کو دیکھا۔

"تمہیں یقین ہے کہ یہ رقم لاء فرم میں ہی انویسٹ ہو گی؟"

"تم مجھے اتنا بے وقوف کیوں سمجھتے ہو، ماہر؟ کیا تم اس وقت کو بھول گئے ہو جب تم کیف بنا رہے تھے اور مالک سمیت سب نے تمہیں منع کیا تھا اور کہا تھا کہ تم ناکام ہو جاؤ گے۔ لیکن تم نے ٹھان لی تھی کہ تم اس آرکیٹکچرل فرم کو

کامیاب کر کے دکھاؤ گے۔ آج بھی تمہاری فرم اتنی کامیاب نہیں ہے جتنی تم اسے بنانا چاہتے تھے۔ کسی کو تم پہ یقین نہیں تھا۔ سوائے میرے۔"

ماہر کے تنے تاثرات ڈھیلے ہوئے۔

"جب مالک کو بھی تم پہ یقین نہیں تھا تب میں نے... بیر بل نے تم پہ یقین کیا تھا۔ مالک کے برعکس مجھے لگتا تھا کہ تم اس کو کامیاب کر لو گے۔ کیا تم میرے اوپر اتنا سا بھی یقین نہیں کر سکتے؟"

بیر بل فرید کی آنکھوں میں تھکان بھی تھی اور گلہ بھی۔ اس کا زخمی پن، ہرٹ، گلہ آمیز لہجہ۔ ماہر کے کندھے جیسے ڈھلک گئے۔

"تم نے، ہمارے باپ نے، مالک نے، کسی نے آج تک مجھ پہ اتنا بھروسہ نہیں کیا کہ وہ سمجھے کہ میں بھی کامیاب ہو سکتا ہوں۔ سوزین نے مجھ پہ بھروسہ کیا ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ میں اس پروجیکٹ کو لیڈ کروں۔ بہتر ہوتا کہ اس وقت تم سوزی سے اپنے اختلافات بھلا کے میرا ساتھ دیتے۔" وہ چند لمحے امید اور گلے سے ماہر کو دیکھتا رہا۔ پھر جیسے دکھی دل سے سر جھٹک کے آگے بڑھ گیا۔

ماہر نے ایک دم ہاتھ سے اس کی کہنی پکڑی۔ بیر بل ٹھٹھک کے رکا۔

"2580"

"کیا؟" بیر بل کی سمجھ میں نہیں آیا۔

"یہ سوزی کے فون کا پاس کوڈ ہے۔ تمہیں حقیقت اس کے فون میں مل جائے گی۔"

بیر بل نے تیزی سے اپنی کہنی چھڑائی۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

"تمہیں اس کا پاس کوڈ کیسے معلوم؟"

"وہ ڈائننگ ہال کی آئینے کی دیوار کے سامنے ٹائپ کر رہی تھی۔ میں نے عکس میں دیکھا تھا۔"

بیربل کے کانوں سے جیسے دھوئیں نکلنے لگے۔

"یہ انتہائی غیر اخلاقی حرکت ہے، ماہر۔"

"اور میں ٹھہرا ایک غیر اخلاقی آدمی۔" وہ اسی اطمینان سے کہہ رہا تھا۔ "اخلاقیات کا پلندہ سینے سے لگا کر اپنے کئی برس ضائع کرنے کے بجائے انسان کو وہ سچ معلوم کر لینا چاہیے جو اس کا حق ہے۔ پاس کوڈ تمہیں بتا دیا ہے۔ آگے تمہاری مرضی۔" اس کے کندھے کو ہلکا سا تھپکا اور آگے بڑھ گیا۔

"تم... تم..." بیربل کی مٹھیاں ضبط سے بھینچ گئیں۔ چہرہ ابھی تک سرخ تھا جیسے اسے یقین نہ آرہا ہو کہ وہ ایسی بات کیسے کر سکتا تھا۔

ماہر کو اب اس کی آواز نہیں آرہی تھی۔ وہ دور جا چکا تھا۔ لابی سے نکلتے ساتھ ہی اس کی کار سامنے کھڑی تھی۔ valet نے آگے بڑھ کے دروازہ کھولا۔ وہ کوٹ کا بٹن کھولتے ہوئے اندر بیٹھا۔ ایسے کہ چہرے کے زاویے بگڑے ہوئے تھے۔ ڈرائیور اردل نے بیک ویو مرر میں اس کا چہرہ دیکھا اور چپ چاپ کار سڑک پر ڈال دی۔

ماہر کتنی ہی دیر شیشے سے باہر دیکھتا رہا۔ دانت سے لب کاٹتے ہوئے ایک مٹھی ضبط سے بھینچے ہوئے تھا، ایسے کہ ناخن جلد میں پیوست ہو رہے تھے۔

("یہ انتہائی غیر اخلاقی حرکت ہے۔")

("بدر کا پاسپورٹ ایک ہفتے میں آجائے گا۔")

("میں نے فیروزی نہیں، پستہ کہا تھا۔")

("بدر کا پاسپورٹ ایک ہفتے میں آجائے گا۔")

("یہی طے ہوا تھا۔")

("کاٹیج کا سودا فائنل ہو گیا ہے۔ کیا آپ ہمارے ساتھ چلیں گے، ماہر بے؟")

ماہر نے جھرجھری لی۔ بہت سی سوچوں کو ذہن سے جیسے جھٹکا۔ رات سے موڈ عجیب خراب سا تھا اور دل بوجھل۔ پہلے موبائل اسکرین روشن کی۔ مالا کی چیٹ تک انگلی گئی، پھر ٹھہر گیا۔

کیا فائدہ؟ کسی بھی چیز کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ شاید وہ فیصلہ کر چکی تھی۔ کیا اب اسے مزید کچھ کہنا چاہیے؟ لیکن کیا وہ بہت کچھ کہہ نہیں چکا تھا؟ کافی شاپ میں اس نے مالا کو بتایا تھا کہ وہ کبھی اس سے موو آن نہیں کر سکا۔ اس رات پولیس اسٹیشن کے باہر اس نے اس سے پوچھا تھا کہ کیا وہ ٹھہر نہیں سکتی۔ لیکن وہ پھر بھی واپس جانے کا سوچ رہی تھی۔ پاسپورٹ ملتے ہی وہ اگلی فلائٹ لے لے گی۔ وہ اپنی دنیا میں واپس چلی جائے گی۔ اپنی فیملی کے پاس۔ جیسا کہ طے ہوا تھا۔

لیکن اسے مالا پہ کیوں غصہ تھا؟ اس نے تو کبھی ٹھہرنے کا وعدہ نہیں کیا تھا۔ یہ تو اس نے خود سوچ لیا تھا کہ شاید وہ ٹھہر جائے۔ شاید وہ دونوں ایک ساتھ کچھ تعمیر کر سکیں۔ یاسمین نے اسے کہا تھا کہ وہ اس کی حقیقت دیکھے۔ اپنا الوژن نہیں۔ لیکن انسان کا دل اپنی نہیں سنتا، تھیراپسٹ کی کیا سنے گا۔

"یوں کرو، بلت کی طرف چلو۔" ایک ارادہ سا اس کے ذہن میں بن رہا تھا۔

اردل نے تعجب سے مڑ کر اسے دیکھا۔

"بلت؟ لیکن اس طرح تو آفس سے دیر ہو جائے گی۔"

"آفس کا مالک میں ہوں یا تم؟"

اردل نے گڑبڑا کر سر اثبات میں ہلایا اور کار کا رخ اس جانب موڑ دیا جہاں آفس کا مالک اسے ہدایت دے رہا تھا۔

فیروزی اور پستہ رنگ کی عمارتیں ساتھ ساتھ اسی طرح کھڑی تھیں جیسے آٹھ روز پہلے وہ انہیں چھوڑ کر گیا تھا۔ اردل نے کار قریب ہی روک لی تھی اور بنا کسی تبصرے کے ماہر فرید کو باہر جاتے دیکھے گیا تھا۔

وہ لمبا سرمئی کوٹ پہنے گردن اونچی اٹھائے بالائی منزل کو دیکھتے ہوئے قدم قدم چلتا فیروزی عمارت کے دہانے تک آیا ۔ گھنٹی بجائی۔ لابی کے فلور میں کسی نے اسے اندر آنے کا راستہ دیا تو وہ اندر داخل ہوا۔

یہ عمارت پستہ عمارت سے خستہ حال تھی۔ زینہ گولائی میں اوپر جاتا تھا اور ہر فلور پر ایک راہداری سی دکھائی دیتی جو کسی اپارٹمنٹ کے دروازے تک جاتی۔ وہ اوپر چڑھتا گیا، یہاں تک کہ آخری اپارٹمنٹ کے سامنے جا رکا۔

یہ اتنی تنگ عمارتیں تھیں کہ ہر فلور پر صرف ایک ہی اپارٹمنٹ تھا۔ اس نے گھنٹی بجائی۔ شاید وہ خراب تھی۔ انگلی کی پشت سے دروازہ ٹھک ٹھک کیا۔ چند لمحے گزرے اور لاک کھلنے کی آواز آئی۔ پھر دروازہ چوکھٹ سے چار انچ جدا ہوا ۔ ایسے کہ اندر سے زنجیر ابھی تک چڑھا رکھی تھی۔ اس درز سے ایک عورت نے چہرہ نکال کے جھانکا۔ سیاہ بال کس کے پونی میں باندھے، ابرو اکٹھے کیے وہ مشکوک نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"کون؟"

"میرا نام ماہر فرید..."

"میں پہچان گئی ہوں۔ تم وہی ہو نا؟ اس دن پولیس کے ساتھ آئے تھے۔" ناپسندیدگی سے وہ جیسے پھنکاری تھی۔ ماہر کے ابرو بے اختیار اٹھے۔

"ہم پولیس کو اپنا بیان کئی دفعہ دے چکے ہیں۔ ہم نے کبھی ساتھ والی عمارت میں نہیں جھانکا، نہ ہم جانتے ہیں کہ وہاں کون تھا۔ اب تم کیا لینے آئے ہو؟"

ماہر سادگی سے مسکرایا۔

"میں پولیس کی ہراسمنٹ سے واقف ہوں۔ میں خود بھی اس کا شکار رہ چکا ہوں۔ میرا خیال تھا کہ ہم اس بات کو آرام سے چائے کے ایک کپ کے ساتھ کریں گے۔"

عورت کے تنے تاثرات قدرے ڈھیلے پڑے۔ چند لمحے جیسے وہ سوچتی رہی۔ پھر زنجیر کھول دی۔ دروازہ پیچھے کیا اور ابرو سے اس کو اندر آنے کا اشارہ کیا۔

"کون ہے؟" پیچھے سے کسی مرد کی آواز آئی۔

ماہر نے جوتے دروازے پر اتارنے چاہے تو وہ بولی۔ "نہیں ٹھیک ہے۔"

وہ ٹھہر گیا۔ پھر جوتوں سمیت چلتا اس کے پیچھے آیا۔ تب تک باتھ روم کا دروازہ کھل چکا تھا اور ایک سفید ٹی شرٹ اور پاجامہ میں ملبوس مرد گردن میں تولیہ لیے باہر نکل رہا تھا۔ اسے دیکھ کر ٹھٹھکا۔ بے اختیار بیوی کو دیکھا۔ اس نے آنکھوں میں کوئی اشارہ کیا تو مرد کے تاثرات قدرے نرم ہوئے۔

"وہ بچہ جو ساتھ والی بلڈنگ سے ملا، ان کا کچھ لگتا تھا۔ اسی بارے میں بات کرنے آئے ہیں۔ میں چائے بناتی ہوں۔ بیٹھیں۔" اس نے لونگ روم کے صوفے کی جانب اشارہ کیا۔

یہ اپارٹمنٹ مالا کے بلت کے اپارٹمنٹ سے زیادہ بڑا نہ تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے ایک ہی اوپن کچن اور لاؤنج ہو۔ ساتھ ایک بیڈروم اور ایک ہی باتھ روم۔ آگے چھوٹا سا ٹیرس۔ البتہ مالا کے اپارٹمنٹ کے برعکس یہ اپارٹمنٹ قدرے اندھیر تھا۔ ساری کھڑکیاں بند تھیں۔ بلائنڈز گرے تھے۔ فرنیچر بھورے رنگوں کا تھا اور ہر صوفے پر الگ رنگ کی چادریں تھیں جو قدرے گدلی تھیں۔ ایک صوفے پر لانڈری والے کپڑوں کا ڈھیر تھا جو یقیناً صاف تھے لیکن انہیں تہہ کر کے الماری میں رکھنے کا تکلف نہیں کیا گیا تھا۔

ماہر نے بڑے صوفے کے ایک کونے کو دیکھا جہاں چادر قدرے صاف دکھائی دیتی تھی۔ پھر وہاں بیٹھا۔ البتہ چہرے پر مسکراہٹ برقرار رکھی۔ سفید شرٹ والا مرد اس کے سامنے آ کے بیٹھ گیا۔ اس کے بال سر سے اڑے اڑے تھے

اور سپر ماریو جیسی مونچھیں تھیں جو اس کے ہم وطنوں کے چہرے کی خاص علامت تھیں۔ وہ ابھی تک اسے مشکوک نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"ہم پولیس کو اپنا بیان دے چکے ہیں۔ پھر آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟"

"چائے پینے۔" وہ اسی انداز میں مسکرایا۔ آدمی کے تاثرات قدرے بہتر ہوئے۔ سر کو خم دیا۔

"آف کورس۔ میرا مطلب تھا کہ..." وہ جیسے گڑبڑایا۔

"میں معذرت خواہ ہوں۔ ہمیں اغواکار نے پستہ رنگ عمارت بتایا تھا۔Fistik اور فیروزی ایک جیسے الفاظ ہیں۔ پولیس کو غلطی ہوئی۔ اور انہوں نے آپ کو خواہ مخواہ تنگ کیا۔" کہنے کے ساتھ اس کی آنکھیں دائیں بائیں اپارٹمنٹ کا جائزہ لے رہی تھیں۔ کیا تھا اس اپارٹمنٹ میں جو عالیان نے پہلے اس کا ذکر کیا تھا؟ کیا وہ چاہتا تھا کہ ماہر اس اپارٹمنٹ تک آئے؟ کیا وہ اس کے ساتھ کوئی مائنڈ گیم کھیل رہا تھا؟ کیا کوئی راز تھا جو اس اپارٹمنٹ میں دفن تھا؟

"بس آپ دونوں ہی یہاں رہتے ہیں؟" وہ عورت ٹرے لے کر واپس آئی جس میں تین شیشے کی پیالیاں سرخ چائے سے بھری تھیں اور ایک چاندی کی کٹوری میں چینی کی ڈلیاں تھیں، تو ماہر نے اپنی چائے میں ڈلی ڈالتے ہوئے پوچھا۔

وہ دونوں میاں بیوی ساتھ ساتھ ایک صوفے پر بیٹھے تھے۔ اس سوال پہ عورت کے تاثرات چائے بنانے سے پہلے والے ہو چکے تھے۔ بے زار۔ مشکوک۔

"ہمارے بچے نہیں ہیں۔ اس لیے ہم ہی ہیں۔"

ماہر نے سر کو خم دیا جیسے کوئی مہذب الفاظ ڈھونڈ رہا ہو۔ اس سے پہلے ہی وہ بول اٹھی۔

"ہمارے بچے ہو نہیں سکتے۔ ایک ٹیومر تھا میرا۔hysterectomy ہوئی تھی۔ اب ہم بے اولاد ہی ہیں۔" اس نے چونک کے عورت کا چہرہ دیکھا۔ پھر چہرے پہ بہت سی معذرت ابھری۔ وہ اسی ناگوار لہجے میں بتا رہی تھی۔ جیسے اس تفصیل کو دہراتے ہوئے اسے بہت عادت ہو گئی ہو۔

"آئی ایم سوری۔" وہ قدرے خفیف ہوا۔ پھر چائے کا گھونٹ بھرا۔ وہ بدمزہ تھی۔ البتہ اس وقت وہ ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ پیالی نیچے کی اور غور سے ان دونوں کو دیکھا۔

"کیا کبھی آپ نے پستہ عمارت میں جھانکا؟ یعنی وہاں کوئی نظر آیا؟"

آدمی نے نفی میں سر ہلایا۔

"جیسا کہ ہم نے پولیس کو بتایا، اس عمارت کی کھڑکیاں بھلے اس طرف کھلتی تھیں لیکن ان کے اندر بلائنڈز تھے۔ ہم نے کبھی ٹیرس میں یا کھڑکی کے پار کسی کو نہیں دیکھا۔ اس عمارت میں کون آتا جاتا تھا، کسی کو کبھی دکھائی ہی نہیں دیا۔ نہ کسی نے نوٹ کیا۔ پستہ بلڈنگ والوں کا کہنا ہے کہ انہوں نے ایک عورت کو گروسری بیگز لیے اوپر نیچے آتے جاتے دیکھا تھا۔ اس کے سوا کسی نے کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔"

"کیا کبھی اس اپارٹمنٹ سے کسی بچے کے رونے کی آواز بھی نہیں آئی؟"

آدمی نے کندھے اچکا دیے۔ "ہم نے نہیں سنی۔ ویسے بھی یہ پرانی عمارتیں ہیں۔ ان کی دیواروں کی چوڑائی عام عمارت سے زیادہ ہے۔ ان میں کنکریٹ بھی ہے اور میرا نہیں خیال کہ کسی بچے کے رونے کی آواز دیوار سے پار جاتی ہو گی۔"

ماہر گھونٹ بھر کے پیالی نیچے کر ہی رہا تھا کہ وہ چھلک پڑی۔ گرم چائے کے چند چھینٹے اس کی ٹائی پر آ گرے۔ ایک دم تیزی سے اس نے ٹرے پرے کی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ دونوں بھی ساتھ ہی کھڑے ہوئے۔ آدمی کے چہرے پہ

بوکھلاہٹ ابھری۔ البتہ عورت کی آنکھیں مزید مشکوک انداز میں سکڑ گئیں۔ ماہر نے ٹائی اور شرٹ پر لگے داغوں کو دیکھا پھر سادگی سے عورت کا چہرہ۔

"سوری۔ کیا میں یہ واش کر سکتا ہوں؟"

"باتھ روم clog ہوا پڑا ہے۔ یہیں کچن سے کر لیں۔" وہ اسی انداز میں اسے گھورتے ہوئے بولی۔ وہ اتنی فلمیں دیکھ چکی تھی کہ اسے معلوم تھا کہ ایک اجنبی کو اپنے گھر کے اندرونی کمروں یا باتھ روم میں گھسانا حماقت تھی۔ وہ سر ہلا کے اوپن کچن تک آیا۔ عورت بھی تیزی سے اس کے ساتھ آ کھڑی ہوئی۔ (ابھی تو تمہارا شوہر باتھ روم سے نکلا ہے۔ خیر۔)

اس کی ایک ایک حرکت کو وہ غور سے دیکھ رہی تھی۔ ماہر نے سنک کی ٹونٹی کھولی۔ ٹائی آگے کی۔ دھیان سے اس داغ کو دھویا۔ نل بند کیا تھا کہ آدمی نے چند پیپر ٹاولز اس کی طرف بڑھائے۔

"تھینکس۔" اس نے کھردرے پیپر ٹاول سے شرٹ اور ٹائی کا گیلا حصہ صاف کیا۔ کن انکھیوں سے وہ دیکھ سکتا تھا سنک کے ساتھ ایک ٹوکری رکھی تھی۔ اسٹیل کے چمچ کانٹوں سے بھری۔

اس ٹوکری میں ایک سبز رنگ کی جھلک بھی تھی۔ عورت کی تیز عقابی نگاہیں اس پہ جمی تھیں۔ وہ اس طرف نگاہ نہیں موڑ سکا۔ البتہ شکریہ کہہ کے ڈسٹ بن تک آیا۔ پیپر ٹاول مروڑ کے اندر ڈالے اور پھر واپس اس عورت کو دیکھا۔

"سوری میں نے آپ لوگوں کا اتنا وقت لیا۔ میں دوبارہ آپ لوگوں کو زحمت نہیں دوں گا۔ البتہ..." اس نے سرسری سے انداز میں اطراف میں دیکھا۔ "آپ کو چاہیے کہ ایک pet پال لیں۔ کتا یا بلی۔ وہ نیچرل اینٹی ڈپریسنٹ ہوتے ہیں۔"

"تھینک یو۔ لیکن مجھے الرجی ہے۔" عورت اسی لہجے میں پھنکاری۔

ماہر نے معذرت خواہانہ انداز میں سر کو خم دیا اور آگے بڑھ گیا۔ زینے اترتے ہوئے اس کا ذہن واپس اسی جمع تفریق میں لگ گیا تھا۔ کچن میں موجود وہ سبز رنگ کی شے۔ ڈسٹ بن کی جھلک جو اس نے پہلے دیکھی۔ ایک شک سا تھا جو ذہن میں ابھر رہا تھا۔ ایک ایسا شک جس کو وہ کوئی نام نہیں دے سکتا تھا۔

کار میں واپس بیٹھتے ہی اس نے پہلی بات جو اردل سے کہی وہ یہ تھی۔

"گلاطہ ٹاور والے ایریا میں چلو۔" اب کے اردل نے پیچھے مڑ کے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"وہاں تو سیاحوں کا بہت رش ہو گا۔"

"تو؟"

اردل "تمام" کہتے ہوئے گڑبڑا کے واپس مڑا اور کار ریورس کرنے لگا۔ شاید ماہر بے کا آج آفس جانے کا ارادہ نہ تھا اور شبنم کی کالز پہ کالز آ رہی تھیں۔ لیکن وہ اسے ان کے بارے میں مطلع نہیں کر سکتا تھا۔

اردل نے کار گلاطہ ٹاور کے قریب بنی اس کاٹن کینڈی والے کی شاپ سے کافی فاصلے پر روکی کیونکہ آگے پارکنگ کی جگہ نہ تھی۔ ماہر کچھ کہے بنا باہر نکلا اور اردل اپنے باس کو سڑک کی ڈھلان اوپر چڑھتے دیکھے گیا۔ اس نے آج بھی وہی سرمئی کوٹ پہن رکھا تھا جو اس روز کشمالہ کے ساتھ یہاں آتے ہوئے پہنا تھا۔

غالباً اس کا سرمئی کوٹ تھا، یا شاید اس کا چہرہ، یا اس کی شخصیت جو آسانی سے بھلائی نہیں جا سکتی تھی۔ کیونکہ دکان میں موجود چائے بناتی عورت اسے دیکھتے ہی ٹھٹک کے رک گئی۔ ایک ہی نظر میں وہ اسے پہچان گئی تھی۔ ماہر نے کیسے سوچ لیا تھا کہ وہ اسے نہیں پہچانے گی؟ یہ وہ خود تھا جو اس دن قدرے بٹے ہوئے ذہن کے ساتھ بیٹھا تھا کیونکہ بیر بل کی شادی والا معاملہ کھل رہا تھا۔ باقی تمام لوگ تو اپنی متوجہ حسیات کے ساتھ ہی وہاں موجود تھے۔ اور اگلے لمحے وہی ہوا جس کی اس نے توقع کی تھی۔

شاپ کے شوکیس کے پیچھے کھڑی فربہہ عورت جو بیرام بے کی بیٹی تھی، ایک دم سے کیتلی رکھ کے اس کی جانب آئی۔ ماتھے پر بل تھے اور آنکھوں میں چبھن۔

"کیا چاہیے آپ کو؟" ماہر اس وقت تک شاپ کے دہانے پر پہنچ چکا تھا۔ درمیان میں دو اسٹیپس تھے اور اوپر شاپ۔ وہ اونچائی پر کھڑی تھی اس لیے اس کا قد ماہر سے اونچا لگ رہا تھا۔

"مجھے بیرام بے سے بات کرنی ہے۔" وہ سنجیدہ تھا۔ کوئی تمہید نہیں۔ کوئی تعارف نہیں۔

"وہ یہاں نہیں ہیں۔" الفاظ ابھی اس کے منہ میں ہی تھے کہ پیچھے کسی ڈرٹی کچن سے فربہہ سا بیرام آفندی نکلتا دکھائی دیا۔ عورت نے چہرہ نہیں موڑا۔ آہٹ پہ سمجھ گئی کہ جھوٹ پکڑا گیا ہے۔ بس آنکھیں بند کر کے گہری سانس لی اور پھر سینے پر بازو لپیٹ کے ماہر کو انہی تند نگاہوں سے دیکھے گئی۔

ماہر نے سر کے خم سے ان کو سلام کیا۔ فربہہ آدمی قدم قدم چلتا اپنی بیٹی کے برابر آن کھڑا ہوا۔ ایک نظر ماہر کو دیکھا اور جیسے فوراً ہی پہچان گیا۔ خوشگوار مسکراہٹ سے اسے اندر آنے کا اشارہ کیا۔ ماہر اس آدمی پر سے نگاہیں ہٹائے بغیر اندر آیا، کرسی کھینچی، ٹانگ پر ٹانگ جما کے بیٹھا۔ اس دوران نظر مسلسل ان پہ جمی تھی جو بار بار اپنی بیٹی کو دیکھتا تھا۔

"میں اس آدمی کے بارے میں پوچھنے آیا ہوں جس کو آپ نے مالا کے بچے کے ساتھ دیکھا تھا۔" وہ دونوں اب لوہے کی کرسیوں پر اس کے سامنے بیٹھے تھے۔ کرسی سخت اور غیر آرام دہ تھی اور ان دونوں کے تاثرات اس سے بھی کہیں زیادہ غیر آرام دہ تھے۔

"میں بوڑھا ہو رہا ہوں۔ مجھے کچھ یاد نہیں۔ اور وہ پرانی بات ہو چکی ہے۔"

کہتے ہوئے بیرام بے نے چہرہ موڑ کے اپنی بیٹی کو دیکھا پھر واپس ماہر کو۔ بیٹی اسی طرح ماہر کو گھورے جا رہی تھی۔

"کم از کم مجھے وہی بات دوبارہ بتا دیجئے جو آپ نے اس روز کشمالہ کو بتائی تھی۔"

آدمی نے خشک لبوں پر زبان پھیری۔ تھوک نگلا۔

"مجھے کچھ یاد نہیں۔ شاید میں نے کچھ نہیں دیکھا تھا۔ شاید وہ میرے ذہن کی اختراع تھی۔"

"لیکن آپ نے..."

"بابا نے کہا نا، انہوں نے کچھ نہیں دیکھا۔ انہیں کچھ یاد نہیں۔ کیا آپ کے لیے یہ کافی نہیں ہے؟ اب آپ ہمارا پیچھا چھوڑ سکتے ہیں؟"

"محترمہ، میں چاہتا ہوں کہ آپ کے باپ سے بات کروں اور اس دوران آپ خاموش رہیں۔ کیا آپ اتنا کر سکتی ہیں؟"

"میرے بابا نے جو بھی کہا، اٹینشن لینے کے لیے کہا۔ اب وہ اس پہ شرمندہ ہیں۔" (ساتھ ہی باپ کو گھورا جس نے نگاہیں جھکا دیں اور واپس ماہر کو دیکھا۔) "اور وہ حلفیہ یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے اس روز کچھ نہیں دیکھا تھا۔"

ماہر غور سے بیرام بے کو دیکھ رہا تھا۔ وہ بار بار نگاہیں جھکاتے، پھر ڈرتے ڈرتے اپنی بیٹی کو دیکھتے، پھر ماہر کو۔ آنکھوں میں بے چارگی تھی۔ بے بسی۔

"آپ نے کہا تھا کہ آخری دفعہ جب آپ نے اس آدمی کو دیکھا، سنہرے بالوں والے دراز قد لڑکے کو، تو اس نے آپ کو دیکھ کر کوئی اشارہ کیا تھا۔ جس سے آپ کو یوں لگا جیسے اس نے آپ پہ کوئی جادو کیا ہے۔ کیا آپ کو یقین ہے کہ اس نے ایسا کچھ کیا تھا؟" ماہر کی آواز میں بے تابی در آئی۔ "میں صرف اتنا جاننا چاہتا ہوں کہ کیا وہ لڑکا کسی کے اوپر آنکھوں ہی آنکھوں میں، چٹکی بجا کے جادو کر سکتا ہے یا نہیں۔"

بیرام بے نے تھوک نگلا۔ بیٹی اب گردن موڑ کے انہیں گھورے جا رہی تھی۔ ڈرتے ڈرتے ماہر کو دیکھا۔ "مجھے کچھ یاد نہیں۔ میں نے کچھ نہیں دیکھا تھا۔ میں نے یوں ہی توجہ لینے کے لیے کہانی بنائی تھی۔"

"میں جانتا ہوں آپ نے کہانی نہیں بنائی تھی۔ نہ آپ اس شخص کو بھولے ہیں کیونکہ وہ شخص بھلایا نہیں جا سکتا۔ اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ کی بیٹی... (تیز نظر اس عورت پہ ڈالی) اسی آدمی کے کہنے پہ ڈری ہوئی ہے یا کسی لالچ میں ہے۔ لیکن..." ماہر نے جیب سے کارڈ نکالا اور بیرام بے کے ہاتھ میں دینے لگا۔ عورت نے تیزی سے ہاتھ بڑھا کر اسے جھپٹنا چاہا لیکن ماہر نے ہاتھ پیچھے کر لیا۔ "یہ کارڈ میں بیرام بے کو دے رہا ہوں اور ان کے نمبر پہ اپنا نمبر بھی بھیج رہا ہوں۔ اگر آپ کو کچھ یاد آئے تو آپ نے مجھے اس نمبر پہ کال کرنی ہے۔ اور ہاں..." کارڈ زور سے ان کی مٹھی میں اڑسا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ کوٹ کا کالر درست کیا۔

"میں آپ لوگوں کا پیچھا تب تک نہیں چھوڑوں گا جب تک مجھے مکمل سچ معلوم نہیں ہو جاتا۔"

اب کے عورت نے کارڈ جھپٹنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ جانتا تھا کہ اس کے جانے کے بعد وہ ایسا ہی کرے گی۔ اور وہ یہی چاہتا تھا۔

بیرام بے اس کو سچ نہیں بتائے گا کیونکہ وہ اپنے حصے کا سچ پہلے ہی بول چکا تھا۔ البتہ وہ عورت شاید کسی مقام پہ اسے سچ بتا دے۔ کیونکہ وہی تھی جس کو یقیناً عالیان نے اپروچ کر کے اتنا ڈرا دھمکا دیا تھا کہ وہ اپنے باپ کو سچ بولنے نہیں دے رہی تھی۔ وہ اسے کارڈ دیتا تو وہ نہ رکھتی۔ البتہ باپ کی نگاہوں سے کارڈ اوجھل کرنے کے لیے وہ اسے کہیں چھپا کے رکھے گی۔

وہ واپس کار میں بیٹھا تو اس کا موڈ کافی حد تک خراب تھا۔

("بدر کا پاسپورٹ ایک ہفتے میں آ جائے گا۔")

("میں نے فیروزی نہیں، پستہ کہا تھا۔")

"کہاں چلیں، سر؟" اردل نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"کہاں جائیں گے؟ ظاہر ہے آفس چلنا ہے۔" وہ جواب میں اتنی برہمی سے بولا کہ اردل نے جلدی سے اسٹارٹ انجن کا بٹن دبایا۔ یہ کبھی کبھی ہوتا تھا کہ ماہر فرید اتنے خراب موڈ میں دکھائی دیتا۔ عام طور پہ اس کے سنجیدہ ایٹیٹوڈ کو آفس میں کوئی خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ اس کے دائیں بائیں لوگ سرگوشیوں میں اسے سائیکو پیتھ وِد ڈالرز بھی کہہ دیتے اور ماہر بے کو پرواہ ہی نہ ہوتی۔ لیکن کبھی کبھی اس کے چہرے کی رنگت دیکھ کے سب سہم جاتے۔ ایسے کہ کسی کو سامنے آنے کی ہمت نہ ہوتی۔ اردل جانتا تھا کہ آج وہی دن ہے۔ اسی لیے کار کو سڑک پر ڈالتے ہوئے اس نے دوسرے ہاتھ سے شبنم کو ریڈ الرٹ کا میسج کر دیا۔

"اس طرف رش ہے۔ کیا میں... (اردل نے تھوک نگلا اور ریک ویو مرر میں اسے دیکھا) جہانگیر سے چلا جاؤں؟"

"ڈرائیو کرو، اردل۔ جہاں سے بھی کرو۔" وہ باہر دیکھتے ہوئے ٹائی ڈھیلی کرتا بے زار ہوا تھا۔

اردل نے جلدی سے سر ہلایا اور اپنے بھرے بھرے ہاتھوں کو سختی سے سٹیئرنگ پر جما لیا کیونکہ اس مقام پہ اس کے ہاتھ کپکپانے لگے تھے۔

کار کتنے ہی منٹ رہائشی کالونیوں کے اندر سے بہتر راستہ ڈھونڈتے ہوئے کیف کی عمارت کی طرف بڑھتی گئی۔ جہانگیر ایک خوبصورت علاقہ تھا۔ ریزیڈنشل۔ پرسکون۔ اردل کسی شارٹ کٹ کے چکر میں ایک اسٹریٹ سے گزرا جہاں مختلف رنگوں کے سنگل سٹوری گھر بنے تھے جن کے چھوٹے باغیچوں کے باہر سفید picket fence لگی تھی۔ اسٹریٹ کے دہانے تک آتے ہوئے گوگل میپ نے اردل کو بتانا چاہا کہ وہ غلط رستے سے جا رہا ہے۔ اردل نے کار کی رفتار سست کر دی اور فون پر جھکا میپ کو زوم آؤٹ کر کے درست رستہ دیکھنے لگا۔

ماہر کھڑکی کے باہر دیکھ رہا تھا۔ کار کے پہیے سست ہو گئے۔ اس سے پہلے کہ وہ چڑ کے اردل سے کچھ کہتا، نگاہ وہیں ٹھہر گئی۔

گلی کے دہانے کا گھر اس کے سامنے تھا۔

سفید باڑ تین اطراف میں لگی تھی۔ایک باغیچہ جس کے کونے میں بوگن ویلیا کا ایک درخت تھا۔جامنی پھولوں والا درخت جس نے جھک کے باغیچے کے کونے پر سایہ کر رکھا تھا۔گھر کی عمارت لکڑی کی تھی۔ دیوار گیر سفید کھڑکیاں۔ بہت سے سبز گملے۔

اردل جلدی جلدی میپ میں راستہ درست لگائے فون سیٹ کرنے لگا۔ ڈرتے ڈرتے بیک ویو مرر میں ماہر کو دیکھا۔ جانتا تھا کہ ابھی اسے ڈانٹ پڑے گی۔ لیکن خلاف توقع ماہر فرید کہیں اور گم تھا۔ کہنی کھڑکی پر جمائے، مٹھی لبوں پر رکھے اس کی آنکھیں باہر لگی تھیں۔ اردل نے کار آگے بڑھادی لیکن وہ دیکھ سکتا تھا کہ ماہر گردن ترچھی کیے اس گھر کو پیچھے جاتے دیکھ رہا تھا۔

("بدر کا پاسپورٹ ایک ہفتے میں آجائے گا۔")

("مجھے واپس جانا تھا۔یہی طے ہوا تھا۔")

کار کیف کی عمارت میں داخل ہوئی تو آج وہ ماہر کو پہلے سے کہیں زیادہ سرمئی لگی۔ جیسے اس کے سارے رنگ ہی فنا ہو چکے ہوں۔ جیسے بلت کی ان پر اسرار عمارتوں نے سارے شہر کے رنگ چوس لیے ہوں۔

ریسیپشن کے قریب سے گزرتے ہوئے وہ رکا۔ کونے میں رکھے گملے میں سجے پودے کو دیکھا۔

"کیا کوئی اس کو پانی نہیں دیتا؟" ریسپشنسٹ جو ڈیسک کے پیچھے اونچے اسٹول پر بیٹھی تھی، گڑبڑا کے کھڑی ہوئی۔ اس سے پہلے کہ ہاں یاناں کرتی، وہ آگے بڑھ گیا تھا۔ جس وقت وہ مرکزی ہال میں داخل ہوا، وہاں کام کرتے ہر شخص کا سر کچھ زیادہ ہی اپنے کام پہ جھک گیا۔ شبنم بالکل دم سادھے الرٹ سی کھڑی ہو گئی۔ اسے اردل کا پیغام مل چکا تھا اور وہ اسے کیف کے تمام اندرونی واٹس ایپ گروپس میں پھیلا چکی تھی۔ وہ شبنم کو دیکھے بغیر آفس کی طرف بڑھ گیا۔ البتہ اس کے ماتھے کی تیوریاں وہ دیکھ سکتی تھی۔ ٹیبلیٹ اٹھائے بے اختیار اس کے پیچھے چلی آئی۔

"چائے لاؤں، سر؟"

"کیا مجھے روز بتانا پڑے گا کہ مجھے اس ٹائم چائے چاہیے ہوتی ہے؟" وہ کوٹ اتارتے ہوئے اپنی میز کی طرف جا رہا تھا۔

"نہیں، نہیں۔ میں لاتی ہوں۔" وہ الٹے قدموں مڑ گئی۔ جب تک وہ بھاپ اڑاتی کڑک چائے کی پیالی لیے آفس میں داخل ہوئی، ماہر اپنی کرسی پر بیٹھا تھا۔ ٹائی ڈھیلی کیے، آستین اونچے چڑھائے، وہ ٹشو کو میز کے شیشے سے لگا کے دیکھ رہا تھا۔ شبنم نے پیالی میز پر رکھی تو ماہر نے نگاہیں اٹھائیں۔

"میرے آفس کی صفائی کس کی ذمہ داری ہے، شبنم؟"

شبنم نے ٹشو پیپر کو دیکھا جس پر لگی گرد ایسے ہی نادیدہ تھی جیسے ماہر بے کے خراب موڈ کی وجہ۔ لیکن پھر بھی نگاہیں جھکا دیں۔

"میں ابھی دوبارہ صفائی کروا دیتی ہوں۔"

"یعنی میں کام نہ کروں اور کلینرز اپنا کام دوسری دفعہ کریں؟"

"نہیں نہیں، سر۔ آپ میٹنگ کے لیے جائیں گے تو میں کروا دوں گی۔"

"کون سی میٹنگ؟"

شبنم ایک لمحے کے لیے گڑبڑا گئی۔ وہ بگڑے بگڑے تاثرات سے پوچھ رہا تھا۔ کیا اس نے آج اپنا کیلنڈر نہیں دیکھا تھا؟

"یہ تمام میٹنگز آج کے لیے لائن اپ ہیں۔" اس نے ٹیبلیٹ کی روشن اسکرین سامنے کی۔ ماہر نے ایک نظر اس کو دیکھا اور سر ہلا دیا۔ اس کا موڈ جتنا خراب ہو، وہ میٹنگز بنا کسی وجہ کے کینسل نہیں کر سکتا تھا۔ ہاتھ سے اسے جانے کا اشارہ کیا تو وہ جلدی سے وہاں سے پلٹ گئی۔ ماہر نے ٹائی مزید ڈھیلی کی۔ کمپیوٹر اسکرین آن کی۔ پھر جھک کے تیسرا

دراز کھولا۔ سگار باکس کو ایک نظر دیکھا اور دراز واپس اتنی زور سے بند کیا کہ ٹھک کی آواز آئی۔ بے اختیار کنپٹی مسلی اور چائے کا گھونٹ بھرا۔ بدمزہ تھی وہ۔ شدید بدمزہ۔ ماہر نے بے زاری سے اسے پرے کر دیا۔

("بدر کا پاسپورٹ ایک ہفتے میں آجائے گا۔")

("میں نے فیروزی نہیں، پستہ کہا تھا۔")

("مجھے واپس جانا تھا۔ یہی طے ہوا تھا۔")

دستک ہوئی اور دروازہ کھلا تو ماہر نے اکتایا ہوا چہرہ اٹھایا۔ چوکھٹ میں عمار کھڑا دکھائی دے رہا تھا اور اس کے پیچھے بوکھلائی ہوئی سی شبنم جو شاید اسے اندر جانے سے روک رہی تھی۔

"آجاؤ، یار۔" اس نے بے زاری سے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ عمار شبنم کو ناسمجھی سے گھورتا اندر چلا آیا اور دروازہ بند کر دیا۔ ماہر نے کی بورڈ پرے دھکیلا۔ اب ہو گئے تھے اس کے سارے کام۔ ہونہہ۔ ٹیک لگائی اور اسی ناپسندیدگی سے عمار کو دیکھا۔

"کیا ایمرجنسی تھی؟" بہت ضبط سے پوچھا۔

"نہیں سوری، سر۔ ایمرجنسی نہیں تھی لیکن..." عمار سامنے بیٹھتے ہوئے قدرے خفیف ہوا۔ "ایک بات آپ کے علم میں لانی تھی۔ دراصل..." اس کے تلخ تاثرات دیکھ کے عمار جلدی جلدی بتانے لگا۔ "مالک صاحب نے مجھے ایک کام کہا تھا اور میں آپ کے علم میں لائے بغیر وہ کرنا نہیں چاہتا۔"

"سسپنس مت کریئیٹ کرو۔ جلدی بولو۔ مجھے بہت سے کام کرنے ہیں۔" ماہر نے میز پر رکھا ایک کمفرٹ اسٹون اٹھا کے مٹھی میں دبایا اور انگوٹھا اس پر کھدے الفاظ پر پھیرنے لگا۔

"انہوں نے مجھے زیاد سلطان کی لوکیشن معلوم کرنے کا ٹاسک دیا ہے۔"

"پھر؟"

"وہ زیاد کو کسی بھی صورت میں ڈھونڈنا چاہتے ہیں کیونکہ انہیں لگتا ہے کہ زیاد سے آپ کی جان کو خطرہ ہے۔"

"واٹ ایور۔" انگوٹھا تیزی سے ٹھنڈے اور ملائم اسٹون پر رگڑے جا رہا تھا۔ چہرے پہ مزید ناپسندیدگی پھیل گئی۔

"میرا خیال ہے... "عمار کھنکھارا۔ "میرا خیال ہے مالک صاحب چاہتے ہیں کہ ہم زیاد سلطان کا قصہ ختم کر دیں۔"

ماہر کا انگوٹھا رک گیا۔ ٹھنڈا پتھر مٹھی میں دوبارہ گیا۔ بے اختیار دونوں ابرو اٹھائے۔

"قصہ ختم؟ مطلب؟" عمار نے اثبات میں آنکھیں بند کر کے کھولیں۔

"تم مجھے شکل سے قاتل تو نہیں لگتے، عمار۔" اس نے زور سے پتھر میز پر رکھا۔ شیشے کے پتھر سے ٹکرانے کی بلند آواز آئی۔

" قاتل نہیں ہوں آف کورس، لیکن کسی کو ہائر کرنا ہو گا اس کام کے لیے۔"

ماہر نے بے زاری سے ٹائی کی ناٹ مزید ڈھیلی کی۔ پہلے ہی ذہن میں اتنا شور تھا اور اب جیسے سر میں درد اٹھنے لگا تھا۔

"میری بات کان کھول کے سنو، عمار۔" وہ آگے ہوا اور دونوں مٹھیاں میز پر رکھیں۔ "تم زیاد سلطان کو تلاش کرو، ضرور تلاش کرو۔ لیکن مجھ سے پوچھے بغیر تم ایسا کچھ نہیں کرو گے۔ ہم قاتل نہیں ہیں۔"

عمار نے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر ہچکچایا۔

"مالک صاحب اس کی طرف سے بہت فکر مند ہیں۔ اور ان کا کہنا ہے کہ زیاد نام کے تھریٹ کو ہمیں نیوٹرلائز کر دینا چاہیے۔"

"جو میں نے کہا وہ تم نے سنا ہے؟ تم کسی کو مجھ سے پوچھے بغیر ہائر نہیں کرو گے۔ جب اس کی لوکیشن معلوم ہو جائے تو مجھے بتا دینا۔ مالک کو میں خود دیکھ لوں گا۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے، سر۔ ہمیں زیاد سلطان کو نہیں چھیڑنا چاہیے۔ اگر وہ اپنی بیوی اور..." ماہر کے تاثرات دیکھ کے گڑبڑا کے تصحیح کی۔ "اپنی ایکس وائف اور بچے کے لیے اس شہر میں موجود ہے، تو ان کے جاتے ہی وہ ان کے پیچھے چلا جائے گا۔" پھر رک کے پوچھا۔ "کیا مالا واپس چلی گئی؟"

کچھ تھا جو ماہر کے سینے میں زور سے ڈوب کے ابھرا۔ دل تھا یا کوئی امید۔ وہ اندازہ نہ کر سکا۔ البتہ تاثرات مزید کڑوے ہو گئے۔

"ایسے کیسے جا سکتی ہے؟ پاسپورٹ چاہیے اس کو۔ پاسپورٹ آئے گا تو جائے گی نا۔" عمار کے ابرو تشویش سے اکٹھے ہوئے۔

"مالا کا پاسپورٹ بھی گم ہو گیا؟"

ماہر کے جیسے سر سے لگی تو تلووں میں بجھی۔ بہت ضبط سے مٹھی بھینچی۔ (اسٹوپڈ۔)

"اس کا پاسپورٹ کیوں گم ہو گا؟ میں بچے کے پاسپورٹ کی بات کر رہا ہوں۔" ساتھ ہی ہاتھ جھلا کے اشارہ کیا۔ "اگر تمہاری اجازت ہو تو میں کام کر لوں؟"

عمار نے ایک لمحے کے لیے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔ ماہر نے پھر سے دروازے کی طرف بازو لمبا کیا تو عمار گڑبڑا کے اٹھ کھڑا ہوا۔

"جی جی، سر۔ آپ کام کریں۔"

"شکریہ۔" وہ زہرخند سا کہتا اسکرین کو دوبارہ روشن کرنے لگا۔

عمار دروازے تک آیا۔ ڈور ناب پر ہاتھ رکھا۔ ماتھے پہ ابھی تک ناسمجھی اور الجھن بھری لکیریں تھیں۔

پھر ایک دم وہ واپس پلٹا۔ اور اس سے پہلے کہ ماہر میز پر رکھا کوئی پتھر اٹھا کے اسے مار دے، وہ جلدی سے بولا۔

"میں سمجھا نہیں۔ انہیں بچے کا پاسپورٹ کیوں چاہیے؟"

اور ماہر فرید کا جیسے آج کے دن کا سارا کام حرام ہو گیا تھا۔ زور سے لیپ ٹاپ اسکرین فولڈ کی۔ ٹھپ کی آواز آئی۔

"پاسپورٹ کیوں چاہیے ہوتا ہے، عمار؟" اس کی آواز طیش سے بلند ہوئی۔

"ایک ملک سے دوسرے ملک میں سفر کرنے کے لیے انسان کو پاسپورٹ چاہیے ہوتا ہے۔ تمہاری کامن سینس کہاں ہے؟" ایک لاوا سا تھا جو باہر نکلنے کو بے تاب تھا۔ لیکن یہ اس کا آفس تھا۔ اسے ضبط کرنا تھا۔

"سر، میں یہی تو پوچھ رہا ہوں کہ بچے کو پاسپورٹ کیوں چاہیے؟ جبکہ اس کے پاس ٹریول ڈاکومنٹ ہے۔"

ایک لمحے کے لیے ہر شے خاموش ہو گئی۔ اس کا ہاتھ لیپ ٹاپ کی فولڈ ہوئی اسکرین پر جم گیا اور آنکھیں عمار پہ۔

"کون سا ٹریول ڈاکومنٹ؟" شہر کی ساری آوازیں، ماضی کی ساری کہانیاں سب ایک دم خاموش ہو گئیں۔

"نیا پاسپورٹ تو دیر سے ہی ملے گا۔ لیکن ایمرجنسی ٹریول کے لیے ڈاکومنٹ تو سفارت خانے نے اس کو بنا کے دے دیا تھا۔"

"کس کو؟" وہ ٹکر ٹکر عمار کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

"مالا کو۔ میں خود دے کر آیا تھا۔ چار دن پہلے۔ مالک صاحب نے اپنے کانٹیکٹس استعمال کر کے مجھے ہی یہ کام دیا تھا کہ میں بچے کا ڈاکومنٹ بنوا دوں۔ مالا نے شاید ان سے کہا تھا۔"

اس کے سارے اعصاب ایک دم سے تن گئے۔ ہر شے وہیں رک گئی۔

"کیا وہ اس پیپر پہ ٹریول کر سکتا ہے؟"

"آف کورس وہ ٹریول کر سکتا ہے۔ مالا حانم کو پاسپورٹ کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ ان کو کینیڈا میں بھی ڈیلیور ہو جائے گا۔ بلکہ یہاں تو زیادہ دیر لگے گی۔ وہ آج بھی واپس جا سکتی ہیں۔"

"وہ آج بھی واپس جا سکتی ہے۔" اس نے غائب دماغی سے سر کو خم دیا۔ عمار چند لمحے ناسمجھی سے اسے دیکھے گیا۔ ماہر نے ایک دفعہ پھر بازو دروازے کی طرف لمبا کیا تو عمار جلدی سے خدا حافظ کہتا باہر نکل گیا۔

وہ البتہ وہیں بیٹھا رہ گیا۔ شل۔ سُن۔

وہ آج بھی واپس جا سکتی تھی۔

اس کی روح تک سن ہو گئی تھی۔

چار دن سے اس کے پاس ٹریول ڈاکومنٹ موجود تھا جس پہ وہ اپنے بیٹے کو واپس لے کر جا سکتی تھی۔

لیکن وہ نہیں گئی۔

اس نے چائے کی ٹھنڈی پیالی ہونٹوں سے لگائی۔ اب وہ بہت بد مزہ نہیں رہی تھی۔

دوسرے ہاتھ سے لیپ ٹاپ کی اسکرین اونچی کی۔ وہ روشن ہوئی تو جیسے بہت کچھ روشن ہو گیا۔

(چار دن سے اس کے پاس ٹریول ڈاکومنٹ تھا لیکن وہ واپس نہیں گئی تھی۔)

وہ میٹنگ کے لیے اٹھ کے کانفرنس روم میں جا رہا تھا جب شبنم کلینز کو لیے آفس کے دروازے تک آئی۔ اس نے ہاتھ اٹھا کے روک دیا۔

"کل کروا لینا۔ ابھی ضرورت نہیں ہے۔" شبنم نے تعجب سے ماہر کو دیکھا۔ اس کے ماتھے کی شکنیں اب زائل ہو چکی تھیں اور ایک مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پہ موجود تھی۔

مغرب کے قریب جب شہر پہ جامنی اندھیرا اچھل رہا تھا اور وہ کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ رہا تھا، تو اردل نے بیک ویو مرر میں اسے دیکھا۔ اس کا چہرہ پر سکون تھا۔ روشن۔

"اسی راستے سے چلو جس سے ہم صبح آئے تھے۔"

اب کے اردل نے پوری گردن موڑ کے اسے دیکھا۔

"جہانگیر سے؟" ذہن میں اس نے جمع تفریق کی۔ "یوں واپسی کا سفر بہت طویل ہو جائے گا، سر۔"

"واپسی کا سفر طویل نہیں ہوتا۔"

جب کار اسی کالونی میں پہنچی تو اردل نے خواہ مخواہ رفتار سست کر دی۔ ساتھ ہی وہ گاہے بگاہے بیک ویو مرر میں ماہر کو دیکھ رہا تھا۔ وہ پوری توجہ سے اس گھر پہ آنکھیں جمائے ہوئے تھا جس کے جامنی پھول دم توڑتی شام میں بھی دمک رہے تھے۔ صبح اس گھر کو دیکھتے ہوئے اس کی نگاہوں میں وہ نہیں تھا جو اس وقت موجود تھا۔ اردل نے رفتار بڑھا دی۔ اتنے سال سے وہ ماہر فرید کا ڈرائیور تھا۔ جانتا تھا کہ واپسی کے سفر میں جہانگیر سے گزرنا اس گھر کے لیے ضروری تھا۔

کیوں ضروری تھا؟ یہ وہ نہیں جانتا تھا۔

نہ اسے جاننے کی اجازت تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہسپتال کے اس zen سے سن روم میں آتی سورج کی روشنی دم توڑ چکی تھی اور رات اپنے پر پھیلا چکی تھی۔ شیشے کی دیوار مریضوں کے ہال اور سن روم میں بیٹھے لوگوں کے درمیان حائل تھی۔ اس میں زارینہ فرید کو اپنا عکس اپنے باپ کے عکس میں خلط ملط ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔

وہ کین کے کاؤچ پر بیٹھی ٹانگ پر ٹانگ جمائے لونگ بوٹ والا پیر مسلسل جھلا رہی تھی۔ شیشے کی دیوار کے پار عبدالمالک فرید بستر پر تکیوں کے سہارے نیم دراز موبائل استعمال کرتے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ ان کے کان کے قریب کھڑا اعمار کچھ کہہ رہا تھا جس کے جواب میں وہ ناخوشی سے غالباً اس کو ڈپٹ رہے تھے۔ ہال کی بتیاں مدھم تھیں، اسی لیے زارا کا عکس شیشے کی دیوار پہ زیادہ گہرا تھا۔

لیدر کوٹ کی جیب میں تھرتھراہٹ ہونے لگی تو زارا کا پیر رک گیا۔ ہاتھ ڈال کے موبائل باہر نکالا۔ بلاکڈ نمبر کالنگ کو دیکھ کے چہرے پر استہزائیہ مسکراہٹ بکھری۔

"میرا شکریہ ادا کرنے کے لیے کال کر رہے ہو؟"

اس کے انداز میں عجیب سانڈرپن تھا۔ بغاوت ہو جیسے۔

جواب میں عالیان دھیرے سے ہنس دیا۔

"کس چیز کا شکریہ؟"

"اگر اس روز میں تمہیں کال کر کے نہ بتاتی کہ میں نے ماہر کو تمہاری اور اپنی ملاقات کی جگہوں کے بارے میں بتا دیا ہے اور وہ یقیناً پولیس لے کر آئے گا، تو تم کیسے اپنا اصل لیپ ٹاپ اور فون چھپا کر پولیس کے لیے تیار ہوتے؟"

"میں پولیس کے لیے ہمیشہ تیار رہتا ہوں۔ البتہ تم نے جو کیا وہ خود کو بچانے کے لیے کیا۔ خیر، پھر بھی تھینک یو، مادام۔" وہ جیسے محظوظ ہو رہا تھا۔

"میں تمہاری ساری بدتمیزی اور بلیک میلنگ بھلا کر دوبارہ تمہارے ساتھ کام کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

عالیان نے جواب میں ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

"زارا ڈئیر... ماہر نے بچہ بازیاب کروالیا اس لڑکی کے لیے۔ وہ اس کو نہیں چھوڑے گا۔ بھول جاؤ اس کو۔"

"نہیں بھولوں گی۔ اب یہ میری ضد ہے۔ مجھے مالا کو اس کی زندگی سے نکالنا ہے۔"

"مجھے اس سب سے دور رکھو۔ میں ماہر سے مزید کوئی معاملہ خراب نہیں کرنا چاہتا۔"

"ڈر گئے ہو تم اس سے؟" زارا کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔

"ڈرا نہیں ہوں۔ امید رکھ رہا ہوں۔ تمہارے مقابلے میں وہ بہتر کلائنٹ ثابت ہو سکتا ہے۔"

جواب میں زارا زور سے ہنسی۔ ہنسنے سے چہرے پہ کہیں بھی کوئی لکیر نہیں پڑتی تھی۔

"ماہر کبھی تمہارا کلائنٹ نہیں بنے گا۔ وہ ایسے دروازوں پہ نہیں جاتا۔"

"تجسس انسان سے کیا کچھ کروا سکتا ہے، زارا ڈئیر۔"

زارا کی مسکراہٹ مدھم ہوئی اور اپنے عکس کو دیکھتی آنکھیں سوچنے والے انداز میں چھوٹی ہوئیں۔

"یعنی تم میری مدد نہیں کرو گے؟"

"جو شخص تمہاری مدد کر سکتا ہے، وہ میں نہیں ہوں۔" زارا بے اختیار چونکی۔

"اور کون ہے؟"

"ماہر اور مالا کے ایک ہونے سے کس کو سب سے زیادہ فرق پڑتا ہے؟"

زارینہ چند لمحے ناسمجھی سے ذہن میں جمع تفریق کرتی رہی۔ پھر ایک دم سے چونکی۔

"زیاد سلطان!"

دوسری جانب خاموشی چھائی رہی۔ زارا کے دل کی دھڑکن بے ترتیب ہوئی۔

"میں زیاد کو کیسے ڈھونڈ سکتی ہوں؟"

"وہ میرا دشمن ہے۔ اس نے میری ماں کو مارا تھا۔ اس کے لیے میں تمہارا ساتھ نہیں دوں گا۔"

"پھر مجھے اس کے بارے میں بتا کیوں رہے ہو؟"

"کیونکہ مجھے دنیا میں chaos پسند ہے۔ چھوٹی موٹی شرارت۔ آگے تم جانو اور تمہارا کام۔"

ہنس کے اس نے کال کاٹ دی تھی۔ زارا نے لب کاٹتے ہوئے فون نیچے کیا۔

"زیاد سلطان۔" وہ بڑبڑائی۔ لانگ بوٹ والا پیر پھر سے جھلانے لگی۔

وہ اسے کیسے ڈھونڈ سکتی تھی؟

لیکن کیا کوئی شخص تھا جس کو زارا نہیں ڈھونڈ سکتی تھی؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ اپارٹمنٹ میں داخل ہوا تو راہداری سے خوشبو آتی محسوس ہوئی۔ شاید فیضی خانم نے تازہ پھول آج ہر گلدان میں سجائے تھے۔ یا شاید اپارٹمنٹ کی ساری بتیاں بہت روشن تھیں۔ یا شاید یہ شہر آج پہلے سے زیادہ خوبصورت ہو گیا تھا۔

اس نے جوتے اتارے، پھر جرابوں سے چلتے ہوئے وہ لونگ روم تک آیا، ایسے کہ کوٹ تہہ کر کے بازو پر ڈال رکھا تھا اور اپنے کمرے کی طرف جانے ہی لگا تھا کہ ٹھٹھک کے رکا۔

لاؤنج کے وسط میں بچھے قالین کے ٹکڑے پر وہ دونوں بیٹھے تھے۔ چوکڑی مارے بیٹھی ہلال۔ اور اس کے سامنے اسی کے انداز میں بیٹھا چھوٹا سا بچہ۔ ماہر وہیں رک کے انہیں دیکھے گیا۔

"مالا کو کہیں جانا تھا کام سے تو وہ بدر کو یہاں چھوڑ کے گئی ہے۔"

فیضی خانم کسی کونے سے نکل کے اس کے ساتھ آ کھڑی ہوئیں۔ ان کے ہاتھ گیلے تھے اور ان سے ڈیٹرجنٹ کی خوشبو آ رہی تھی جو کچن کاؤنٹر پر رکھے پھولوں کی مہک سے مکس ہو رہی تھی۔ البتہ وہ ان کی طرف متوجہ نہ تھا۔ بس "ہوں" کہہ کے سر ہلایا اور دھیرے سے قالین کی طرف آیا۔ بنا چاپ کے چلتے ہوئے وہ ان دونوں کے قریب آ رکا۔

ہلال سر جھکائے بلاکس اٹھا اٹھا کے بدر کے ہاتھ میں دے رہی تھی۔ اور وہ ننھا بچہ انہیں پکڑ کے ایک عمارت کی صورت میں جوڑ رہا تھا۔ اس کا سر جھکا تھا۔ بال ماتھے پہ بکھرے تھے۔ البتہ جیسے ہی ماہر قریب آ کے رکا، اس نے سر اٹھایا اور اتنا اونچا اٹھایا کہ اس کی آنکھیں ماہر کی آنکھوں سے جا ملیں۔ بس ایک لمحے کے لیے۔ اور پھر اس نے سر واپس جھکا دیا۔ وہ البتہ وہیں ٹھہر گیا۔

اس کی آنکھیں مالا کے جیسی تھیں۔ سبز۔ بڑی۔ مہربان۔

ایک موہوم سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر ابھری۔

وہ آڑ نہیں تھا۔ رکاوٹ نہیں تھا۔ وہ کوئی ایسی چٹان نہیں تھا کہ جس کے پیچھے مالا کو ماہر فرید نہ دکھائی دیتا۔ اس لمحے اس کے جھکے سر کو دیکھتے، ماہر فرید کو احساس ہوا کہ وہ مالا سے الگ نہیں تھا۔ وہ اس کا حصہ تھا جس کے بغیر وہ ادھوری تھی۔

"کیا کھیل رہے ہو تم لوگ؟"

ہلال نے سر اٹھایا۔ البتہ اس کی آنکھیں سامنے کہیں دیکھ رہی تھیں۔

"بدر کو یہ پسند ہیں۔ بلاکس۔"

اس نے مسکرا کر سر ہلا دیا۔ پھر صوفے کے کنارے پر بیٹھا۔ بھاری کوٹ ساتھ رکھا۔ آگے کو جھک کے بغور ہلال کو دیکھا۔

"کیا تم دوبارہ لائبریری گئیں؟"

ہلال دھیرے سے چونکی۔ پھر گہری سانس لی۔ نفی میں سر ہلایا اور چہرہ واپس بلاکس پہ جھکا دیا۔ وہ ابھی تک غور سے اس کو دیکھ رہا تھا۔ ہلال کا چہرہ پڑھنا اس کے لیے بہت مشکل تھا۔

"تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا، ہلال، کہ وہ لائبریری آتا ہے؟"

ہلال نے دھیرے سے شانے اچکائے۔

"میرا بتانا ضروری نہیں تھا۔ آپ نے اس کو ویسے بھی تلاش کر لینا تھا۔"

ماہر ایک دم چونکا۔ ابرو نا سمجھی سے اکٹھے ہوئے۔

"میں نے بہت مشکل سے اسے تلاش کیا ہے۔"

"آپ اسے تلاش کر لیتے۔ کیونکہ وہ تلاش ہونا چاہتا تھا۔"

"تمہیں کیسے معلوم؟"

ہلال نے اسی طرح کندھے اچکا دیے۔

"پتا نہیں۔ بس جو آیا میں نے کہہ دیا۔" ماہر نے گہری سانس لے کے سر اثبات میں ہلایا۔ اس چیز کی کوئی وضاحت نہ تھی۔ ہلال کو جو باتیں آتی تھیں وہ کہہ دیتی تھی۔ ان کا مطلب جانے بغیر۔

وہ کوٹ اٹھا کے کھڑا ہونے لگا جب وہ چہرہ جھکائے بولی۔

"آپ غلط نہیں تھے۔ اس نے وہی کہا تھا جو آپ نے سنا تھا۔"

ماہر کے قدم وہیں منجمد ہو گئے۔ گردن کے بال تک کھڑے ہو گئے۔

"یعنی اس نے فیروزی کہا تھا۔ میں نے غلط نہیں سنا تھا۔"

ہلال نے ایک دفعہ پھر کندھے اچکائے جیسے قدرے بے زار ہو۔

"مجھے نہیں معلوم..." اور واپس بلاکس اٹھانے لگی۔ وہ چند لمحے ان دونوں کے جھکے سروں کو دیکھتا رہا۔ سینے میں عجیب سی کھلبل ہو رہی تھی۔ بہت دن بعد کسی نے اس کی تصدیق کی تھی۔ وہ غلط نہیں تھا۔ اس نے غلط نہیں سنا تھا۔ ایک پہیلی تھی جو حل نہیں ہو رہی تھی۔

وہ سیڑھیوں کے اوپر چڑھتا جا رہا تھا جب ایک دم رک گیا۔ سیڑھیوں کے دہانے پر بیربل کھڑا تھا۔ پہلوؤں پر ہاتھ رکھے۔ دبے دبے غصے سے اسے گھورتا ہوا۔ ماہر نے سر سے پیر تک اسے دیکھا۔

"تمہیں کیا ہوا؟"

2586 "اس کا پاسورڈ نہیں ہے۔" بیربل دبا دبا سا غرایا۔ ماہر کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

"جانتا ہوں۔ مجھے اس کا پاسورڈ کیسے معلوم ہو سکتا تھا؟"

بیربل چند لمحے کے لیے صدمے سے کچھ بول نہ سکا۔

"پھر تم نے مجھے غلط پاسورڈ کیوں بتایا؟"

"تاکہ یہ دیکھ سکوں کہ تم اپنی بیوی کا فون کھولنے کی جرأت کرتے ہو یا نہیں۔ اور چونکہ..." وہ دو زینے اوپر آیا اور بیربل کے کندھے پر تھپ کر کے ہاتھ رکھا۔ جواب میں بیربل نے بے زاری سے اپنا کندھا چھڑایا۔ (ہونہہ!)

"...چونکہ تم نے اتنی جرأت کر لی ہے تو اس کا ایک ہی مطلب ہے۔ تمہارے دل میں اپنی بیوی کے لیے اتنا سا..." ماہر نے انگلی اور انگوٹھے کے درمیان ایک سینٹی میٹر جتنا فاصلہ بنا کے دکھایا۔ "اتنا سا شک موجود ہے۔"

"اُف... میں نے تمہارے کہنے پہ اتنی غیر اخلاقی حرکت کی۔"

"اور میں ٹھہرا غیر اخلاقی آدمی۔ آگے تمہاری مرضی ہے۔ تم آنکھوں پر پٹی باندھ کے بیٹھے رہو، یا حقیقت تلاش کرنے کی کوشش کرو۔ اور ہاں..." پھر بیر بل کے کندھے کے قریب جھک کے ہلکی سی سرگوشی کی۔

"تمہاری بیوی میک بک استعمال کرتی ہے نا؟"

"ہاں۔ کیوں؟"

"اس کے فون کا پاسورڈ معلوم کرنا مشکل ہو گا، مگر میک بک اس کے فون سے synced ہو گی۔ اور یقیناً اس کے فنگر پرنٹ سے کھولی جا سکتی ہو گی۔"

"میں ایسی حرکت کبھی نہیں کروں گا۔" بیر بل تڑپ کے بولا تھا۔ لیکن ماہر "واٹ ایور" کہتے ہوئے آگے بڑھ چکا تھا۔ بیر بل دانت کچکچاتے ہوئے بے بسی سے اسے جاتے دیکھے گیا۔ اس کے سر میں اٹھتا درد اب شدید ہو رہا تھا۔

ماہر کو البتہ پروا نہیں تھی۔ اسے فریش ہو کے، چینج کر کے واپس نیچے پہنچنا تھا۔ کیونکہ وہ کچھ ہی دیر میں اپنے بیٹے کو لینے کے لیے وہاں موجود ہو گی۔

بدر کا ٹریول ڈاکومنٹ چار دن سے اس کے پاس تھا اور وہ نہیں گئی تھی۔

مسکراہٹ اس کے ہونٹوں سے جدا نہیں ہو رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مالا نے بس شاپنگ بیگز اپنے اپارٹمنٹ میں رکھے اور دروازہ بند کر کے تیزی سے ماہر کا دروازہ بجایا۔ بظاہر مطمئن سی لیکن اندر سے نروس ہوتے ہوئے سیکیورٹی گارڈ کو دیکھا جس نے اس کو دیکھ کر سر کو خم دیا تھا۔ جیسے کہہ رہا ہو کہ اندر سب ٹھیک ہے۔ البتہ وہ دروازہ کھلنے تک انگلیاں مروڑتی کھڑی رہی۔ ایک خوف سا تھا جو دل سے جاتا ہی نہیں تھا۔ ابھی دروازہ کھلے گا اور نہ جانے کیا دکھائی دے۔

لیکن دروازہ کھلتے ہی راہداری میں بھاگتا بدر دکھائی دیا جو فیضی خانم سے کچھ لے کر واپس ہلال کی طرف بھاگ رہا تھا۔ مالا کے سینے میں رکی سانس اطمینان سے بحال ہوئی اور وہ مسکرا کے اندر چلی آئی۔ بدر بیچ رستے میں رک گیا۔ اسے دیکھ کے چہرہ کھل اٹھا۔ بھاگ کے آیا اور اس کی ٹانگوں سے لپٹ گیا۔

وہ وہیں پنجوں کے بل بیٹھی اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس سے سرگوشی میں بات کرنے لگی۔ اس نے کھانا کھایا؟ اس نے اتنی دیر کیا کیا؟ وہ باتیں جن کا وہ کبھی بھی جواب نہیں دیتا تھا۔ بس مسکرا کے اسے سنے گیا۔ ہاتھ مالا کے ہاتھوں میں تھے۔ اس کے سوالوں کا جواب پیچھے قالین پر بیٹھی ہلال مسکرا کے دے رہی تھی جب مالا نے کسی احساس کے تحت گردن پیچھے موڑی۔ حالانکہ ابھی پیچھے سے کوئی اس جانب نہیں آیا تھا۔ سیڑھیاں ویران تھیں۔ لیکن وہ احساس جو ہمیشہ اس کے آنے سے چند لمحے پہلے ہو جاتا تھا، اس وقت بھی اس کو بتا رہا تھا کہ ابھی وہ دکھائی دے گا۔

وہ سیڑھیوں کی طرف دیکھے گئی۔ تب ہی اوپر دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز آئی۔

اگلے ہی لمحے سیڑھیوں کے اوپر اس کا چہرہ دکھائی دیا۔ وہ وہیں دیکھ رہی تھی۔ سوئیٹ پینٹس اور پورے آستین کی پولو میں ملبوس، گیلے بالوں والا ماہر اسے دیکھ کے مسکرا دیا۔ وہ بھی اسی انداز میں مسکرائی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ بدر اب اس کے گھٹنوں سے لگا ہوا تھا، یوں کہ مالا کے دونوں ہاتھ اس کے کندھوں پر تھے۔

"مجھے دیر ہو گئی۔ امید ہے بدر نے فیضی خانم کے کاموں کو زیادہ ڈسٹرب نہیں کیا ہو گا۔" وہ جیسے شرمندہ تھی۔

فیضی خانم جواب میں خفا ہوتے ہوئے کوئی وضاحت دینے لگیں۔ تب تک ماہر چلتا ہوا ان کے قریب آ پہنچا تھا۔

"بدر کا پاسپورٹ آ گیا؟" مالا اس سوال پہ چونکی۔ بے اختیار اس کا چہرہ دیکھا۔ اس کا انداز سرسری تھا اور وہ مالا کو نہیں دیکھ رہا تھا بلکہ بدر کی طرف متوجہ تھا۔ چہرے پر مسکراہٹ برقرار تھی۔

"ابھی تک نہیں آیا۔" وہ تھوک نگل کے جبراً مسکرائی۔ دل نے ایک دھڑکن مِس کی۔ کہیں اسے معلوم تو نہیں ہو گیا کہ بدر کا ٹریول ڈاکومنٹ پہلے سے ہی اس کے پاس موجود تھا؟ وہ کیا سوچے گا کہ وہ یہاں سے کیوں نہیں جا رہی؟

لیکن وہ کیسے جا سکتی تھی؟ اس روز پولیس اسٹیشن کے باہر ماہر نے اپنی بات ادھوری چھوڑی تھی اور اسے مکمل نہیں کیا تھا۔ اور جب تک وہ یہ گفتگو مکمل نہ کر لیتے، وہ کیسے کہیں جا سکتی تھی؟ اسے ماہر کی طرح چیزوں کو ادھورا نہیں چھوڑنا تھا۔

"کوئی بات نہیں۔ آ جائے گا۔" ماہر نے واپس اس کو دیکھا۔ وہ اسی مطمئن انداز میں مسکرا رہا تھا۔ شاید اسے کچھ معلوم نہیں تھا۔ شاید اس کا موڈ ویسے ہی اچھا تھا اور وہ بس اسے تسلی دے رہا تھا۔ یقیناً آفس میں اس کے سارے کام ٹھیک سے ہو گئے ہوں گے۔

مالا بدر کو لیے باہر آئی، تو وہ انہیں سی آف کرنے ساتھ آیا تھا۔ وہ اپنے اپارٹمنٹ کا دروازہ کھول رہی تھی اور وہ ساتھ کھڑا تھا۔ تب اچانک سے وہ بولا۔

"اس روز میں نے تم سے کچھ پوچھا تھا۔"

کوڈ پنچ کرتی ہوئی مالا کی انگلیاں ٹھہر گئیں۔ دل نے پھر سے ایک دھڑکن مس کی۔ بے اختیار چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ پھر دونوں دروازوں پہ کھڑے پہرے داروں کو۔

اُف۔ وہ بیچ راہداری کے ان کی موجودگی میں ایسا سوال کیسے پوچھ سکتا تھا؟

"کیا بات؟"

"فیلڈ ٹرپ کے بارے میں۔"

مالا کو چند لمحے کے لیے سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ پھر جیسے یاد آیا۔

"ہاں، سوری مجھے بھول گیا تھا۔ تم نے کہیں جانا تھا؟"

ماہر نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ دروازہ کھول چکی تھی اور بدر تیزی سے اندر جانے لگا تھا جب سکیورٹی گارڈ نے بے اختیار دروازے میں ہاتھ دے کر انہیں روکا۔ مالا نے بدر کو نرمی سے کہنی سے تھاما۔ اس نے سر اٹھا کے ماں کو دیکھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ اسی اثنا میں گارڈ اندر چلا گیا۔ اس نے پہلے اپارٹمنٹ کو چیک کرنا تھا۔

"میں نے بتایا تھا نا، میں نے اغوہ جانا ہے ایک آرٹ پیس خریدنے کے لیے۔ مگر وہ عورت مجھے اتنی آسانی سے وہ آرٹ پیس دے گی نہیں۔ میں چاہ رہا تھا کہ تم میرے ساتھ چلو۔ شاید تم اس کو کنونس کر سکو۔"

گارڈ واپس باہر آیا اور اثبات میں سر ہلایا۔ "آل کلیئر۔"

مالا نے بدر کو اندر جانے دیا۔ وہ دونوں چند قدم چل کر اندر راہداری تک آئے۔ یہاں تک کہ لاؤنج کا منظر دکھائی دیتا تھا۔

"کب جانا ہے؟"

"پرسوں صبح۔"

مالا نے گہری سانس لے کر اثبات میں سر ہلایا۔ "او کے۔ میں آجاؤں گی لیکن..." ایک بے بسی بھری نظر بدر پہ ڈالی۔

"وہ ٹھیک رہے گا۔ میرے اپارٹمنٹ میں کیمرا زہیں۔ تم مسلسل اس کو دیکھتی رہو گی۔ پولیس باہر موجود ہے اور گارڈز ہر وقت اندر رہوں گے۔ ویسے بھی عالیان دوبارہ یہ حرکت نہیں کرے گا۔"

مالا پھیکا سا مسکرا دی۔ اثبات میں سر ہلایا۔

"اوکے۔" اس شخص کے اس پہ اتنے احسان تھے کہ اگر اس کے لیے اسے کسی کو راضی کرنا تھا، ایک آرٹ پیس دینے کے لیے، تو اسے ایسا کرنے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہیے تھا۔ ماہر اس کو شب بخیر کہہ کے پلٹ رہا تھا جب چونک کے رکا۔ آنکھیں بے اختیار چھوٹی ہو گئیں۔ مالا نے محسوس کیا وہ اس کے کندھے کے پیچھے کچھ دیکھ رہا تھا۔

مالا نے اس کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا۔

ماہر کی نظریں کچن کاؤنٹر پہ جمی تھیں جہاں دوپہر کے چند برتن رکھے تھے جن کو وہ جلدی میں دھو نہیں سکی تھی۔ کیا وہ اس کے سلیقے اور صفائی کو جج کر رہا تھا؟

وہ خفیف سی ہو کے کچن کی طرف آئی۔ مگر ماہر ابھی تک وہیں دیکھ رہا تھا۔

"یہ زرد رنگ کا چمچ..."

"یہ؟" وہ حیران ہوئی۔ پھر آگے آئی اور پیالے میں سے ایک نرم silicone کا چمچ اٹھا کے دکھایا۔ "یہ بدر کا چمچ ہے۔ وہ اس سے دہی وغیرہ کھاتا ہے۔ کیوں، کیا ہوا؟"

ماہر کے تاثرات ایسے تھے جیسے چونک گیا ہو۔

"اس فیروزی عمارت میں بھی ایسا ہی ایک چمچ تھا۔ سبز رنگ کا۔ جب کہ اس عمارت میں کوئی بچہ نہیں تھا۔"

"ماہر!" مالا نے گہری سانس لے کے چمچ واپس رکھا۔

"بدر واپس پہنچ چکا ہے۔ اور تم خود کہتے ہو کہ وہ دوبارہ اس کو اغوا کرنے والی حرکت نہیں کریں گے۔ اس لیے تمہیں اب اس معاملے کو چھوڑ دینا چاہیے۔ عالیان نے فیروزی عمارت کہی تھی یا پستہ، اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

ماہر بدقت مسکرایا اور سر ہلا دیا۔ اس کو شب بخیر کہہ کے وہ باہر نکلا اور راہداری سے اندر جانے کے بجائے لفٹ کی طرف آ گیا۔ اس کی انگلیاں تیزی سے موبائل پہ بٹن دبا رہی تھیں۔

"چنگیز، تمہیں اس فیروزی عمارت والے اپارٹمنٹ کو چیک کرنا ہو گا۔"

"یہ شریف انسانوں کے آرام کا وقت ہوتا ہے، ماہر بے۔"

چنگیز کی بے زار سی آواز سنائی دی۔ لیکن اسے کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔

"میں آج اس گھر گیا تھا۔ وہاں ایک silicone کا سبز چمچ تھا جو عموماً بچے استعمال کرتے ہیں۔ جب کہ اس گھر میں کوئی بچہ نہیں تھا۔"

"تمہیں تمہارا مطلوبہ بچہ مل چکا ہے، یار۔ اور وہ اغواکار جادوگر تم سے اتنا خوفزدہ ہے کہ دوبارہ یہ حرکت نہیں کرے گا۔ پھر اب اس معاملے کے پیچھے پڑنے کا فائدہ؟"

"ایک دفعہ اس گھر کو چیک کرو۔ کچھ ہے وہاں پہ۔ عالیان نے جان بوجھ کے پہلے اس کا نام لیا تھا۔ شاید ان میاں بیوی کا عالیان سے کوئی تعلق ہے۔ اس نے بچہ پہلے انہی کے پاس رکھوایا ہو گا۔ ایک دفعہ چیک کرو۔"

جواب میں چنگیز ناگواری سے کچھ کہہ رہا تھا لیکن ماہر کال کاٹ چکا تھا۔ وہ چند لمحے کھڑا سوچتا رہا۔ پھر موبائل اسکرین روشن کی اور فون بک کھولی۔ وہ نمبر اس نے کارڈ سے اپنے فون میں اسی روز منتقل کر لیا تھا۔

وہ نمبر جس پہ وہ ابھی تک کال نہیں کر سکا تھا۔

لیکن اب اسے کرنی چاہیے تھی۔ اب وقت آ گیا تھا۔

"وائی وائی، ماہر ہے۔ جانتا تھا آپ کال ضرور کریں گے۔"

عالیان سادان نے دوسری ہی گھنٹی پہ فون اٹھالیا۔ اس کی آواز میں چہک سی تھی۔

"میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ کب اور کہاں؟"

"میں جانتا ہوں۔ انتظام کر رکھا ہے۔ اسی لائبریری میں جہاں سے آپ نے مجھے گرفتار کروایا تھا۔ کل شام سات بجے۔ مگر اکیلے آیئے گا۔" وہ جیسے تیار تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اگلا دن ڈھل گیا اور رات اتر آئی۔ چونکہ کل ایک ورکنگ ڈے ہونا تھا اس لیے اس اپارٹمنٹ بلڈنگ کی گہما گہمی بڑھتی رات کے ساتھ ماند پڑ رہی تھی۔ جیسے تمام کام کرنے والے افراد اپنے اپنے کمروں میں جا چکے ہوں۔ بچوں کو زبردستی سلایا جا چکا ہو۔ کچن صاف کر کے بتیاں گل کر دی گئی ہوں۔

ایسے میں فرید لار کے سیاہ سفید لونگ روم کی مدھم بتیاں جلی تھیں اور لمبے صوفے پر کمبل ٹانگوں پر ڈالے بیر بل فرید سیدھا لیٹا تھا۔ بازوؤں کا تکیہ سر کے نیچے بنائے وہ چھت کو دیکھ رہا تھا۔ میز پر رکھا موبائل بار بار سوشل نوٹیفکیشنز کے باعث زوں زوں کرتا۔ وہ بے زاری سے ایک نظر ڈالتا اور واپس چھت کو دیکھنے لگتا۔ سوزین کا بھی کل ورک ڈے تھا اور وہ بھی سونے جا چکی تھی۔ گھر خاموش تھا۔

ایسے میں دروازہ کھلنے کی آواز آئی تو بیر بل چونکا۔ گردن اونچی کر کے دیکھا۔ ایک خوف سا لاحق ہوا۔ سوزی ابھی تیزی سے دھپ دھپ کرتی باہر آئے گی اور اس کے سر پہ کھڑے ہو کر کسی چیز کی شکایت کرنے لگے گی، مگر وہ سوزی نہیں تھی۔ وہ ماہر تھا جو اپنے کمرے سے باہر آ رہا تھا۔

"تم سوئے نہیں؟" ماہر زینے اترتا نیچے آیا۔ اسے دیکھ کے ٹھٹھک کے رکا۔

بیر بل نے آنکھیں چھوٹی کر کے سر سے پیر تک اسے دیکھا۔ وہ لمبا بھورا کوٹ پہنے، گردن کے گرد مفلر لپیٹے جیسے تیار تھا۔

"تم اس وقت کہاں جا رہے ہو؟" بیر بل نے کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی۔ وہ وقت نہیں تاریخ دیکھ رہا تھا۔ کیا کل واقعی ورکنگ ڈے تھا؟

"ایک کام ہے جو دن کی روشنی میں نہیں ہو سکتا تھا۔ سو جاؤ۔" ایک گہری نظر اس پہ ڈالتا ماہر باہر کی جانب بڑھ گیا۔ بیر بل واپس اسی پوزیشن میں لیٹ گیا۔ قدموں کی چاپ دور چلی گئی اور پھر دروازہ بند ہونے کی آواز آئی۔

فرید لار میں اب پھر سے سناٹا تھا۔

ایسے میں بیر بل فرید بنا چاپ کے اٹھا اور اسی خاموشی سے اپنے کمرے کے اندر آیا۔

سوزی بیڈ پر لیٹی آنکھوں پر بازو رکھے ہوئے تھی۔ وہ سوتے وقت ہونٹوں پر ٹیپ لگاتی تھی۔ بیر بل اس کے سرہانے کھڑا چند لمحے اسے دیکھے گیا۔ سائیڈ ٹیبل پر رکھی نیند کی گولیوں کی ڈبی بھی دیکھی۔ اس شہر میں سوزین جیسی عورتیں اور مرد، جن کا لائف اسٹائل ہائی فنکشننگ تھا، نیند لانے اور اینگزائٹی بھگانے کی گولیوں کو معمول میں لیتے تھے۔ پانی کا گلاس آدھا خالی تھا۔ یعنی اس نے نیند کی گولی لے رکھی تھی اور اب وہ سکون سے سوئے گی۔ صبح اس نے بھی کام پہ جانا تھا۔

کیا وہ واقعی لاء فرم بنا رہی تھی، یا وہ پیسے کہیں اور جا رہے تھے؟

بیر بل کاؤچ پر بیٹھ گیا۔ دونوں مٹھیاں لبوں پہ جمائے وہ خاموشی سے سوتی ہوئی سوزی کو دیکھے گیا۔

پھر ایک نظر الماری کو دیکھا جس میں وہ لیپ ٹاپ بیگ رکھتی تھی۔ واپس سوزی کو دیکھا۔ اس کا دایاں ہاتھ بے پرواہی سے آنکھوں پر رکھا تھا، ایسے کہ انگوٹھے کی لکیروں کا پرنٹ صاف دکھائی دے رہا تھا۔

بیر بل بے چینی سے ناخن دانتوں سے کترنے لگا۔ دل ایک دم زور سے دھڑکنے لگا۔ ایک نظر الماری کو دیکھا۔ دوسری نظر سوزی کے ڈھیلے پڑے انگوٹھے پہ ڈالی۔

ماؤتھ ٹیپنگ کے باوجود سوزی کے سانس کی آواز ہلکے ہلکے خراٹوں کی صورت میں ابھر رہی تھی۔ وہ گہری نیند میں تھی۔

بیر بل فرید نے بہت ساتھوک نگلااور اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے ہاتھوں میں معمولی سی لرزش تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

لائبریری اس وقت بند ہو چکی تھی جب ماہر وہاں پہنچا۔ اس کو پہلے سے اندازہ تھا کہ اس وقت لائبریری کھلی نہیں ہو گی۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ عالیان کے پاس کوئی پلان بی ہو گا۔ اس کا شک درست نکلا کیونکہ جیسے ہی وہ داخلی دروازے تک آیا، ایک ستون کے پیچھے سے کوئی نکل کے اس کے سامنے آیا۔ وہ چونک کے اس جانب گھوما۔

وہ ایک کم عمر لڑکا تھا جس نے ایک ہاتھ میں نیلی آنکھ والے چند سوونیئرز پکڑ رکھے تھے جنہیں شاید وہ بیچ رہا تھا۔ اور دوسرے ہاتھ میں ایک پرچی تھی۔ خاموشی سے ماہر کو دیکھتے ہوئے پرچی اس کی ہتھیلی میں ٹھونسی اور آگے بڑھ گیا۔

ماہر نے مڑی تڑی پرچی کھولی۔ اس کے اوپر ایک پتہ درج تھا۔ وہ تلخی سے مسکرایا۔ سانس دھوئیں کی صورت خارج ہوا۔

وہ لائبریری سے چند بلاکس دور بوسفورس کے پانی کے قریب ایک فش ریستوران کا پتہ تھا۔ اسے گاڑی میں بیٹھنے کی ضرورت نہ تھی۔ بس چند منٹ کی واک سے ہی وہ یہاں پہنچ گیا تھا۔

عالیان اسے دور سے ہی دکھائی دے دیا۔ ساحل پہ لکڑی کی میزیں اور بنچ رکھے تھے۔ اس سے ملتی جلتی جگہ پر ایک دفعہ اس نے اور مالا نے سرخ عمارت سے واپسی پہ کھانا کھایا تھا، جو ایک مشیلین اسٹار ریسٹورنٹ سے کہیں بہتر تھا۔ آج کے کھانے کے بارے میں وہ ایسا کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔

ایسے ایک بنچ پہ عالیان بیٹھا تھا۔ اوور سائز وول کوٹ پہنے، سنہرے بالوں کو beanie سے ڈھانکے، وہ فرنچ فرائز کھا رہا تھا۔

اسے دیکھتے ہی مسکرا کے ہاتھ ہلایا۔ منہ بھرا ہوا تھا۔ ماہر فرید بنا مسکرائے ریت پر بوٹس کے ساتھ چلتا لکڑی کے بنچ تک آیا۔ ایک تنقیدی نگاہ عالیان کے سامنے رکھی ٹرے پہ ڈالی جس میں بھنی ہوئی مچھلی کے ساتھ بہت سے فنگر چپس رکھے تھے۔ واپس عالیان کا چہرہ دیکھا۔

"چیٹ ڈے۔" عالیان نے مسکرا کے ایک آنکھ دبائی پھر ٹشو سے ہاتھ پر لگی چکنائی صاف کی اور مصافحے کے لیے بڑھایا۔ ماہر سیدھا کھڑا رہا۔

"میں جادوگروں سے ہاتھ نہیں ملاتا۔"

"لیکن میں گردہ چوری کرنے والوں سے ہاتھ ملا سکتا ہوں۔ بیٹھیے، ماہر بے۔"

اپنا ہاتھ واپس کھینچ کے سامنے اشارہ کیا۔ ماہر فرید ایک پر تپش مگر خاموش نگاہ اس پہ ڈال کے سامنے بیٹھ گیا۔

"کچھ پوچھنے آیا ہوں تم سے۔"

وہ دونوں اب آمنے سامنے لکڑی کے بینچ پر بیٹھے تھے اور درمیان میں ایک میز تھی۔ اوپر پورا چاند چمک رہا تھا جس نے لہروں کو بے چین کر رکھا تھا اور وہ بار بار پتھروں کے کناروں سے سر پٹختی پیچھے ہٹ جاتی تھیں۔ بھنی مچھلی اور نمکین پانی کی خوشبو جیسے اس کے ناک میں گھس رہی تھی۔

ماہر نے اسی سنجیدگی سے عالیان کو دیکھے گیا، جو چہرہ جھکائے مچھلی کا آخری ٹکڑا کھا رہا تھا۔

"تمہیں ہلال سے کیا چاہیے؟"

لقمہ چباتے ہوئے عالیان نے چونک کے چہرہ اٹھایا۔ آنکھوں میں تعجب ابھرا۔

"آپ ہلال کے بارے میں بات کرنے آئے ہیں؟"

"میں بہت سی باتیں کرنے آیا ہوں۔ اور ان میں سے پہلی بات یہ ہے کہ تم ہلال سے دور رہو گے۔"

"ماہر بے..." اس نے مسکرا کے ٹشو سے ہونٹ تھپتھپائے اور قدرے پیچھے ہو کے بیٹھا۔ اب کے جیسے فرصت سے ماہر کا چہرہ دیکھا۔

"آپ مجھے کیا سمجھتے ہیں؟"

".Part magician, part scammer"

جواب میں عالیان بے اختیار ہنس دیا۔ اس کی ہنسی کبیرہ بیگم جیسی تھی۔

"میں ایک انٹرپیرونئیر ہوں، ماہر بے۔ آپ کی طرح۔ جو کرتا ہوں پیسے کے لیے کرتا ہوں۔ میرے جیسے لوگ اگر اس دنیا میں نہ ہوں تو آپ جیسے لوگ کیا کریں گے؟ آپ کی زندگیاں تو بہت آسان ہو جائیں گی۔ یہ جو تسبیح آپ ہاتھ میں لے کر گھومتے ہیں..." اس نے ابرو سے ماہر کے اس ہاتھ کی جانب اشارہ کیا جو کوٹ کی جیب میں تھا۔ "آپ کو اس کی اہمیت ہماری وجہ سے معلوم ہوئی ہے۔ ہمارا آپ کے اوپر احسان ہے۔"

"یعنی تمہارے تمام اعمال کی جسٹی فیکیشن تمہارے پاس موجود ہے۔ ویری انٹرسٹنگ۔"

عالیان نے مسکرا کے ماہر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ڈائیٹ سوڈا کا کین ہونٹوں سے لگایا۔ وہ دونوں ایک لمحے کے لیے بھی اب ایک دوسرے سے نگاہ نہیں ہٹا رہے تھے۔

"میں اور آپ زیادہ مختلف نہیں ہیں۔ میری طرح آپ بھی اپنی غلطی نہیں مانتے۔اور آپ کا تجسس آپ کو آج ایک جادوگر کی چوکھٹ پر لے ہی آیا ہے۔"

چند لمحے خاموشی سے گزر گئے۔ صرف لہروں کا شور تھا۔اور دور کسی فیری کی آواز۔

"تم نے پہلے فیروزی عمارت کیوں کہا تھا؟"

"اللہ اللہ، ماہر بے۔"عالیان نے جیسے افسوس سے سر دائیں بائیں ہلایا۔"آپ کی انا اتنی بلند کیوں ہے کہ آپ اپنی سماعت کی غلطی نہیں تسلیم کر سکتے؟ جس چیز کے پیچھے آپ اتنے دن سے پڑے ہیں، وہ کچھ نہیں ہے سوائے ایک غلط فہمی کے۔"

"میں جانتا ہوں میں نے کیا سنا تھا۔"

"میں نے fistik کہا تھا، آپ فیروزی سمجھے۔قصور آپ کا ہے۔ لیکن آپ کی ego آپ کو یہ تسلیم نہیں کرنے دے رہی۔ ورنہ آپ جانتے ہیں نا،Occam's razor... درست جواب وہی ہوتا ہے جو سب سے سادہ ہو۔"

"اور سب سے سادہ جواب یہ ہے کہ مجھے سننے میں غلطی ہوئی۔ رائٹ؟"

عالیان نے مسکرا کے اثبات میں سر کو خم دیا۔

"میں آپ کو غلط عمارت کیوں بتاؤں گا، جب کہ میرا گردہ داؤ پہ لگا ہوا تھا؟"

"یہی پوچھنے آیا ہوں، کہ جب تمہاری سب سے قیمتی چیز داؤ پہ لگی تھی، تو تم نے مجھے غلط بات بتانے کا رسک کیوں لیا؟"

"میں نے غلط نہیں بتایا۔ آپ نے غلط سنا تھا۔ سمپل۔"اس نے سوڈا کا کین ہونٹوں سے لگایا۔ سڑ سڑ کر کے دو گھونٹ بھرے، پھر کین نیچے کیا۔ چند قطرے ہونٹوں پر لگے جنہیں ہتھیلی کی پشت سے پونچھ لیا۔ اس دوران ایک لمحے کے لیے بھی اس نے ماہر کی آنکھوں سے آنکھیں نہیں ہٹائی تھیں۔

"تم نے بدر کو کیوں اغوا کیا تھا؟" وہ آنکھوں میں شک اور تفتیش لیے اس نوجوان جادوگر کو دیکھ رہا تھا۔

"کیا آپ مجھ سے ایسے سوال پوچھنے آئے ہیں جن کے جواب میں پہلے ہی دے چکا ہوں؟"

"یعنی تم نے بدر کو صرف زیاد کے بغض میں اغوا کیا تھا؟"

"بغض نہیں، دشمنی کہیے۔" عالیان کا چہرہ ایک دم جیسے سخت ہو گیا۔ ٹھک سے کین رکھا۔

"زیاد سلطان نے میری ماں کو مارا تھا۔ وہ عورت جس نے مجھے نہیں چھوڑا جب ساری دنیا نے عالیان پہ give up کر دیا۔"

"تمہاری اصل ماں نے تمہارے اوپر کبھی بھی give up نہیں کیا تھا۔"

جواب میں عالیان نے منہ میں کچھ بڑبڑا کے سر جھٹک دیا۔

"بدر کو اغوا کر کے تمہیں کیا ملا؟ زیاد کا کیا بگڑا؟"

"کہانا، مجھے دنیا میں تھوڑا سا chaos، تھوڑی سی شرارت پسند ہے۔ میں صرف زیاد کو پریشان کرنا چاہتا تھا۔ بچے کو نقصان پہنچانا میرا مقصد نہیں تھا۔"

"اور مالا کی تکلیف؟"

عالیان کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ ابھری۔

"اس تکلیف کا احساس کرنے کے لیے بہت سے لوگ پہلے ہی موجود ہیں۔"

ماہر فرید نے گہری سانس لی۔ سمندر کی نمی اور بھنی مچھلی کی خوشبو اندر اترتی گئی۔ اس نے دونوں ہاتھ جیبوں سے نکال کے میز پر رکھے اور عالیان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ٹھہر ٹھہر کے بولا۔

"اگر تم نے دوبارہ اس بچے کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو اس دفعہ میں تمہاری جان بھی لے لوں گا۔"

"لیکن آپ تو کہتے ہیں کہ آپ قاتل نہیں ہیں۔"

ماہر ایک دم چونکا۔ عالیان انہی چمکتی مسکراتی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ماہر کے دل میں کچھ ڈوب کے ابھرا۔ کیا اس کے جاسوس سب کچھ سن رہے تھے؟

"اب آپ مجھ سے وہ سوال پوچھیں جو کئی برس سے آپ کو بے چین کیے ہوئے ہے۔ میں یہاں آپ کو جواب دینے کے لیے ہی بیٹھا ہوں۔"

میز پر جمی ماہر کی مٹھیاں ایک دوسرے میں پیوست ہوئیں۔

اس نے بالاخر الفاظ جوڑے۔

"نگینہ بیگم بچے کیوں اغوا کرتی تھیں؟"

جواب میں نوجوان جادوگر دھیرے سے ہنس دیا۔

"اس ایک سوال کے لیے آپ کو اتنا لمبا انتظار کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ آپ مجھے ٹیکسٹ میسیج بھی کر دیتے تو میں آپ کو بتا دیتا۔ کیونکہ ہماری دنیا میں یہ کوئی سیکریٹ نہیں ہے۔"

اس نے محظوظ انداز میں کہنا شروع کیا۔

ماہر فرید کے جسم کا ہر عضو کان بن گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بیڈ روم میں مدھم ٹیبل لیمپ روشن تھا۔ سوزین اسی طرح بے سدھ سوئی ہوئی تھی۔ بیر بل فرید فیصلہ کر کے دبے قدموں اٹھا۔ الماری کھولی۔ لیدر بیگ نکالا۔ پنجوں کے بل کارپٹ پر بیٹھا۔ بنا آواز کے آہستہ سے زپ کھولی۔ اس کی ہتھیلیوں پر پسینہ در آیا تھا۔

اندر گلابی میک بک رکھی تھی۔ اس نے احتیاط سے پیچھے دیکھا۔ وہ اسی طرح سو رہی تھی اور مدھم خر خر کی آواز گونج رہی تھی۔ بیر بل نے لیپ ٹاپ نکال کے اس کی تہہ کھولی تو ہلکا سا میوزک بجا۔ سسٹم آن ہوا تھا۔ اس نے گھبرا کے سوزین کو دیکھا۔ ایک لمحے کے لیے سانس رک گیا۔ لیکن وہ ہنوز گہری نیند میں تھی۔

اس کو چند لمحے لگے اپنا تنفس بحال کرنے میں۔ پھر توجہ روشن اسکرین کی طرف کی۔

وہاں ایک چوکٹھا بنا تھا جس پہ سوزین فرید لکھا تھا۔ دل نے ایک دھڑکن مس کی۔ جس عورت کو اس نے اپنا نام دیا تھا، کیا وہ اس کی پرائیویسی میں یوں مخل ہو گا؟ بہت سا غصہ اسے خود پہ آیا۔ اور اس سے زیادہ ماہر فرید پہ جس نے یہ کیڑا اس کے دماغ میں گھسایا تھا۔

چند لمحے کے لیے وہ سوچتا رہا۔ اسے یہ نہیں کرنا چاہیے۔ وہ ایسا انسان نہیں تھا۔ وہ ایسی غیر اخلاقی حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ سر جھٹکا۔ خود کو ملامت کی اور اسکرین بند کر دی۔

لیپ ٹاپ واپس رکھنے ہی لگا تھا کہ زوں کی آواز آئی۔ چونک کے اٹھا۔ لیپ ٹاپ ہاتھ میں لیے سوزی کے سرہانے آیا۔

اس کے موبائل کی اسکرین لمحے بھر کے لیے روشن ہوئی تھی۔ جیسے نوٹیفکیشن آیا ہو۔ (اسکرین پہ سبز رنگ میں "ایک نیا واٹس ایپ میسج" لکھا آ رہا تھا۔) بیر بل کی آنکھیں بے اختیار چھوٹی ہوئیں۔ وہ اس کی بیوی تھی۔ اتنا تو وہ جانتا تھا کہ اس کی لاکڈ اسکرین پہ بھی میسجز کا پری ویو آیا کرتا تھا۔ سو اگر صرف One New Notification لکھا آ رہا تھا تو اس کا ایک ہی مطلب تھا۔

یہ کسی لاکڈ چیٹ کا نوٹیفکیشن تھا۔

یعنی سوزین اپنے واٹس ایپ میں کچھ چیٹس لاک بھی رکھتی تھی۔

اس نے بے اختیار پہلو میں دبائی میک بک کو دیکھا۔ پھر سوتی ہوئی سوزین کو۔

اگلے ہی لمحے بیربل نے اسکرین واپس کھولی۔ ایک دفعہ پھر میوزک بجا۔ لیکن اس دفعہ اس کے دل کی دھڑکن مس نہیں ہوئی۔ وہ آہستہ سے میک بک کے کی بورڈ کے ٹچ بٹن کو سوزی کے بے سدھ انگوٹھے تک لے کر آیا۔ نرمی سے اسے چھوا۔ ہلکے سے میوزک کے ساتھ قفل کھل گیا۔ وہ بے اختیار پیچھے ہوا۔ ایک لمحے کے لیے سانس رک گیا۔ مگر سوزین اسی طرح بے خبر سوتی رہی۔

بیربل تیزی سے لیپ ٹاپ لیے کمرے سے باہر نکل گیا۔ اسے کوئی پرسکون گوشہ تلاش کرکے اس لیپ ٹاپ پہ وہ سب دیکھنا تھا جو اس سے خفیہ رکھا گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آسمان پہ چاندی کے تھال جیسا چاند چمک رہا تھا اور اس کی روشنی ساحل کی ریت کے ذروں کو منور کیے ہوئے تھی۔ ایسے میں وہ دو انسان آمنے سامنے لکڑی کے بنچ زپر بیٹھے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

"ہماری دنیا میں یہ کوئی سیکریٹ نہیں ہے۔" عالیان کی چمکتی آنکھوں میں محظوظ ہونے کا تاثر تھا۔

"کیا گارنٹی ہے کہ جو تم مجھے بتاؤ گے وہ سچ ہو گا۔"

"میں بنا ضرورت کے جھوٹ نہیں بولتا۔ اور آپ سے جھوٹ بولنے کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔ آپ کو تو انسانوں کی پہچان ہے، ماہر بے۔ کیا آپ میرے چہرے پہ سچ اور جھوٹ کو پہچان نہیں جائیں گے ؟"

ماہر کچھ کہے بنا آنکھوں کی پتلیاں سکوڑے اسے دیکھے گیا۔

عالیان نے گہری سانس لی اور کہنا شروع کیا۔ وہ بولتا گیا اور ماہر سنتا گیا۔ اس کے کہے ہر لفظ کے ساتھ ماہر کی آنکھوں میں بہت سے تاثرات ابھرے۔ تعجب۔ بے یقینی۔ الجھن۔ ناپسندیدگی۔

اور آخر میں صرف افسوس۔

"کیا نگینہ سلطان نے اپنی ساری زندگی اسی ایک شے کی تلاش میں ضائع کر دی؟"

عالیان نے مسکرا کے کندھے اچکائے۔

"جس کو آپ ضائع کرنا کہتے ہیں، ان کے نزدیک وہ ان کی زندگی کی سب سے بڑی جستجو تھی۔ اور بہت سے جادوگر آج بھی اسی جستجو میں مبتلا ہیں۔"

"اور تم؟ کیا یہ تمہاری بھی جستجو ہے؟ کیا یہی چاہیے تمہیں ہلال اور بدر سے؟"

عالیان دھیرے سے ہنس دیا۔ "میں بچے اغوا نہیں کرتا۔ کرنا چاہتا تو ہلال کو اغوا کرنا میرے لیے مشکل نہیں تھا۔"

"بی کیئر فل۔" اس نے انگلی اٹھائی۔

عالیان نے دونوں ہاتھ مصالحتی انداز میں اٹھائے۔

"سوری سوری... کہانا، میں جادوگروں کے مقاصد کے لیے بچے اغوا نہیں کرتا۔ بدر کا اغوا صرف زیاد کی دشمنی کے باعث تھا۔ باقی جو میں کرتا ہوں پیسے کے لیے کرتا ہوں۔"

"اور کیا تم نگینہ بیگم کی جستجو پہ یقین رکھتے ہو؟"

عالیان جواب میں ہنس پڑا۔

"نہیں۔ مجھے ان سے بہت محبت تھی۔ لیکن میں ان کی ہر بات نہیں مان سکتا۔ کہانا، میں ایک انٹرپرینیور ہوں۔ لوگوں کے مسئلے حل کرتا ہوں۔ بدلے میں ان سے پیسے لیتا ہوں۔ جیسے آپ کرتے ہیں۔"

"پیسے کمانے کے بہت سے طریقے ہیں۔ جنات اور جادو کو استعمال کیے بغیر۔ لیکن ان طریقوں میں محنت لگتی ہے۔ اور یہ شارٹ کٹ ہے۔" وہ طنز سے مسکرا دیا۔

عالیان پھر سے ہنس دیا۔ سر دائیں بائیں ہلایا۔

"اس کام میں بھی بہت محنت لگتی ہے۔ جسم پہ اتنا زور آتا ہے جس کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن اس کام میں ایک طاقت ہے۔ اَن دیکھے کو دیکھ لینے میں اپنا ہی ایک مزہ ہے۔"

"میں اَن دیکھا نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن تمہارا انجام ابھی سے دیکھ سکتا ہوں۔" ماہر افسوس سے اس کو دیکھ رہا تھا۔ "کئی برس بعد تم بھی نگینہ بیگم کی طرح دنیا کی ساری دولت اور پاور کے ہوتے ہوئے بھی اسی تکلیف میں مبتلا ہو گے، جو تمہارے جادو نے بہت سے لوگوں کو دی ہے۔ اور..." ماہر نے انگلی اوپر آسمان کی طرف اٹھائی۔ "اس دوسری دنیا میں جو آگ تم اپنے لیے جمع کر رہے ہو، وہ الگ ہے۔"

عالیان نے اسی ڈھٹائی سے مسکراتے ہوئے چپس کا ٹکڑا منہ میں ڈالا۔

"دوسری دنیا کوئی نہیں ہے، ماہر بے۔ نہ کوئی جنت ہے نہ کوئی جہنم ہے۔ مرنے کے بعد ہم سب فنا ہو جائیں گے۔ جو ہے یہیں ہے۔ You only live once.۔ یہی میرا موٹو ہے۔ YOLO۔" ہونٹ گول کر کے کہا۔

"تمہارا رنگین بلبلہ بہت افسوس سے توڑ رہا ہوں، عالیان۔ لیکن دوسری دنیا موجود ہے۔ اور اپنے ہر عمل کے ساتھ تم اپنے لیے ایک بہت بڑی کھائی میں انگارے بھرتے جا رہے ہو۔ اِس دنیا کی تکلیف ختم ہو جائے گی جو تم لوگوں کو دیتے ہو۔ لیکن اُس دوسری دنیا کی تکلیف کبھی ختم نہیں ہو گی۔ اور وہاں تمہاری یہ جسٹی فیکیشنز اور تمہارا YOLO کام نہیں آئے گا۔"

وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ عالیان نے چہرہ اٹھا کے دلچسپی سے اسے دیکھا۔

"مانا کہ آپ قاتل نہیں ہیں، مگر یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ کے ارد گرد کے لوگ زیاد سلطان کو مارنے کی پلاننگ کر رہے ہیں۔"

"تمہارے جنات نے تمہیں خبر دے دی؟"

عالیان اسی انداز میں مسکراتا رہا۔

"ایک مشورہ دوں، ماہر بے؟ زیاد سلطان کے لیے قاتل بن جایئے۔ کیونکہ آپ کی ہیپی اینڈنگ کے راستے میں صرف وہی رکاوٹ ہے۔"

ماہر نے جواب نہیں دیا۔ اسی طرح پلکیں سکیڑے اسے دیکھے گیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"وہ اس شہر میں آپ سے اپنا انتقام لینے آیا ہے۔ جب تک آپ کی جان نہیں لے گا اسے سکون نہیں آئے گا۔ آپ نہیں ہوں گے تو اس کے خیال میں وہ تینوں ساتھ ہو سکتے ہیں۔ زیاد، مالا اور بدر۔ پرفیکٹ تکون۔ میں آپ کی جگہ ہوتا تو اسے مار دیتا۔"

"تو تم مار دو۔ تمہارا بھی وہ دشمن ہے نا؟"

"مگر میں آپ کی جگہ پر نہیں ہوں۔ اس کو مارنے سے مجھے کیا ملے گا؟ میں تو چاہتا ہوں کہ وہ ایک لمبی تکلیف دہ زندگی گزارے۔ قابیل کی طرح اپنے بازو پر اپنے خون کو قتل کرنے کا نشان لیے ہر جگہ گھومے پھرے۔" اب وہ ٹھنڈے ہوئے چپس دانتوں سے کتر رہا تھا۔

ماہر فرید نے افسوس سے سر دائیں بائیں ہلایا اور پلٹ گیا۔

"Occam's razor۔ یاد رکھیے گا۔" عقب سے عالیان نے پکارا تھا۔

ماہر نے مڑے بنا ہاتھ جھلایا اور آگے بڑھتا گیا۔ ایک احساس اسے لائبریری سے یہاں آتے ہوئے اور واپس اپنی کار کی طرف جاتے ہوئے مسلسل ہو رہا تھا۔

کوئی اس کے تعاقب میں تھا۔ خاموشی سے اس پہ نظر رکھے ہوئے۔ اس کی ایک ایک حرکت کو دیکھ رہا تھا۔

ابھی وہ کار میں بیٹھا ہی تھا کہ اس کا فون بجنے لگا۔

"کیا ہوا، چنگیز؟" وہ ایک دم الرٹ ہو گیا تھا۔

"ہم نے فیروزی عمارت والا اپارٹمنٹ چیک کیا ہے۔"

"اور؟"

"تم درست کہہ رہے تھے۔ بچہ واقعی فیروزی بلڈنگ میں موجود تھا۔"

وہ جیسے سناٹے میں رہ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ بہت تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے پولیس اسٹیشن آیا تھا۔ دائیں بائیں گردن گھماتے کسی شناسا چہرے کی تلاش میں راہداری میں آگے بڑھتا گیا اور پھر ایک دم ٹھٹھک کے رکا۔

راہداری میں نصب بنچ پر وہ دونوں بیٹھے تھے۔ وہی دونوں میاں بیوی جن سے وہ دو روز پہلے ملا تھا۔ عورت کے بال گیلے تھے۔ کندھوں پر شال تھی۔ اور شوہر اس کو تسلی دیتے ہوئے کافی کا کپ تھما رہا تھا۔ رونے سے اس کی آنکھیں اور ناک سرخ ہو چکے تھے اور وہ مسلسل نفی میں سر ہلا رہی تھی۔

دفعتاً اس کی نگاہ راہداری کے وسط میں کھڑے لمبے بھورے کوٹ والے مرد پہ پڑی۔ ایک دم سے اس کی آنکھوں میں جیسے شرارے ابھرنے لگے۔ کپ پرے دھکیلا اور تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کیا بگاڑا تھا ہم لوگوں نے تمہارا؟ ہماری زندگی تباہ کر دی تم نے۔" وہ زور سے چلائی تھی۔

وہ وہیں پر کھڑا رہ گیا۔ اس کی آواز پہ آفس کا دروازہ تیزی سے کھلا اور چنگیز باہر آیا۔ ایک اور پولیس اہلکار اس کی معیت میں نکلا اور عورت کو دھیمی آواز میں خاموش کروانے لگا۔ لیکن وہ مسلسل چیخے جا رہی تھی۔

"میں نے تمہیں اپنے گھر میں داخل ہونے کی اجازت دی۔ میں نے تمہیں عزت دی۔ اور تم نے کیا کیا ہمارے ساتھ ؟"

چنگیز بے زار اور تھکا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ ماہر کو اس عورت کو نظر انداز کرنے کا کہا اور اندر لے آیا۔ پھر آفس کا سلائیڈنگ ڈور بند کیا (عورت کے چیخنے چلانے کی آواز مدھم پڑ گئی) اور اس کی طرف مڑا۔ ماہر بیٹھا نہیں تھا۔ بس میز کے ساتھ کھڑا رہا۔

"بچہ واقعی وہاں موجود تھا۔ لیکن وہ بدر نہیں تھا۔"

اس نے فون پہ کہی بات اسی تھکے ہوئے انداز میں دہرائی۔

ماہر کے دونوں ابرو استعجاب سے اوپر اٹھے۔

"پھر وہ کون تھا؟"

"ایک Syrian بچہ جس کو ان دونوں نے ایڈاپٹ کیا تھا۔ لیکن بچہ غیر قانونی طور پہ یہاں آیا تھا۔ یقیناً کسی نے اسے ان کے دروازے پر چھوڑ دیا اور انہوں نے اسے اپنا لیا۔ لیکن قانوناً یہ اس کو ایڈاپٹ نہیں کر سکتے تھے۔"

"وہ عدالت میں جا سکتے تھے۔"

"اس عورت کو شدید اینگزائٹی اور ڈیپریشن کے دورے پڑتے ہیں جس کے باعث ایڈاپشن کمیٹی نے ان کو بچہ دینے سے انکار کیا تھا۔ اس سے چند سال پہلے انہوں نے ایک بچہ ایڈاپٹ کیا تھا۔ لیکن اس عورت کے سائیکوٹک رویے اور

بچے کے بارے میں اوور پروٹیکٹو ہو کے غلط فیصلے لینے کے باعث، ایڈاپشن کمیٹی نے وہ بچہ اس سے واپس لے لیا تھا اور اس کو مزید ایڈاپشن کے لیے نااہل قرار دے دیا تھا۔ سو یہ کسی بھی صورت میں بچہ رجسٹر نہیں کروا سکتی تھی۔ اسی لیے انہوں نے بچے کو چھپا کے رکھا۔"

"اب وہ بچہ کہاں ہے؟"

چنگیز آگے بڑھا اور سلائیڈنگ ڈور کھول دیا۔ اندر آتے ہوئے ماہر نے غور سے نہیں دیکھا تھا۔ سامنے رکھے ڈیسکس کی قطار میں ایک خاتون پولیس آفیسر بیٹھی تھی جس کے ساتھ کرسی پر ایک ننھا بچہ بیٹھا تھا۔ عمر تقریباً تین چار سال تھی۔ بال گھنگریالے اور سنہری تھے اور وہ کندھوں پر کمبل لپیٹے ڈرا سہما ہوا تھا۔ وہ پولیس آفیسر نرمی اور پیار سے اس سے باتیں کرتے ہوئے اس کو فنگر چپس کھلا رہی تھی، جن کا رنگ عالیان کے فنگر چپس سے زیادہ زرد اور کچا کچا سا تھا۔

"اب اس بچے کا کیا ہو گا؟"

چنگیز اور وہ ساتھ ساتھ کھڑے تھے۔ چنگیز نے اسی تکان سے کندھے اچکائے۔

"سوشل سروسز والے اس کو لے جائیں گے اور اسے کسی فوسٹر ہوم میں ڈال دیں گے۔ اب یہ بچہ کسی بھی صورت میں ان دونوں میاں بیوی کو واپس نہیں ملے گا۔"

ماہر نے بے اختیار دانتوں سے ہونٹ کاٹ لیے۔ کچھ کہنے کو بچا ہی نہیں تھا۔

"میں نے ایک ماں سے اس کا بچہ جدا کر دیا۔"

اب کے چنگیز اس کی جانب گھوما۔ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"اس میں تمہاری غلطی نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے اسی میں اس بچے کے لیے بہتری ہو کیونکہ اس عورت کا سائیکوسز مستقبل میں بچے کو نقصان دیتا۔ شاید اس کو بہتر پیرنٹس مل جائیں۔"

ماہر نے دھیرے سے نفی میں سر ہلایا۔چنگیز نے خفگی سے ہاتھ نیچے کیا۔

"ہاں، تم نے ایک ماں سے اس کا بچہ جدا کر دیا کیونکہ تمہارا تجسس تمہیں چین نہیں لینے دے رہا تھا۔"

ماہر نے جواباً گلہ آمیز نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"دیکھو، ماہر.... تم مجھے میری سچائی کے باعث پسند کرتے ہو تو سچ سنو۔ مالا کا بچہ اس کو مل چکا ہے۔ اغواکار نے خود ہی بچہ واپس کر دیا۔ اور تمہارے بقول اغواکار، یعنی وہ...وہ جادوگر (چنگیز کے جیسے حلق میں کڑواہٹ گھل گئی) دوبارہ اس کو اغوا کرنے کی ہمت نہیں کرے گا۔ ایسے میں تمہیں اس فیروزی عمارت کا پیچھا کرنے کے بجائے اپنی زندگی پہ فوکس کرنا چاہیے۔ یا شاید تمہارے ذہن کو اتنی عادت ہو چکی ہے کسی نہ کسی چیز کی تلاش کی ... کوئی نہ کوئی پہیلی سلجھانے کی... کہ جب ہر چیز ٹھیک ہو رہی ہے، تب بھی تم سکون کا سانس نہیں لے رہے۔"

"میں صرف..."

"تم صرف اپنی زندگی پہ توجہ دو۔ تمہارا دشمن اس شہر میں موجود ہے۔ اپنا خیال رکھو۔ مالا اور اس کے بچے کی حفاظت کرو۔ اور..." چنگیز ٹھہرا۔ ہلکا سا کھنکھارا۔ ماہر نے چونک کر اسے دیکھا۔

"اور ایک نئی زندگی تعمیر کرنے کا سوچو۔"

ماہر فرید نے دونوں ابرو استعجابیہ انداز میں اٹھائے۔ جواباً کومسار بے نے بدقت ایک تھکے ہوئے دن کے باوجود ابھرتی مسکراہٹ چھپائی۔

"تمہارے خیال میں ہمیں نہیں معلوم؟ سب کو دکھائی دے رہا ہے۔ میرے تھانے کے اہلکاروں کو بھی۔ روز پوچھتے ہیں مالا اور ماہر کی کہانی میں کوئی ڈیویلپمنٹ ہوئی یا نہیں؟ بہتر ہے کہ تم اور مالا اپنے مسئلے حل کرو اور نئی پہیلیوں میں مت الجھو۔"

ماہر فرید خفگی سے بڑبڑا کے آگے بڑھ گیا۔ اسے واپسی کا سفر اسی راہداری میں سے گزر کے کرنا تھا۔

حسب توقع وہ عورت جسے اس کا شوہر بدقت پر سکون کرنے کی کوشش کر رہا تھا، اس کے باہر نکلتے ہی ایک دم سے بپھر کے اٹھی۔

"تم نے میرے بچے کو مجھ سے جدا کر دیا۔ تمہیں ایک ماں کی بد دعا لگے گی۔ تمہیں کبھی بھی زندگی میں سکون نہیں ملے گا۔"

وہ ہذیانی انداز میں زور زور سے چلا رہی تھی۔ ساتھ کھڑے پولیس اہلکار نے افسوس سے سر دائیں بائیں ہلایا اور اس کے قریب سرگوشی کی۔

"اس عورت کے ساتھ اگر وہ بچہ پلتا تو نفسیاتی مریض بن جاتا۔ کوئی وجہ تھی جو اس کو ایڈاپشن کمیٹی نے..."

لیکن وہ نہیں سن رہا تھا۔ وہ ترحم سے اس عورت کو روتے چلاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ چنگیز درست کہتا تھا۔ وہ بچے تلاش کرنے والا تھا۔ وہ بچے ان کی ماؤں سے چھیننے والا انسان نہیں تھا۔ اس کے بلاوجہ کے تجسس نے ایک پرفیکٹ تکون کو خراب کر دیا تھا۔ ماہر نے سر جھٹکا۔ اسے اپنی زندگی پہ فوکس کرنا تھا۔

شاید عالیان درست کہہ رہا تھا۔ اس سے سننے میں غلطی ہوئی تھی۔

وہ مزید اس پہیلی کے پیچھے نہیں پڑے گا۔ وہ مزید اب کسی کا نقصان نہیں کرے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

فرید لار خاموش تھا جب ماہر واپس پہنچا۔ مدھم بتیاں لاؤنج میں روشن تھیں اور کمبل کارپٹ پر گرا ہوا تھا۔ شاید بیر بل سونے چلا گیا تھا۔ اس نے دھیرے سے کوٹ اتار کے اینٹرنس کی کیبنٹ میں لٹکایا اور اپنے کمرے کی طرف آیا۔

کمرے میں مدھم ٹیبل لیمپ جلا تھا۔ ماہر بیڈ کے کنارے پر بیٹھا۔ جھک کے جرابیں اتاریں اور نفاست سے ان کو کونے میں رکھی لانڈری باسکٹ میں ڈالا۔ پھر ہائی نیک سوئیٹر کو نیچے سے پکڑا کہ جیسے اتارنا چاہتا ہو کہ ایک دم ٹھٹھک گیا۔

کہیں کسی کونے سے ایک آواز آرہی تھی۔ جیسے چوہا کسی سطح کو کھرچ رہا ہو۔ یا جیسے کوئی سرگوشی میں کچھ کہہ رہا ہو۔ اس نے سوئیٹر نہیں اتارا۔ تعجب سے گردن دائیں بائیں ہلائی۔ آواز پہ غور کیا۔ کوئی لفظ سنائی نہیں دیتا تھا۔ لیکن دبی دبی سی کوئی غیر شناسا زبان تھی جیسے۔

عرصہ ہوا اسے ایسی آوازیں نہیں آئی تھیں۔ لیکن یہ آواز کسی نادیدہ مخلوق کی نہیں تھی۔ کسی انسان کی تھی۔

کس کی؟

باتھ روم کا دروازہ بند تھا اور آواز وہیں سے آرہی تھی۔

وہ محتاط قدموں سے آگے آیا۔ ڈورناب گھما کے دروازہ دھکیلا۔ آواز اونچی ہوتی گئی۔ وہ رونے کی آواز تھی۔

گھٹی گھٹی سسکیوں کی آواز۔

اس نے سوئچ بورڈ پر ہاتھ مارا۔ ایک دم سے باتھ روم زرد روشنیوں سے منور ہو گیا۔

اندر کا منظر دیکھ کر وہ ششدر رہ گیا۔

فرش پر بہت سا پانی گرا تھا۔ درمیان میں کہیں ایک لیپ ٹاپ کھلا رکھا تھا۔ اس پر بھی چند قطرے تھے۔ باتھ ٹب کے سامنے پردہ گرا تھا اور آواز وہیں سے آرہی تھی۔ وہ تیزی سے آگے آیا اور پردہ کھینچ کے ہٹایا۔ ایک لمحے کے لیے وہ اپنی جگہ سے ہل نہ سکا۔

اندر شاور مدھم سا چلا تھا۔ پانی کی دھاریں نیچے گر رہی تھیں۔ ٹب آدھا بھرا ہوا تھا اور اس کے کونے میں دیوار سے ٹیک لگائے، گھٹنے سینے سے ملائے بیر بل بیٹھا رو رہا تھا۔

"بی...!"

وہ شل سا کچھ بول نہ سکا۔ پھر ایک دم واپس پلٹا۔ فرش پر رکھا لیپ ٹاپ اٹھایا۔ اس کی اسکرین روشن تھی۔ بیر بل نے اس کی سیٹنگ بدل دی تھی شاید۔ وہ اسٹینڈ بائی موڈ میں نہیں جا رہا تھا۔ ماہر نے تولیے سے لیپ ٹاپ پر گرے پانی کے قطرے پونچھے۔ اسے سنک کے سلیب پر رکھا۔ پھر شاور بند کیا اور باتھ ٹب کے ساتھ گھٹنوں کے بل فرش پر بیٹھا۔

"بیر بل، کیا ہوا ہے؟" جبراً اس کے دونوں کندھوں سے اس کو سیدھا کرنا چاہا۔ لیکن وہ گیلا سر گھٹنوں میں دیے روئے جا رہا تھا۔

"بی! اٹس او کے۔ ریلیکس... ریلیکس۔" وہ اس کے گیلے بالوں میں ہاتھ پھیرتا دوسرے ہاتھ سے کندھا تھپک رہا تھا۔ لیکن بیر بل سر نفی میں ہلائے اسی طرح روئے جا رہا تھا۔

"اٹس او کے۔ ٹس او کے۔ مجھے بتاؤ۔ اٹھو، میری طرف دیکھو۔ بیر بل... بیر بل..." اس نے زور سے اسے کندھوں سے جھنجھوڑا۔ بیر بل نے چہرہ اٹھایا۔ وہ پانی کے بجائے آنسوؤں سے بھیگا تھا۔ سرخ ناک۔ اور سوجی ہوئی آنکھیں۔ گیلے گھنگریالے بال۔ وہ سوئیٹ پینٹس اور ہڈی سمیت باتھ ٹب میں بیٹھا تھا۔ ٹب آدھا بھرا تھا لیکن بیر بل کا لباس پورا بھیگا ہوا تھا۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا وہ ایسا کرے گی۔"

ماہر نے گہری سانس لی۔ اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے پونچھا۔ وہ سر واپس جھکانے لگا لیکن ماہر نے زبردستی اس کی تھوڑی اوپر اٹھائی۔

"پہلے مجھے بتاؤ ہوا کیا ہے؟ ریلیکس! اٹس او کے۔ بتاؤ؟"

"وہ مجھے چیٹ کر رہی ہے۔"

ماہر ایک دم سانس نہ لے سکا۔

"کیا؟"

"وہ مجھے چیٹ کر رہی ہے۔" وہ دبا دبا سا چلایا تھا۔

ماہر نے ایک دم چونک کے پیچھے دیکھا۔ دروازہ کھلا تھا۔ وہ تیزی سے اٹھا۔ دروازہ بند کیا۔ پھر واپس اس کے پاس آیا ۔اسی انداز میں گھٹنوں کے بل فرش پر بیٹھا۔

"وہ اس وقت کہاں ہے؟" اس کا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا۔

"کمرے میں۔ سو رہی ہے۔" وہ نفرت اور بے بسی سے غرایا تھا۔

"تم نے کیا دیکھا ہے؟"

بیر بل نے سر دائیں بائیں ہلایا۔ پھر گیلی ہتھیلی سے آنسو پونچھے۔ چند گہرے سانس لیے۔

"بتاؤ، بیر بل؟ تم نے کیا دیکھا ہے؟"

"اس کے فون میں کچھ چیٹس لاک تھیں۔ لیکن میک بک میں لاکڈ چیٹس لاک نہیں ہوتیں بلکہ سامنے نظر آ جاتی ہیں۔ میں نے صرف وہی چیٹ دیکھی ہے۔ وہ براق اور اس کی گفتگو ہے۔"

"براق کون؟" اسے یاد آ گیا۔ "وہ جو ٹینس کھیلتا ہے؟ جو گھوڑوں کی ریس میں بھی اکثر..."

"ہاں ہاں، وہی۔" بیر بل تیزی سے بولا۔ وہ براق کے ملٹی ٹیلنٹس کی فہرست نہیں سن سکتا تھا۔

بیر بل نے سر اثبات میں ہلایا۔ آنسو پھر سے اس کی آنکھوں سے ٹپکنے لگے تھے۔

"وہ بہت عرصے سے ایک ساتھ ہیں۔ وہ سانپ والا بلگاری کا بریسلٹ جو وہ پہنتی ہے، جو اس نے مجھے کہا تھا کہ اس کی ماں نے اسے گفٹ کیا، وہ بھی اس کو براق نے گفٹ کیا تھا۔ میں نے ان کی ساری چیٹ پڑھی ہے۔ وہ میرے ساتھ ایسے کیسے کر سکتی ہے؟"

ماہر اس کو ابھی تک دونوں کندھوں سے تھامے ہوئے تھا۔ بے اختیار ایک نظر لیپ ٹاپ پہ ڈالی۔ اس شے کی توقع اس نے نہیں کی تھی۔ اس کا خیال تھا بیر بل سوزی کے فنانشل ریکارڈز نکالے گا۔ روپے پیسوں کا ہیر پھیر۔ کچھ نہ کچھ اسے معلوم ہو گا۔ زیادہ سے زیادہ کسی گرل گروپ چیٹ میں وہ اپنی دوستوں کو بتا رہی ہو گی کہ اس کا شوہر کتنا بیوقوف ہے اور کیسے وہ اس کو کنگال کر رہی ہے۔ لیکن اس شے کی توقع اس نے بھی نہیں کی تھی۔

"میری بات سنو۔ ادھر دیکھو، میری بات سنو۔" وہ ایک ہاتھ سے اس کا کندھا پکڑے دوسرے سے اس کے گالوں سے آنسو صاف کر رہا تھا۔

"مجھے دیکھو۔ ادھر دیکھو، بیر بل۔"

بیر بل نے متورم سرخ آنکھوں سے اسے دیکھا۔ وہ ماہر کو نہیں سن رہا تھا۔

"میں نے اسے کس چیز کی کمی دی؟ میں نے سب کچھ کیا اس کے لیے۔ اپنی فیملی کے خلاف گیا۔ پھر اس نے میرے ساتھ یہ کیوں کیا؟"

"کیونکہ سوزین کے لیے یہ سب کافی نہیں تھا۔ کچھ عورتوں کے لیے یہ سب کافی نہیں ہوتا۔"

بیر بل نے ایک جھٹکے سے اپنا کندھا چھڑایا۔ ماہر نے ہاتھ نیچے گرا دیے۔ وہ اب شاور کی سفید دیوار سے ٹیک لگائے چھت کو دیکھتے ہوئے گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔

چند لمحے خاموشی میں گزرے۔ اسے احساس ہوا کہ اس کے سوئیٹر کا گریبان اور آستین بھیگ چکے ہیں۔ اور پینٹس گھٹنوں سے گیلی ہو چکی ہیں۔

"بالآخر تمہاری جیت ہو گئی، ماہر۔ جیسا تم نے کہا تھا ویسے ہی ہوا۔ تم تو بہت خوش ہو گے یہ سب دیکھ کر۔" وہ چھت کو دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"تمہاری تکلیف میں میں خوش کیوں ہوں گا؟"

"یہی تو سارا مسئلہ ہے۔ تم نے پہلے دن سے اس کی مخالفت کی تھی۔ لیکن میں نے کہا تھا مجھے اس پہ اعتبار ہے۔ اور پھر تم نے کیا کیا؟ تم نے مجھے اکیلا چھوڑ دیا۔ تم نے مجھے دور دھکیلنا شروع کر دیا۔ تم یہی چاہتے تھے کہ تم درست ثابت ہو جاؤ۔ اور دیکھو، آج تمہاری بات صحیح ثابت ہوئی۔ اس نے کاٹیج بھی بیچ دیا۔ وہ ایک دوسرے آدمی کے ساتھ مجھے چیٹ بھی کرتی رہی۔ اور میں تنہا رہ گیا۔ خالی ہاتھ۔ اور اب..."

وہ تلخی سے جیسے خود پہ ہنسا اور نگاہیں چھت سے ہٹا کے ماہر کو دیکھا تو ان میں زمانے بھر کے شکوے تھے۔

"اور اب میں تمہارے پاس بھی واپس نہیں آسکتا۔ میں تم سے بھی مدد نہیں مانگ سکتا۔ کیونکہ تم آگے سے یہی کہو گے کہ میں نے جو کہا تھا وہی ہوا ہے۔ Mighty ماہر فرید ہمیشہ درست ہوتا ہے۔"

ماہر اب مخالف دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ وہ دونوں آمنے سامنے تھے۔ یوں کہ وہ ٹب سے باہر تھا اور بیربل اندر۔

"تمہاری تکلیف پہ میں کبھی خوش نہیں ہوں گا، بیربل۔ دیکھو... ہم دونوں بھیگے ہوئے ہیں۔"

بیربل نے گیلی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ بہت سا پانی ان سے پھر سے ابلنے لگا۔

"لیکن اب میں کیا کروں گا، ماہر؟ میں ایک دفعہ پھر غلط ثابت ہوا۔ بیوقوف بیربل۔ ناکام بیربل۔ فیلئیر بیربل۔ ہمیشہ سے سب میرے بارے میں جو کہتے تھے وہ درست ثابت ہوا۔"

"تم میرے بھائی ہو، بی۔" بیر بل کو دیکھتی اس کی آنکھوں میں دکھ تھا۔ "میں اس شادی کے خلاف تھا۔ میں ہمیشہ سے سوزی کے خلاف تھا۔ لیکن تمہارا دل ٹوٹنے پہ خوش میں کبھی نہیں ہوں گا۔ اسی لیے میں چاہتا تھا کہ تم یہ شادی نہ کرو، تاکہ تمہارا دل..."

"ہاں اسی لیے تم یہ چاہتے تھے۔ اسی لیے تم یہ کہتے تھے۔ اسی لیے تم درست ثابت ہوئے۔ جانتا ہوں تم سب کیا کہو گے۔ جانتا ہوں اب میں تمہارے پاس مدد کے لیے نہیں آسکتا۔ اس لیے..." اس نے ہاتھ ٹب کو دونوں کناروں سے پکڑ کے اٹھنا چاہا تو ماہر تیزی سے اٹھ کے آگے بڑھا اور کندھوں سے دباؤ دے کے اسے واپس نیچے بٹھایا۔

بیر بل نے بے اختیار اس کو دیکھا۔ ماہرہ کے ماتھے پر لکیریں تھیں۔

"مجھے درست ثابت ہونے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میں ہمیشہ ہی درست ہوتا ہوں۔ لیکن تم، بیر بل، تم کان کھول کے میری بات سنو۔" وہ اب ٹب کے کنارے اونچا بیٹھا تھا۔ بیر بل کو کہنی سے زبردستی نیچے بٹھانے کی کوشش میں پانی کے چھینٹے اس کے سوئیٹر کو مزید بھگو گئے تھے۔

"جو میں کہہ رہا ہوں اس کو غور سے سنو۔"

بیر بل ٹکر ٹکر اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ جیسے قدرے سہم گیا ہو۔

"ہم ایک فیملی ہیں۔ اور فیملیز میں بہت سی زیادتیاں ہوتی رہتی ہیں۔ جانتا ہوں ہمارے باپ نے تمہارے ساتھ زیادتی کی۔ انہوں نے ایک ہی پیمانے پہ مجھے اور تمہیں تولا۔ حالانکہ ہر بچہ مختلف ہوتا ہے۔ تم مختلف تھے۔ تم پیسہ بنانے کی مشین نہیں تھے۔ لیکن ہمارے باپ نے، مالک نے، سب نے ہمیشہ تمہیں ماہر سے کمپیئر کیا۔ تم ایک شیف تھے۔ تم ان کاموں کے لیے بنے تھے جن کو کر کے تمہیں خوشی ملتی ہو۔ تم خوش رہنے اور خوشی بکھیرنے کے لیے بنے تھے۔ تمہاری زندگی کا عزم کبھی بھی بہت سا پیسہ کمانا نہیں تھا۔ مگر ہمارے باپ نے تمہارے حصے سے تمہیں محروم کر کے واقعی زیادتی کی۔ وہ اپنی محنت سے کمائی دولت بچا رہے تھے۔ لیکن اس سب میں انہوں نے تمہاری پرسنالٹی کو نقصان دیا۔ وہ ٹف لو tough love پہ یقین رکھتے تھے۔ مالک بھی ایسا ہے۔ اور میں بھی ایسا ہوں۔ ہم سب کا طریقہ غلط تھا یا درست، اس بحث سے قطع نظر، ہم سب زبردستی تمہیں وہ بنانا چاہتے تھے جو تم نہیں بن سکتے تھے۔"

وہ کہتا جا رہا تھا اور بیربل کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے۔

"ہم سب نے جو بھی کیا تمہیں اس چوٹ سے بچانے کے لیے کیا جو آج تمہیں لگی ہے۔ لیکن سارا مسئلہ یہی ہے، بیربل، کہ ہر بچے کو اس کے حصے کی چوٹ لگنی ہوتی ہے۔ اس لیے لوگوں کو ان کے حصے کی غلطی کرنے دینی چاہیے۔ اسی لیے میں نے تمہیں سوزی سے الگ کرنے کی کوئی پلاننگ نہیں کی۔ نہ میں چاہتا تھا کہ ایسا کچھ ہو جس سے تمہارا دل ٹوٹے۔ میں نے تمہیں پیچھے نہیں دھکیلا۔ میں تم سے نفرت نہیں کرنے لگا۔ نہ مجھے درست ثابت ہونے کا شوق تھا۔ میں نے صرف تمہیں تمہارے حال پہ چھوڑ دیا تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ جلد یا بدیر سوزین کا سچ کھل جائے گا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ کون سا سچ کھلے گا۔ بس یہ جانتا تھا کہ وہ ایک فیک عورت ہے۔ اور فیک چیز بہت دیر تک چھپی نہیں رہ سکتی۔"

بیر بل نے سر جھکایا اور ہتھیلی کی پشت سے آنکھیں رگڑیں۔ اس کا پورا چہرہ رونے کے باعث سرخ ہو چکا تھا۔

"لیکن یہ کبھی مت سوچنا کہ غلط فیصلے کا غلط نتیجہ دیکھنے کے بعد تم اپنی فیملی کے پاس واپس نہیں جا سکتے۔ تم ہمیشہ اپنی فیملی کے پاس واپس آسکتے ہو۔ ہر انسان واپس آسکتا ہے۔ بھلے تم نے غلطی اکیلے کی ہو۔ لیکن اس غلطی کو سدھارنا ایک فیملی نے مل کر ہوتا ہے۔ جو غلطی تم نے کی، اس کو ہم undo نہیں کر سکتے۔ لیکن ہم ڈیمج کنٹرول کر سکتے ہیں۔ ادھر دیکھو، میری طرف۔"

بیر بل نے گلہ آمیز گیلی آنکھیں اٹھا کے اسے دیکھا۔

"جانتا ہوں کہ تم مجھ سے ناراض ہو۔ تمہیں میرے اوپر بہت سی چیزوں کا بہت سا غصہ ہے۔ لیکن اپنے سارے غصے اور شکوے کے باوجود میں تم سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔"

ماہر اس کی آنکھوں میں دیکھ کر پوچھ رہا تھا۔

"کیا تمہیں میری ججمنٹ پہ بھروسہ ہے؟"

بیر بل نے دانت سے لب کاٹے۔ خاموشی سے اسے دیکھے گیا۔

"کیا تمہیں ماہر فرید پہ اتنا بھروسہ ہے کہ تم وہی کرو جو میں کہنے جا رہا ہوں؟"

چند لمحے ایسے ہی خاموشی سے گزرے۔

"مجھے معلوم ہے مجھے کیا کرنا ہے، ماہر۔ میں ابھی کمرے میں واپس جاؤں گا۔ میں اسے نیند سے جگاؤں گا۔ اور میں اسے اسی وقت اپنی زندگی سے نکال دوں گا۔ اور پھر..." وہ جذبات سے تیز تیز کہہ رہا تھا کہ ماہر نے زور سے اس کا کندھا دبایا۔

"کیا تمہیں میری ججمنٹ پہ بھروسہ ہے؟" اس کی آواز قدرے بلند ہوئی۔

بیر بل رک کے اسے دیکھنے لگا۔ پھر اس کے کندھے ڈھیلے پڑے۔ماہر کی آنکھوں میں اتنی سختی تھی کہ اس نے دھیرے سے سر اثبات میں ہلایا۔

"بھروسہ ہے۔"

"میں تم سے صرف ایک سوال پوچھوں گا۔" وہ ٹب کے کنارے پر بیٹھا ایک کے بعد ایک سوال پوچھ رہا تھا۔

"تم سوزین کے ساتھ رہنا چاہتے ہو یا نہیں؟"

بیر بل کا چہرہ پھر سے سرخ ہونے لگا۔ سختی سے نفی میں سر ہلایا۔

"میں اس کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔"

"پھر تم وہی کرو گے جو میں کہوں گا۔" ماہر نے دونوں ہاتھ نیچے گرا دیے اور اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر ایک ہتھیلی اس کی جانب بڑھائی۔

"اپنا موبائل دو۔"

بیر بل نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔ پھر دائیں بائیں۔ پھر واش بیسن کے کنارے رکھا موبائل دکھائی دیا۔

"وہ رکھا ہے۔"

ماہر نے موبائل اٹھایا۔ پاور کا بٹن دبایا اور جب اس کی اسکرین بجھ گئی تو اسے جیب میں ڈال لیا۔ پھر لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہوا۔ وہیں سنک کے کنارے کھڑے کھڑے چند بٹن دبانے لگا۔ پھر اندر جا کے واپس آیا تو ہاتھ میں ایک فلیش تھی۔

"کیا کر رہے ہو؟"

"بتاتا ہوں۔" بیر بل نے دوبارہ نہیں پوچھا۔ وہ دیکھ سکتا تھا کہ ماہر کیا کر رہا تھا۔

چند ثانیے گزرے۔ پھر ماہر نے لیپ ٹاپ شٹ ڈاؤن کیا۔ ٹشو سے اسے ایک دفعہ پھر سے پونچھا اور اپنے فون پہ ایک نمبر ملانے لگا۔ بیر بل ناسمجھی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ آنسو رک چکے تھے۔

"عمار، ابھی اسی وقت ہمارے گھر آؤ۔ تم نے بیر بل کو کہیں لے کے جانا ہے۔"

بیر بل کے ابرو استعجاب سے اٹھے۔ اگلے ہی لمحے وہ تیزی سے پانی سے بھرے ٹب میں اٹھ کھڑا ہوا۔ بہت سی چھینٹیں دائیں بائیں گریں۔ سوئیٹ شرٹ گیلی ہو کے نیچے لٹک رہی تھی۔

"کیا مطلب؟ میں کہاں جا رہا ہوں؟"

ماہر نے فون نیچے کیا اور انہی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"کیا تمہیں مجھ پہ بھروسہ ہے؟"

"مجھے ہے۔ لیکن مجھے سوزی سے بات..."

"تم اس سے کوئی بات نہیں کرو گے۔ جب تک میں نہیں کہوں گا تم اس سے کچھ نہیں کہو گے۔ تم بودرم جا رہے ہو۔ وہاں تمہارے دوست کا ہوٹل ہے۔ تم کچھ دن وہیں رہو گے۔ کسی سے بات نہیں کرو گے سوائے میرے۔ اور اس سب کو پراسیس کرنے کی کوشش کرو گے جو ہوا ہے۔"

"لیکن..." بیر بل نے ہونٹ دانت سے کاٹا۔ پھر سر کو خم دیا۔ "اوکے۔" اس کے اندر جیسے مزید توانائی نہیں تھی۔ سر درد کر رہا تھا اور جسم جیسے نچڑ چکا تھا۔ وہ ننگے پیر باتھ ٹب سے نکلا تو پانی کی دھاریں ٹراؤزر سے گرتی ہر جگہ بہتی گئیں۔

"تم اپنے کمرے میں بھی واپس نہیں جاؤ گے۔ فیضی حانم یہ لیپ ٹاپ واپس رکھ آئیں گی۔ اور تم..." وہ لیپ ٹاپ ہاتھ میں لیے باہر کمرے میں آیا۔ پھر اپنی وارڈروب کی طرف اشارہ کیا۔ "میرے کپڑے پہنو اور عمار کے آتے ہی تم اس کے ساتھ یہاں سے چلے جاؤ گے۔ تمہارے ڈاکومنٹس فیضی حانم نکال لائیں گی۔"

اب وہ فیضی حانم کو اٹھانے جا رہا تھا۔ چند منٹ بعد جب وہ لیپ ٹاپ رکھ کے سوتی ہوئی سوزین کے کمرے کا دروازہ بند کر کے واپس کمرے تک آئیں، تو دیکھا... بیر بل سفید چہرے اور گیلے بالوں کے ساتھ صاف پینٹس اور سوئیٹر پہنے بیٹھا تھا۔ چہرہ بالکل سپاٹ تھا اور کمرے کے فرش پر جگہ جگہ پانی تھا جو باتھ روم سے یہاں تک آیا تھا۔ عمار باہر پہنچ چکا تھا اور ماہر اب بیر بل کو ساتھ لیے راہداری کی طرف جا رہا تھا۔ وہ بار بار مڑ کے اپنے کمرے کی جانب دیکھتا لیکن ماہر اسے کہنی سے پکڑ کے باہر کی جانب لے گیا۔

"تم نے اس سے کوئی بات نہیں کرنی۔ اب جو بات کروں گا وہ میں کروں گا۔"

بیر بل نے شکست خوردہ انداز میں سر ہلایا۔ فیضی حانم دونوں کو افسوس سے جاتے دیکھتی رہیں۔ یہاں تک کہ وہ دروازے کے پار غائب ہو گئے۔ چند لمحوں بعد ماہر اکیلا آتا دکھائی دیا۔ اپنے کمرے کی چوکھٹ پہ کھڑے ہو کر اس نے ناپسندیدگی سے اندر گرے پانی کو دیکھا اور پھر ہاتھ کو گھما کے اشارہ کیا۔

"پلیز۔"

فیضی حانم نے سر اثبات میں ہلا دیا۔ وہ جانتی تھیں کہ جب تک اس کا باتھ روم اور کمرہ مکمل طور پہ خشک نہیں ہو گا، وہ دوبارہ اس میں قدم نہیں رکھے گا۔ وہ چپ چاپ صفائی کا سامان لینے اسٹور کی جانب بڑھ گئیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اگلی صبح بہت ٹھنڈی سی طلوع ہوئی تھی۔ سورج کہیں بادلوں کے پیچھے تھا اور درجہ حرارت مزید گر چکا تھا۔ استنبول کی مسجدوں کے پیالہ نما گنبدوں کے اوپر سے بگلے پھڑ پھڑا کے اُڑ رہے تھے۔ ایسے ہی چند بگلے اس ہوٹل کے ڈائننگ ہال کی کھڑکیوں پہ آبیٹھے تھے جہاں سے اندر کا منظر دکھائی دیتا تھا۔

قطار در قطار سفید میز پوش والی میزیں بچھی تھیں۔ اونچی مخملیں کرسیاں۔ نفیس کراکری اور چمکتی کٹلری۔ ایسی ہی ایک میز پہ کبیرہ سادان بیٹھی تھیں۔ ریشمی کافتان پہنے۔ کانوں اور انگلیوں میں بہت سے ہیرے زیب تن کیے۔ بوائے کٹ بال اور سموکی آئی شیڈ وسے مزین آنکھوں سے مسکراتی ہوئی وہ سامنے بیٹھے نوجوان کو دیکھ رہی تھیں۔

عالیان بفے سے اپنا ناشتا ڈال کے ابھی ابھی ان کے سامنے آ کے بیٹھا تھا۔ وہ جینز اور ہڈ والی جیکٹ میں ملبوس تھا۔ سنہرے بال کنگھی کر کے آج سمیٹ رکھے تھے۔ گوری رنگت صبح کی سردی کے باعث گلابی ہو رہی تھی۔ کبیرہ سادان نے مسکرا کے ایک نظر اپنی پلیٹ میں رکھے کروسونٹس اور کلیز کو دیکھا اور دوسری نگاہ اس کی پلیٹ پہ ڈالی جس میں ابلے ہوئے چند انڈے، اواکاڈو، ملٹی گرین بریڈ اور پھل رکھے تھے۔ ساتھ ہی گلاس میں سبز رنگ کی کوئی سمودی تھی جو وہ اپنے ساتھ فلاسک میں لایا تھا۔ ابلے انڈے کو اب وہ میش کر کے توس پر لگا رہا تھا۔ بفے میں انواع واقسام کی اشیاء موجود تھیں۔ اس کے باوجود وہ صرف یہی اٹھا کے لایا تھا۔

کبیرہ سادان کی گردن فخر سے مزید اونچی ہوئی۔

"مجھے تمہاری صحت کے لیے ویلیوز اچھی لگتی ہیں۔"

عالیان نے دانت سے ٹوسٹ کترتے ہوئے چہرہ اٹھا کر انہیں دیکھا اور واپس خاموشی سے کھانے لگا۔ چند لمحے کے لیے خاموشی چھا گئی۔ دائیں بائیں میزوں پر چھری کانٹے چلنے کی آواز، قہوے کی خوشبو اور ہلکی پھلکی گفتگو جاری تھی۔ سفید اجلی وردی میں ملبوس ویٹر ان کے قریب آیا اور نیپکن میں لپٹی کانچ کی بوتل سے ان کے گلاسز میں پانی بھرنے لگا۔ وہ چلا گیا تو وہ کھنکھاریں۔

"مجھے خوشی ہے کہ تم مجھ سے ملنے آئے۔ تم نے کہا تھا کہ تمہیں کچھ پوچھنا ہے۔"

عالیان نے سموودی کا گھونٹ بھرا اور پھر انہیں دیکھنے لگا جیسے کنفیوزڈ ہو۔ نہ جانے کیوں لیکن بہت دن بعد کبیرہ سادان کو محسوس ہوا تھا کہ جب وہ ان کے قریب ہوتا تھا تو بھلے وہ خفا ہو یا بے زار، اس کی شخصیت بدل جاتی تھی۔ وہ پولیس اسٹیشن میں ملنے والے جادوگر جیسا نہیں تھا جس نے خود کو خول میں بند کر رکھا تھا۔ اور چاہنے کے باوجود وہ اس خول کو توڑ نہیں پائی تھیں۔ اب اس کا خول چٹختا دکھائی دے رہا تھا۔

"میں نے کہا تھا نا، ماہر فرید میرے پاس آئے گا۔ وہ آیا تھا۔" وہ سادہ سے انداز میں بتانے لگا۔ کبیرہ کو لگا کہ وہ جو کہنے آیا تھا وہ نہیں کہہ رہا، بلکہ بات بدل دی ہے۔ وہ کروسونٹ کا ٹکڑا دانتوں سے کترتے ہوئے غور سے اسے دیکھے گئیں۔

ایک توقف کے بعد عالیان پھر سے کھنکھارا۔

"وہ مجھ سے پوچھ رہا تھا کہ نگینہ بیگم بچوں کا کیا کرتی تھیں۔"

"کیا کرتی تھیں؟"

عالیان نے کندھے اچکائے۔ "میں یہ ڈسکس کرنے یہاں نہیں آیا۔"

"پھر کیا ڈسکس کرنے آئے ہو؟"

اس نے جیسے تھوک نگلا۔ شاید وہ کوشش کر رہا تھا کہ اس کا خول نہ چٹخے۔ لیکن کچھ تھا جو بار بار اس خول میں دراڑ ڈال رہا تھا۔ اور ہر دراڑ کے ساتھ کبیرہ سادان کی مسکراہٹ اور ان کا اعتماد بڑھتا جا رہا تھا۔ وہ جتنا خود کو مضبوط اور بے نیاز ظاہر کر لے، وہ ایک چھوٹا سا لڑکا ہی تھا۔

"بتاؤ عالیان، کیا جاننا چاہتے ہو؟"

عالیان نے آنکھیں اٹھا کے ان کی آنکھوں میں دیکھا۔

"جب میں نے ہلال کا ذکر کیا تو ماہر فرید کے چہرے پہ ایک تاثر ابھرا۔ اس تاثر نے مجھے یہ باور کرایا کہ اگر میں کبھی ہلال کے قریب گیا تو وہ واقعی مجھے جان سے مار دے گا۔"

کبیرہ کی آنکھوں میں الجھن ابھری۔

"تمہارا ہلال سے کیا لینا دینا؟"

ان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ ہلال کا ذکر ان سے کیوں کر رہا تھا۔

"بات ہلال کی نہیں ہے۔ اس تاثر کی ہے جو میں نے ماہر فرید کی آنکھوں میں دیکھا تھا اپنی بہن کے لیے۔"

ایک لمحے کے لیے وہ کچھ بول نہیں سکیں۔

"میری بھی ایک بہن ہے۔ ہے نا؟"

کبیرہ سادان کی آنکھوں کے گوشے بھیگنے لگے۔ انہوں نے آہستہ سے اثبات میں سر ہلایا۔

"وہ پاکستان میں ہے۔ گھر پہ۔"

عالیان خاموشی سے بلیک کافی کے گھونٹ بھرنے لگا۔ اور وہ اسی امید سے اسے دیکھے گئیں۔

"کیا تم کبھی اس سے ملنا چاہو گے؟"

"نہیں۔" وہ ایک دم تیزی سے بولا۔ پھر ہلکے سے کندھے اچکائے۔ "میری کوئی جذباتی وابستگی نہیں ہے آپ کی بیٹی کے ساتھ۔ میں اس سے مل کے کیا کروں گا؟ لیکن..." اس نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔ جیسے ان کے چہرے پہ کچھ کھوج رہا ہو۔

"آپ اس کی شادی زیاد سے کیوں کروانا چاہتی تھیں؟ کیا اس سے بہتر کوئی انسان آپ کو نہیں ملا تھا؟"

عالیان اور ماہر فرید کی ملاقات کے وقت کبیرہ سادان وہاں موجود نہیں تھیں۔ اس کے باوجود وہ جانتی تھیں کہ عالیان کی آنکھوں میں وہی تاثر تھا جو اس نے ماہر کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔ وہ پورے دل سے مسکرا دیں۔

"اس وقت مجھے وہی مناسب لگتا تھا۔ اچھا ہی ہوا ایسا نہیں ہوا۔"

"پھر؟ کیا بنا اس کی شادی کا؟" وہ بظاہر سرسری انداز میں بولا تھا۔ کبیرہ بیگم نے شانے اچکا دیے۔

"کوئی اچھا رشتہ ملے گا تو کروں گی۔"

عالیان نے آنکھیں چھوٹی کر کے غور سے انہیں دیکھا۔

"آپ جس سوشل کلاس سے تعلق رکھتی ہیں اور جتنی دولت آپ کے پاس ہے، کیا آپ کو کبھی اپنی بیٹی کے لیے کوئی ڈھنگ کا رشتہ نہیں ملا؟" وہ جیسے حیران ہوا تھا۔

کبیرہ سادان نے ایک دفعہ پھر کندھے اچکائے۔

"کوئی اس قابل نہیں تھا۔ سمپل۔ اور ویسے بھی..." انہوں نے جیسے تھوک نگلا۔ "وہ گھر کا خیال کرتی ہے۔ میرا خیال کرتی ہے۔"

کافی کا کپ ہونٹوں تک لے جاتے ہوئے عالیان ٹھہرا۔ رک کے ان کا چہرہ دیکھا۔

"آپ کو خیال کی کیا ضرورت ہے؟ آئی مین، آپ بیمار تو نہیں ہیں۔"

کبیرہ سادان نے پھر سے تھوک نگلا۔ "میں کسی اور کے ہاتھ کا کھانا پسند نہیں کرتی۔ نہ ہی میرے کمرے کی صفائی ملازم کر سکتے ہیں۔ اور میرے برتنوں کو کوئی اور ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ وہ یہ سب چیزیں دیکھتی ہے۔ اور اب ویسے بھی میں ڈرتی ہوں کہ کہیں اس کا رشتہ کسی نامعلوم انسان سے کر دیا اور وہ زیاد سلطان جیسا نکلا تو میں کیا کروں گی۔ اس سے بہتر ہے کہ وہ اپنی ماں کے ساتھ رہے۔ حفاظت میں۔"

عالیان بہت دھیرے سے پیچھے ہوا۔ آنکھیں چھوٹی کر کے تعجب سے وہ ابھی تک ان کو دیکھ رہا تھا۔

"لیکن یہاں پہ آپ ریسٹورنٹ کا بنا ہوا کھا رہی ہیں۔"

"ریسٹورنٹ کی بات الگ ہے۔ پاکستان میں ملازموں کو رشوت دینا بہت آسان ہے۔ وہ کسی کے کھانے میں کوئی بھی تعویذ یا پھونکی ہوئی جادو کی شے ملا سکتے ہیں۔ اس لیے کافی عرصے سے میں نے یہ ڈپارٹمنٹ عنایہ کو دے دیا ہے۔"

عالیان کے ابرو حیرت سے اونچے ہوئے۔

"یعنی آپ اپنی بیٹی کی شادی اسی لیے نہیں کر رہیں کیونکہ وہ آپ کو جادو سے بچاتی ہے اور آپ کو کسی ملازم پہ بھروسہ کر کے خود کو جادو کا شکار نہیں کرنا؟"

کبیرہ سادان نے غیر آرام دہ انداز میں پہلو بدلا۔

"ایسی بات نہیں ہے۔ وہ میرا خیال کرتی ہے۔ اور میں نے کہا نا، ابھی تک کوئی ایسا رشتہ ملا ہی نہیں جو اس کے قابل ہو۔" پھر وہ آگے کو ہوئیں اور دونوں ہاتھ باہم پھنسا کے میز پر رکھے۔ غور سے اس کو دیکھا۔ "کیا تم عنایہ سے ملنا چاہو گے؟ میری بہت خواہش ہے کہ ہم تینوں ایک ساتھ ایک میز پہ بیٹھیں۔"

عالیان نے دھیرے سے نیپکن میز پر رکھا۔

"میں اس ملک سے اتنی آسانی سے نہیں نکل سکتا جتنا آپ سمجھتی ہیں۔" وہ بولا تو اس کے لہجے میں تناؤ تھا۔ "ماہر فرید نے نہ جانے آپ کے سامنے میرا کیا امیج بنایا ہے، لیکن حقیقت وہی ہے جو میں نے پولیس کو بتائی ہے۔ میرے بہت سے کلائنٹس پڑھائی کی وجہ سے مجھ سے چھوٹ گئے ہیں۔ میں ان کو اتنا ٹائم نہیں دے سکتا۔ اور ابھی تک میرے اوپر وہ قرضے موجود ہیں جو میں نے ان برسوں میں لیے تھے جب نگینہ بیگم نے مجھے چھوڑ دیا تھا۔ یعنی ان کا کام ٹھپ ہو گیا

تھا۔ ان کی ساری دولت زیاد سلطان کے پاس چلی گئی اور میں خالی ہاتھ رہ گیا۔ میں نے خود کو یہاں تک اپنی محنت سے پہنچایا ہے۔ اس لیے جب تک میرے قرضے نہیں اترتے، میں اس ملک سے نہیں نکل سکتا۔"

"کتنے قرضے ہیں؟ میں تمہاری مدد کر سکتی ہوں۔"

عالیان کے ابرو تلخی سے اکٹھے ہوئے۔ اس نے بے اختیار مگ پرے دھکیلا۔

"مجھے آپ کے پیسے نہیں چاہئیں۔ میں صرف اپنی بہن کے بارے میں پوچھنے آیا تھا۔ باقی جو بھی کرنا ہے میں خود کر لوں گا۔ میں نے کرپٹو میں انویسٹمنٹ کر رکھی ہے۔ کچھ عرصے میں اس کو بیچ دوں گا۔ پھر اپنے قرضے اتار کے اگر کبھی مجھے موقع ملا تو شاید آپ کے گھر آؤں اور شاید ہم تینوں ایک ساتھ بیٹھ سکیں۔" اس نے نیپکن سے ہونٹ تھپتھپائے اور اٹھ کھڑا ہوا۔

کبیرہ سادان نے گیلی آنکھوں سے مسکرا کے اسے اٹھتے دیکھا اور اثبات میں سر ہلایا۔ وہ اس سے زیادہ اس کو اپنے ساتھ نہیں بٹھا سکتی تھیں۔ جانتی تھیں کہ وہ کسی سپرنگ کی طرح اچھل کے دور چلا جائے گا۔ اپنی مرضی سے وہ ان سے جتنا تعلق رکھنا چاہتا تھا ان کے لیے یہی بہت تھا۔

بالآخر وہ تینوں ایک ساتھ ایک میز پہ بیٹھنے کے قریب تھے۔ کبیرہ، عنایہ اور عالیان۔ ان کی ہیپی اینڈنگ کی تکون۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سریار کی اپارٹمنٹ بلڈنگ پہ بھی وہ صبح ویسے ہی سرد طلوع ہوئی تھی۔ سوزین جس وقت اپنے کمرے سے نکلی اس کے بال گھنگریالے اور میک اپ مکمل تھا۔ البتہ لونگ روم کا منظر دیکھ کر بہت سے تاثرات ایک ساتھ چہرے پہ آئے۔ بھنویں اکٹھی کر کے کچن کاؤنٹر تک آئی اور ادھر ادھر بھاگتی فیضی خانم کو روکا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟"

فیضی حانم نے ایک سرسری سی نظر لونگ روم پہ ڈالی جہاں صوفے پر ایک سلیو لیس جیکٹ میں ملبوس مونچھوں والا آدمی ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا تھا اور چائے کی پیالی کے گھونٹ بھر رہا تھا۔ اس کی نگاہ ہلال کے کمرے کے دروازے پہ جمی تھی۔

"مالا کو کہیں جانا ہے۔ وہ اپنا بچہ چھوڑ کے جا رہی ہے۔ اس لیے ایک پولیس اہلکار یہاں رہے گا اور باقی باہر۔"

"گھر نہ ہوا فوسٹر ہوم ہو گیا۔" سوزین نے ناک سکوڑا۔ بے زاری سے سر جھٹکا اور اپنا مگ اٹھایا۔

"بیربل کہاں ہے؟"

"معلوم نہیں۔" فیضی حانم کندھے اچکا کے اوون کی طرف بڑھ گئیں تو سوزی نے سوچتی نظروں سے ان کی پشت کو دیکھا۔

"کیا وہ رات بھر گھر نہیں آیا؟"

"اس کے دوست کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔"

جواب فیضی حانم کے بجائے ماہر کی طرف سے آیا تو سوزی بے اختیار اپنی ہیلز پہ گھومی۔ سیڑھیوں سے اتر کے نیچے آتے ماہر کو دیکھ کر اس نے چہرے کے تاثرات درست کیے۔

"اوہ۔ کون سا دوست؟"

"شعیب۔"

"شعیب کون؟"

"جتنی خبر تمہیں اس کی پراپرٹی کی ہے اتنی دوستوں کی بھی ہونی چاہیے تھی۔ بہرحال اسے جلدی میں لندن جانا پڑا ہے۔ کافی دیر وہ تمہیں اٹھاتا رہا۔ لیکن غالباً تم کوئی دوا لے کر سو رہی تھیں۔" ایک ناپسندیدہ نظر سوزین پہ ڈال کے وہ آگے بڑھ گیا۔ رخ ہلال کے کمرے کی جانب تھا۔ سوزی نے مگ رکھا اور اس کے پیچھے آئی۔

ادھ کھلے دروازے سے اندر کا منظر دکھائی دیتا تھا۔ ہلال بیڈ کے ایک کنارے پر بیٹھی تھی۔ ساتھ ننھا بدر تھا۔ مالا سامنے پنجوں کے بل بیٹھی بدر کے بالوں میں ہاتھ پھیرتی کچھ کہہ رہی تھی۔ سوزی کو یہاں سے مالا کی پشت دکھائی دیتی تھی۔ ماہر بھی ان کے قریب جا رکا تھا۔

"میں شام تک آ جاؤں گی۔ تب تک تم ہلال کے ساتھ رہو گے۔ اوکے؟" وہ بچہ خاموشی سے اسے دیکھے گیا۔ پھر سر اثبات میں ہلا دیا۔ مالا نے گردن موڑ کے لاؤنج میں بیٹھے پولیس اہلکار کی جانب اشارہ کیا۔ (چوکھٹ میں کھڑی سوزی کو سر کے اثبات سے سلام کیا)

"وہ اچھا آدمی ہے۔ اوکے؟" اس نے نرمی سے کہا تھا لیکن بدر نے ایک دم تیزی سے سر اٹھایا اور اس طرف دیکھا۔ پھر واپس مالا کو۔ پھر اوپر ماہر کو۔ دوبارہ دروازے کی درز سے دکھائی دیتے پولیس آفیسر کو۔

پھر اس کے کندھے ڈھیلے پڑ گئے اور سر واپس جھکا لیا۔

ماہر نے اس کی نگاہوں کے تعاقب میں پولیس اہلکار کو دیکھا اور پھر واپس بدر کو۔ البتہ مالا اسی طرح کہے گئی۔

"بدر کا ناشتا بنا پڑا ہے۔ اور اورنج جوس بھی۔ بدر ناشتا کرے گا۔ ٹھیک؟" وہ اپنی بے بی لینگوئج میں اس کو ہدایات دے رہی تھی۔

ماہر نے ایک دفعہ پھر پولیس اہلکار کو دیکھا اور واپس بچے کو۔ وہ چونکا کیوں تھا؟ کیا اس نے پہلے اس اہلکار کو دیکھ رکھا تھا؟ یا کیا وہ کچھ اور دیکھ رہا تھا؟ لیکن نہیں، مالا کو تو کچھ محسوس نہیں ہوا۔ وہ اس کی ماں تھی۔ شاید وہ بچہ بار بار ایسے ہی چونکتا تھا۔ اگر اس کی ماں کے لیے یہ غیر معمولی نہیں تھا تو اسے فضول نہیں سوچنا چاہیے۔

وہ ہلکا سا کھنکھارا۔

"میں کوٹ لے کر آرہاہوں۔" اس کو اطلاع دی۔ مالا نے اثبات میں سر ہلایا اور اپنے بیٹے کو واپس اسی طرح ہدایات دیتی رہی۔ ماہر چوکھٹ میں سے گزر کے آگے بڑھ گیا۔ سوزی نے خاموشی سے اسے جاتے دیکھا اور پھر واپس مالا کو۔

جب وہ بالآخر بدر کو فیضی خانم کے حوالے کر کے اور ان کی بہت سی تسلی کے بعد وہاں سے پلٹی تو دیکھا سوزین کچن کاؤنٹر کے پیچھے کھڑی تھی۔ مالا رسمی سا مسکرائی اور گزر کے آگے جانے لگی تھی جب...

"تم اپنے بیٹے کا بہت خیال کرتی ہو۔ اس سے بہت پیار کرتی ہو۔ سو سوئیٹ۔"

مالا نے اسی طرح مسکرا کے سر کو خم کر دیا۔ سوزین کافی مشین میں بینز ڈالتے ہوئے آنکھیں اسی پہ جمائے ہوئے تھی۔

"لیکن سنو، جب بھی شادی کرنا.... کسی ایسے آدمی سے کرنا جو تمہیں تمہارے بچے کے ساتھ قبول کرے۔"

وہ جو راہداری کی طرف پلٹ رہی تھی، ان الفاظ پہ ٹھہر گئی۔ الٹے قدموں گھومی اور ٹھک ٹھک چلتی اس کے سامنے آئی۔

"اگر میں نے کبھی کسی مرد کو اپنی زندگی میں آنے دیا، تو اس مرد کو میرا احسان مند ہونا چاہیے کہ میں اپنے بیٹے کے معاملے میں اس پہ بھروسہ کر رہی ہوں۔ میرا بیٹا میری ذات کا حصہ ہے۔ کوئی مجھے میرے بیٹے کے ساتھ کیا قبول کرے گا؟ میں اپنے بیٹے کے لیے کسی مرد کو قبول کروں گی نا، تو اس کو شکر ادا کرنا چاہیے کہ میں نے اپنے بیٹے کو اس کی امان میں دیا ہے۔"

"اوکے۔ لیکن اتنا ہائپر ہونے کی کیا ضرورت ہے؟" سوزین نے ناسمجھی سے کندھے اچکائے۔ مالا نے ضبط سے مٹھی بھینچ لی۔

"کوئی مرد کسی بچے کی ماں سے شادی کر کے، اس بچے کو قبول کر کے اس پہ احسان نہیں کرتا۔ بلکہ عورت اگر اس مرد کو اپنے بچے کے قریب آنے دیتی ہے تو اس پہ احسان کرتی ہے۔ یاد رکھنا میری بات۔" ضبط سے ایک ایک لفظ چبا کے کہا، ایسے کہ چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔ پھر تیزی سے باہر نکل گئی۔

اس گفتگو سے بے خبر ماہر اوپر اپنے کمرے میں کھڑا الماری سے کوٹ نکال رہا تھا۔ ائیر پوڈز کانوں میں لگے تھے۔

"بیر بل کو ایک دوسرا نمبر لے کر دیا ہے۔ ابھی اس سے بات ہو گئی تھی۔ وہ بودرم پہنچ گیا ہے۔ کچھ دن وہیں رہے گا۔"

"گڈ۔" مالک فرید کی مشینی آواز ابھری۔ "اس کو سوزی سے بات تو نہیں کرنے دی؟"

"ہرگز نہیں۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"میک شیور کرنا کہ وہ اس سے بات نہ کرے۔"

"نہیں کرے گا۔"

"چچ چچ..." مالک فرید کے لہجے میں افسوس ابھر آیا۔ "براق اور سوزین؟ مجھے اس سے یہ امید نہیں تھی۔"

وہ جب تک نیچے آیا سوزین اپنا ناشتا کرتی کسی فون کال پہ مصروف تھی۔ یا شاید وہ بار بار بیر بل کو فون کر رہی تھی۔ پھر کندھے اچکا کے سر جھٹکا اور کسی اور کو فون ملا لیا۔ اس کا لیدر بیگ اس کے ساتھ تھا۔ غالباً وہ کام پہ جانے کے لئے تیار تھی۔ نیچے اترتے ماہر کو ایک نظر دیکھا۔ وہ اُونی کوٹ بازو پر ڈالے بلیک پینٹس پہ سفید ہائی نیک پہنے ہوئے تھا۔

"Have a nice day." وہ راہداری کی جانب مڑ رہا تھا جب سوزین نے پیچھے سے مسکرا کے کہا۔ اس نے ڈے کہا تھا یا ڈیٹ، ماہر فیصلہ نہ کر سکا۔ البتہ اس وقت وہ سوزین کے منہ نہیں لگ سکتا تھا۔

جب تک وہ مالا کے دروازے پہ پہنچا وہ باہر نکل رہی تھی۔ اس نے لمبا بھورا جرسی ڈریس اور اوپر سفید رنگ کا ہی اوور سائیزڈ سوئیٹر پہن رکھا تھا جس کے گریبان پہ سیاہ فاختہ جھولتی دکھائی دیتی تھی۔ بال کھلے تھے اور ہاتھ میں ٹوپی تھی۔ چہرے پر دو تین دانے نکلے تھے اور اس نے کوئی خاص میک اپ بھی نہیں کیا تھا۔ ابرو اکٹھے کیے وہ سنجیدہ دکھائی دے رہی تھی۔

"چلیں؟"

"ہوں۔" وہ اس کی طرف دیکھے بنا آگے بڑھ گئی۔ کوٹ اور بیگ ہاتھ میں اٹھا رکھا تھا۔ ماہر نے غور سے اس کی پشت کو دیکھا۔

"سب ٹھیک ہے؟" وہ اس کے پیچھے لفٹ تک آیا۔

"ہاں ٹھیک ہے۔" وہ اسی سنجیدہ چہرے کے ساتھ لفٹ میں داخل ہوئی۔ وہ اس کو نہیں دیکھ رہی تھی۔ بس لب بھینچے ہوئے تھے۔ وہ خاموش ہو گیا۔ ابھی چند منٹ پہلے بدر کے کمرے میں اس کو تسلی دیتی ہوئی، اس کو مسکرا کے دیکھ کے سر ہلاتی ہوئی مالا کا چہرہ مختلف تھا۔ اور اب جیسے کچھ ہوا تھا۔ لیکن چند منٹ میں ایسا کیا ہو سکتا تھا؟

لفٹ نیچے جا رہی تھی اور اس میں ایک تناؤ بھری خاموشی پھیلی تھی۔

"ویدر فورکاسٹ دیکھ لی تھی؟" اس نے برائے بات پوچھا۔

"ظاہر ہے۔" لفٹ کے دروازے کھلے اور وہ آگے بڑھ گئی۔ وہ ناسمجھی سے اس کے پیچھے آیا۔ Valet اس کی کار عمارت کے سامنے لا چکا تھا۔ اس دوران مالا خاموش تھی۔ نہ کوئی مسکراہٹ۔ نہ چہرے پہ نرمی۔ بس کار کی طرف آئی۔ پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ بیگ اور کوٹ وہاں رکھا اور فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ سیٹ بیلٹ باندھی اور اپنی کھڑکی کے باہر دیکھنے لگی۔

"کچھ ہوا ہے کیا؟" کار سڑک پر ڈالتے ہوئے وہ کھنکھارا تھا۔

"نہیں۔" وہ باہر دیکھ رہی تھی۔ ٹوپی گود میں رکھے ہوئے تھی۔

آج شہر خزاں آلود اور بے رونق تھا۔ کار میں ہیٹر آن تھا۔ البتہ باہر دسمبر کا سرمئی پن ہر جگہ پھیلا تھا۔ ماہر نے فون ہولڈر میں اپنا موبائل کھڑا کیا، میپ آن کیا اور کار ہائی وے پر ڈال دی۔ اس دوران چند ایک دفعہ اس نے کن انکھیوں سے کشمالہ کا چہرہ دیکھا تھا۔ وہ اسی طرح باہر دیکھے جا رہی تھی۔ کار میں صرف خاموشی تھی یا صندل کے کار فریشنر کی خوشبو۔

سڑک پہ نگاہیں جمائے ماہر فرید کے ذہن نے جمع تفریق شروع کی۔ ابھی بدر کو ڈراپ کرنے سے پہلے اس نے ماہر کو ٹیکسٹ کیا تھا کہ وہ کبھی استنبول سے باہر لانگ ڈرائیو پہ نہیں گئی اور وہ ایکسائٹڈ ہے۔ اور پھر جب وہ بدر کو چھوڑنے آئی تو ایکسائیٹڈ لگ بھی رہی تھی۔ اسی ایکسائٹمنٹ میں اس نے پوچھا تھا کہ چونکہ ڈرائیو لمبی ہے، تو کیا وہ راستے کے لئے سینڈوچز رکھ لے؟ اور جواب میں ماہر نے بہت سنجیدگی سے کہا تھا۔

"بالکل رکھ لو، شہر کے سارے ریسٹورنٹس تو ہڑتال پہ ہیں نا۔"

"اچھا؟ کیوں؟" پھر اگلے ہی لمحے سمجھ آنے پہ آنکھیں گھما کے آگے بڑھ گئی تھی۔

کیا اس نے اس بات کا برا منایا تھا؟ لیکن نہیں، اس کے بعد وہ ٹھیک تھی۔ پھر وہ اوپر اپنا کوٹ لینے گیا تھا۔ وہ واپس آیا تو وہ جا چکی تھی اور سوزی وہاں کھڑی تھی۔

اچانک سے ایک خیال اس کے ذہن میں کوندا۔

سوزی۔

"سوزی نے کچھ کہا ہے؟" اس نے چونک کے مالا کو دیکھا۔

"کہانا، کسی نے کچھ نہیں کہا۔" وہ جیسے چڑ کے بولی۔ لیکن وہ سمجھ چکا تھا۔ ان چند منٹ میں یقیناً سوزی کی طرف سے کچھ ہوا تھا۔ اسٹیئرنگ پر جمے اس کے دونوں ہاتھوں کی رگیں تن گئیں۔

"سوزی کو نظر انداز کرو۔ اس کی مدت اس گھر میں گنی جا چکی ہے۔"

مالا نے چونک کے اسے دیکھا۔ "کیا مطلب؟"

"بیربل اسے ڈائیورس دے رہا ہے۔"

کشمالہ ایک دم اس کی طرف پوری گھوم کے بیٹھی۔ ایسے کہ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔

"کیا مطلب؟ یہ کب ہوا؟"

"بیربل کو بالآخر سوزی کی اصلیت معلوم ہو چکی ہے اور اسی لیے وہ یہاں سے دور چلا گیا ہے۔ تب تک میں ڈائیورس پیپرز تیار کروں گا اور..."

"ایک منٹ... ایک منٹ۔ کیسی حقیقت؟ شروع سے بتاؤ۔" وہ جیسے اپنی ساری ناراضی بھول کے پوری اس کی طرف گھوم چکی تھی۔ ماہر فرید کو سوزی اور بیربل کی ڈائیورس کی خوشی پہلی دفعہ دل سے محسوس ہوئی تھی۔

کار میں پھیلا تناؤ ایک دم سے عنقا ہو چکا تھا۔

"بیربل کو اس پہ شاید شک تھا۔ اس لیے اس نے اس کی میک بک کھولی۔ واٹس ایپ پہ ایک لاک چیٹ تھی جس کو اس نے پڑھ لیا۔ اور اس چیٹ کے مطابق سوزی اس سے بے وفائی کر رہی تھی۔"

"مائی گاڈ!" وہ جیسے ششدر رہ گئی۔ سر دائیں بائیں ہلایا۔ پھر چونکی۔

"لیکن بیربل تو اس کے بہت آگے پیچھے پھرتا تھا۔ پھر اس نے اچانک اپنی بیوی کی جاسوسی کرنے کا کیسے سوچا؟" اسے جیسے یہ بات پسند نہیں آئی تھی۔

ماہر علی فرید نے سادگی سے کندھے اچکا دیے۔

"پتہ نہیں یہ آئیڈیا اسے کیسے آیا۔"

"اور اس نے سوزی کا فون نہیں کھولا بلکہ اس کی میک بک کھولی۔ یقیناً اس کے فنگر پرنٹ سے۔ یہ بھی کوئی اچھی حرکت نہیں تھی۔"

"بالکل۔ کافی غیر اخلاقی حرکت ہے۔" ماہر نے اس کی تائید کی۔

وہ ابھی تک افسوس سے سر دائیں بائیں ہلا رہی تھی۔

"لیکن پھر وہ یہاں سے چلا کیوں گیا؟ اس سے بات تو کرتا۔"

"پتہ نہیں۔ اس کی مرضی۔ وہ رکنا نہیں چاہتا تھا۔ مجھے کہا کچھ دن میں واپس آجائے گا۔ تب تک میں پیپرز وغیرہ بنوا لوں۔"

"لیکن بیربل ایسے اس کو کیسے چھوڑ سکتا ہے؟ وہ اس کی بیوی ہے۔ اسے ایک دفعہ سوزین سے بات کرنی چاہیے۔ کنفرنٹ کرنا چاہیے۔ یا وضاحت مانگنی چاہیے۔"

"اس چیز کے بعد وہ ساتھ کیسے رہ سکتے ہیں؟"

"نہیں رہ سکتے۔ مجھے معلوم ہے۔ اور میں بالکل نہیں کہہ رہی کہ بیربل کو اس کے ساتھ رہنا چاہیے۔ لیکن اس کو ایک دفعہ اپنی بیوی سے بیٹھ کے بات کرنی چاہیے۔ آخر ان دونوں نے شادی کی ہے۔ وہ اس کی گرل فرینڈ نہیں ہے۔ بیوی ہے۔"

"تم جانتی ہو یہ شادی کیسے ہوئی تھی اور کیوں ہوئی تھی۔ بیربل کی desperation اور سوزین کا لالچ۔ اگر یہ شادی ختم ہو رہی ہے تو بیربل کو چاہیے کہ جتنی جلدی ہو اسے ختم کر دے۔ تاکہ وہ اس چیز سے نکلے۔"

"مگر یہ شادی ہے، ماہر۔ جب انسان شادی کرتا ہے تو میاں بیوی مل کے ایک خیمہ لگاتے ہیں۔ پھر اس خیمے کی میخیں زمین میں اتنی مضبوطی سے گاڑتے جاتے ہیں کہ بھلے آندھی آئے یا طوفان، انہیں اپنے خیمے کو اڑنے نہیں دینا ہوتا ۔باہر جو کچھ ہوتا رہے، برف باری آئے یا کوئی جنگ چھڑ جائے، میاں بیوی اپنے خیمے کو تباہ ہونے سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان دونوں میں سے ایک اگر آندھی کے پہلے ہی جھونکے پہ خیمہ چھوڑ کے چلا جائے گا، تو یہ کمٹمنٹ تو نہ ہوئی۔ کم از کم اس سے بات تو کرتا۔ اس کی بات تو سنتا۔"

وہ افسوس سے کہتی باہر دیکھنے لگی۔ ماہر نے جواب نہیں دیا۔ وہ ہائی وے پر اگزیٹ لے رہا تھا۔ مالا کے پوچھے بنا بتایا۔

"فیول ڈلوانا ہے۔"

چند منٹ تک کار فیول اسٹیشن پر رکی رہی۔ وہ باہر نکل گیا۔ پھر فیول بھروا کے وہ مالا کی کھڑکی کی طرف آیا اور انگلی سے اس پر دستک دی۔ وہ جو سر پیچھے ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی، چونک کے اٹھی۔ پھر شیشہ نیچے کیا۔

"کافی پیو گی؟"

"ہاں لیکن میں تمہارے ساتھ آؤں گی۔" وہ سیٹ بیلٹ کھولنے لگی۔ پھر باہر نکل کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا تو اس کے کوٹ کے ساتھ ماہر کا کوٹ بھی رکھا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ ماہر کے کوٹ کو پکڑ کے ہٹاتی، وہ تیزی سے آگے بڑھا۔

"میں کر دیتا ہوں۔" جلدی سے اپنا کوٹ سائیڈ پہ کیا اور اس کا کوٹ اٹھا کے اسے دیا۔

"میں صرف اپنا بیگ لے رہی تھی۔" وہ اس کے ایک دم سے آگے بڑھنے پہ بے اختیار پیچھے ہوئی۔ ماہر نے جھک کے اس کا بیگ نکالا اور اس کے ہاتھ میں دیا۔ پھر دروازہ بند کر دیا۔ وہ کافی شاپ کی جانب بڑھ گئی۔

البتہ ماہر نے اپنے کوٹ کو دوبارہ سے تہہ کیا اور سیٹ کے دوسرے کنارے پر رکھ دیا تاکہ وہ مالا کے کوٹ سے دور ہے۔ پھر اس کے پیچھے آیا۔

جب تک وہ کافی شاپ کے اندر پہنچا وہ کافی کا آرڈر دے چکی تھی۔ وہ اس کے ساتھ آ کھڑا ہوا۔ پے منٹ کی۔ اور جب باریستا نے دونوں کپ ان کے سامنے رکھے اور ماہر نے اپنی کافی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو مالا نے اس کے کپ پر ہاتھ رکھ دیا۔

اس نے چونک کے مالا کو دیکھا۔ سر پہ سفید ٹوپی پہنے وہ سنجیدہ سبز آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"کیا؟"

"تم یہ کافی پوری ختم کرو گے۔ نہ گراؤ گے، نہ بچاؤ گے۔"

اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ بکھر گئی۔

"یس میم۔"

وہ انہی گلہ آمیز نظروں سے اس کافی snob کو دیکھے گئی۔ ہاتھ ابھی تک کافی کپ کے سامنے رکاوٹ بنا ہوا تھا۔

"نہیں گراؤں گا۔" ماہر کو پھر سے تسلی دینی پڑی۔ تب اس نے اپنا ہاتھ ہٹایا۔ بنا کوٹ کے چند لمحے کے لئے نکلنے پہ بھی، تھرمل اور سوئیٹر کی تہیں پہننے کے باوجود اسے شدید سردی لگنے لگی تھی۔ انہیں واپس کار میں بیٹھنا تھا۔

کافی ویسی ہی تھی جیسی کسی فیول اسٹیشن کی کافی مشین کی ہو سکتی تھی۔ ڈرائیو کرتے ماہر کے کپ میں کافی کی سطح تھوڑی ہی نیچے ہوئی تھی جب اس کے چہرے پہ ناپسندیدگی اترنے لگی۔ البتہ کن انکھیوں سے مالا کا چہرہ دیکھا جو بار بار اس کے کپ کو دیکھتی اور پھر سامنے دیکھتی اپنا گھونٹ بھرتی تھی۔ اسے یہ ختم کرنی تھی۔ وہ اس کا موڈ دوبارہ خراب ہونے کا رسک نہیں لے سکتا تھا۔

بادل نخواستہ اس نے بڑے بڑے چند گھونٹ بھر کے وہ کڑوا سیال مائع اپنے اندر اتارا۔ سفر خاموشی سے جاری تھا۔ اب کار کے ایک طرف پانی دکھائی دینا شروع ہو گیا تھا۔ البتہ آبادی کے ابھی کوئی آثار نہیں تھے۔

"پھر سے بتاؤ، ہم اغوہ کیوں جا رہے ہیں؟" وہ کھڑکی سے باہر پانی کو دیکھتی پوچھنے لگی۔

"وہاں ایک بوڑھا کپل رہتا ہے جو ٹیپیسٹری بناتے ہیں۔" مالا نے چونک کے اسے دیکھا۔

"ٹیپیسٹری؟" ماہر نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ہلال کو بھی انہوں نے سکھائی تھی۔ ہم چھٹیوں میں یہاں آتے تھے۔ وہ شیلے کے کپڑے سے ٹیپیسٹری اور پینٹنگز بناتے ہیں۔ یہ اغوہ کا مشہور کپڑا ہے جو ہاتھ سے بُنا ہوتا ہے اور اس میں سے سمندر کی خوشبو آتی ہے۔"

"انٹرسٹنگ۔" وہ سامنے دیکھتے ہوئے مسکرائی تھی۔

"ان کے پاس ایک ٹیپسٹری ہے۔ گھوڑوں کی۔ مجھے وہ بہت پسند ہے۔ وہ شیلے کے کپڑے پہ ہاتھ سے بنی ہوئی ہے۔ میں اس کو قرمزی عمارت میں اپنے آفس میں رکھنا چاہتا ہوں۔ لیکن وہ کسی قیمت پہ مجھے یہ دینے پہ تیار نہیں ہیں۔"

"اور تم چاہتے ہو کہ میں ان کو کنوینس کروں کہ وہ تمہیں یہ ٹیپسٹری دے دیں۔ کیا تم نے پیسے آفر کرنے کی کوشش نہیں کی؟"

جواب میں ماہر نے جیسے برا مان کے اسے دیکھا۔

"ہر چیز پیسے سے نہیں خریدی جاسکتی، کشمالہ خانم۔ اس ٹیپسٹری کے ساتھ ان کی جذباتی وابستگی ہے۔"

کشمالہ نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اوکے۔ مجھے کچھ بتاؤ ان کے بارے میں۔ وہ دونوں کون ہیں؟"

(وہ اغوہ کا ایک خوبصورت گھر تھا۔

قاسم پتی کے پھولوں سے مزین باغیچہ۔ پتھریلی روش۔ اختتام پہ زینے اور پھر دروازہ۔ چوکھٹ پہ بیلوں کی آرائش تھی۔

اندر جاؤ تو لکڑی کا ایک لونگ روم بنا تھا جس کی اونچی کھڑکیوں کے پردے ہٹے تھے اور ایک آرام کرسی پر قدرے بھاری سی عورت یوں بیٹھی تھی کہ پیر اوتومن پر رکھے ہوئے تھے۔ ہاتھ میں اُون کی سلائیاں تھیں اور ناک پہ عینک لگائے وہ انگلیوں کو سست روی سے گھماتی اُون کا سوئیٹر بُنتی جا رہی تھی۔ باب کٹ بال سلکی اور سفید تھے اور کانوں میں موٹی موٹی سونے کی بالیاں تھیں۔ وہ گاہے بگاہے نگاہ اٹھا کے نیلی آنکھوں سے گھڑی کو دیکھتی تھیں۔ پھر پیچھے کہیں کسی کو آواز دی۔

"ماہر ابھی تک نہیں پہنچا؟"

پیچھے کچن سے ایک بوڑھا آدمی آتا دکھائی دے رہا تھا۔ ڈریس پینٹ اور شرٹ پہ سوئیٹر پہنے وہ دھیرے دھیرے چلتا دو کپ اٹھائے ہوئے تھا جن سے بھاپ اُڑ رہی تھی۔ ہاتھوں میں لرزش تھی۔ اس کی گردن عمر رسیدگی کے باعث قدرے جھکی ہوئی تھی اور بال اپنی بیوی کی نسبت اڑے اڑے تھے۔ عام ترکش مردوں کے برعکس وہ بالکل کلین شیو تھا۔ لونگ روم میں آتے ہوئے گھڑی پہ ایک نگاہ ڈالی۔ پھر سر دائیں سے بائیں ہلایا۔

"نہیں۔ ابھی تک نہیں پہنچا۔"

سامنے کھڑکی کے ساتھ ایک چار بٹا پانچ فٹ کا فریم رکھا تھا جس کے اوپر موٹی سفید چادر ڈلی تھی۔)

"آغا اور بانو۔ وہ آرٹسٹ لوگ ہیں۔ بوڑھے ہیں۔ بیمار ہیں۔ اور ایک زمانے میں شیلے کے کپڑے کو ایکسپورٹ کرتے تھے۔ انہوں نے بہت سے ورکرز رکھے ہیں جو دریا کے کنارے جوق در جوق کھڑے آج بھی ہاتھوں سے شیلے کا کپڑا

بنتے ہیں۔ آغا کے ہاتھ میں رعشہ ہے جس کے باعث اسے ایک ٹیپسٹری بنانے میں کئی مہینے لگ جاتے ہیں۔ اس لئے ان کی ہر ٹیپسٹری ان کے لیے بہت قیمتی ہوتی ہے۔"

"پھر تمہیں ان سے ان کی ٹیپسٹری نہیں لینی چاہیے۔"

ماہر نے مزید برامان کے اسے دیکھا۔

"تم کس کی سائیڈ پہ ہو؟"

مالا نے شانے اچکا دیے اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

سورج کہیں بادلوں کے اوپر سے چمکنے کی کوشش کر رہا تھا اور سرمئی دن میں ہلکا سا سنہری پن اچھا لگ رہا تھا۔ البتہ مکمل طور پہ دھوپ نہیں نکلی تھی۔

کار اس بل کھاتی سڑک پہ آگے بڑھ رہی تھی جب وہ کھنکھارا۔

"وہ جو تم نے کہا خیمہ لگانے کے بارے میں..."

"خود سے نے نہیں کہا۔ کہیں پڑھا تھا۔" وہ گردن پوری موڑے باہر دیکھے گئی۔

"جو بھی تھا۔ کیا تم خود بھی اس پہ یقین رکھتی ہو؟"

"کس پہ؟"

"یہی کہ شادی ایک خیمہ لگانے کے جیسی ہوتی ہے۔ وہ خیمہ جس کو طوفان اور آندھی میں تھام کے بیٹھنا ہوتا ہے۔"

مالا نے چہرہ پورا موڑ کے اسے سنجیدگی سے دیکھا۔

"تم کیا پوچھنا چاہ رہے ہو؟"

اسٹیئرنگ پر جمے ماہر کے ہاتھوں کی رگیں مزید تن گئیں۔

"کیا تم نے کبھی دوبارہ اس خیمے کو لگانے کی کوشش نہیں کی؟"

مالا نے چہرہ ونڈ اسکرین کی جانب موڑ لیا۔

چند لمحے خاموشی سے گزرے۔ ایسی خاموشی کہ ماہر کو لگا وہ جواب نہیں دے گی۔ اور پھر...

"کی تھی۔"

اس نے چونک کے مالا کو دیکھا۔ وہ عام سے انداز میں سیدھ میں سڑک کو دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"چند ایک دفعہ مجھے ماہی نے اور کچھ فرینڈز نے ملوایا... کچھ لوگوں سے۔ اچھے، پڑھے لکھے، ہائی اچیونگ مرد۔ اچھی فیملیز کے۔ ان میں سے ایک وین کوور میں انویسٹمنٹ بینکر تھا۔ اور اس نے مجھے..."

"اٹس اوکے۔" وہ جلدی سے بولا۔ اس کا جیسے حلق تک کڑوا ہو چکا تھا۔ مالا نے بات وہیں چھوڑ دی۔ چہرہ موڑ کے کھڑکی کے باہر دیکھنے لگی۔

کار کے اندر اب کے جو خاموشی چھائی اس میں شدید تناؤ تھا۔ اس نے غلط سوال پوچھ کے غلط جواب سن لیا تھا۔

پھر تناؤ دھیرے دھیرے کم ہوتا گیا۔ وہ چھوٹی موٹی باتیں کرتے آئے۔ اس طرف کون سا علاقہ ہے؟ اوہ، دھوپ نکل آئی ہے۔ اس شخص نے ایسا لباس کیوں پہن رکھا ہے؟ کتنا راستہ رہ گیا ہے؟

یہاں تک کہ آبادی دکھائی دینے لگی۔ وہ دو دریاؤں کے درمیان بنا شہر تھا۔ اغوہ کا معنی بھی دو دریاؤں کے درمیان تھا۔ پانی کے کنارے ماچس کی ڈبیوں جیسے بہت سے اونچے نیچے گھر بنے تھے۔ اس شہر میں تقریباً ہر شے ہی پانی کے کنارے تھی۔

ماہر نے کار روکی تو وہ باہر نکلی۔ اپنا کوٹ نکالا۔ اسے پہنا۔ ٹوپی ٹھیک سے سر پر جمائی اور فرصت سے اطراف کا جائزہ لیا۔ وہ سڑک کنارے ایک ایسی گزر گاہ کے قریب تھے جس کے آگے پانی تھا اور ایک جانب لمبی روش بنی تھی جس پر جگہ جگہ میز کرسیاں رکھی تھیں اور رنگ برنگے لالٹین اوپر سے لٹک رہے تھے۔ اسے یوں ہی بلت یاد آیا۔

"یہاں رہتے ہیں وہ دونوں؟" حیرت سے ماہر کو دیکھا کیونکہ وہ کسی گھر کی توقع کر رہی تھی۔

"نہیں۔ پہلے ہم لنچ کر لیں۔"

مالا نے پوری آنکھیں کھول کے اسے دیکھا۔

"ہم ان سے ملنے آئے ہیں یا لنچ کرنے؟"

"ان سے ملنے آئے ہیں۔ لیکن میں نے ناشتا نہیں کیا تھا۔ صرف وہ کافی پی تھی جو..." بہت مشکل سے فیول اسٹیشن کی کافی کی شان میں کچھ کہنے سے خود کو روکا۔

"اور جو لوگ مجھے ٹیپسٹری دینے پہ تیار نہیں ہیں، تمہارے خیال میں وہ کچھ کھلائیں گے؟"

کشمالہ نے افسوس سے سر دائیں بائیں ہلایا اور میزوں کی جانب بڑھ گئی۔ وہ کار کو لاک کرتا اس کے پیچھے ہو لیا۔

"میں نے جو تم سے پوچھا کار میں..."

وہ دونوں آمنے سامنے لکڑی کی کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ اوپر رنگ برنگے قمقمے لٹک رہے تھے اور سامنے پر سکون پانی بہہ رہا تھا۔ یہاں پانی ندی کی صورت بہتا تھا۔ اس کے دوسرے پار بھی ایسی ہی میزوں کی قطار تھی اور کوئی دوسرا ریستوران تھا۔ دونوں کے درمیان پلیٹس رکھی تھیں جن میں مچھلی اور چند چٹنیوں کی ننھی کٹوریاں تھیں۔ ساتھ بریڈ کے ٹکڑے۔ گرم مچھلی۔ ٹھنڈی بریڈ۔

"اگر تمہیں برا لگا ہو تب بھی میں شرمندہ نہیں ہوں۔" وہ کہنیاں میز پر رکھے لقمہ لیتے ہوئے اسی انداز میں کہہ رہا تھا۔

وہ نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دی۔

"میں تو بتانے کو تیار تھی۔ تم سننا ہی نہیں چاہتے تھے۔"

"میں ان آدمیوں کی تفصیل نہیں پوچھ رہا تھا جن کو کبھی تم نے اس قابل سمجھا کہ تم ان کو اپنی زندگی میں شامل کرو۔"

سفید ٹوپی اور سبز آنکھوں والی لڑکی مسکرا کے اسے دیکھ رہی تھی۔ ماہر کے پیچھے ندی کی صورت پانی بہہ رہا تھا۔ دھوپ اس کی پشت پہ تھی۔ ہمیشہ کی طرح وہ دھوپ اور مالا کے درمیان تھا۔ کسی آڑ کی طرح۔

"میں یہ پوچھ رہا تھا کہ کیا تمہارے اندر دوبارہ اس خیمے کو لگانے کا حوصلہ ہے؟"

مالا کی مسکراہٹ مدھم ہوئی۔ اس نے بہت سا تھوک نگلا۔ آنکھیں البتہ ماہر پہ جمی تھیں۔

"تم جانتے ہو میں کس تکلیف سے گزری ہوں۔ یہ بھی جانتے ہو کہ میں نے پہلی شادی کتنی امید سے کی تھی۔ جیسے ہر لڑکی کرتی ہے۔ لیکن وہ نہیں چل سکی۔ اس کے بعد دوبارہ یہ قدم اٹھانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ خود کو تیار کرنا۔ لیکن یہی فرق ہوتا ہے مردوں اور عورتوں میں۔"

ماہر نے چونک کے اسے دیکھا۔ بریڈ توڑتی انگلیاں تھم گئیں۔

"عورت بھلے کمٹمنٹ کے لیے تیار نہ ہو، لیکن اسے کوئی بھروسے کے قابل مرد ملے تو وہ خود کو تیار کر لیتی ہے۔ لیکن مرد جب تک تیار نہیں ہوتے، وہ کمٹمنٹ نہیں کرتے۔ چاہے سامنے دنیا کی خوبصورت ترین لڑکی ہی کیوں نہ ہو۔ اور جب تیار ہو جائیں تو پہلی ہی دستیاب لڑکی سے شادی کر لیتے ہیں۔ چاہے وہ جیسی بھی ہو۔"

"جیسے بیربل... جب وہ تیار تھا تو اس نے سوزی سے..."

"نہیں، ماہر۔ میں بیربل کی بات نہیں کر رہی۔ میں تمہاری بات کر رہی ہوں۔ تم تیار نہیں تھے جب تم لاہور چھوڑ کے آئے تھے۔"

دریا کنارے رنگین قمقموں کے درمیان ایک لمحے کے لئے بالکل سناٹا چھا گیا۔

"ہر چیز اتنی پیچیدہ نہ ہوتی اگر تم اس وقت کچھ کہے بنا لاہور چھوڑ کے نہ جاتے۔ لیکن تم تیار نہیں تھے۔ تمہارے اندر اتنی ہمت ہی نہیں تھی کہ تم مجھے اپنا سچ بتا سکو۔ اگر تم مجھے اپنے منہ سے سچ بتا دیتے تو آج ہم ادھر نہ ہوتے۔ یا کم از کم میں نے تمہاری بات سنی ہوتی زیاد کے معاملے میں۔" وہ افسوس سے کہہ رہی تھی۔

"سارا قصور میرا ہے کیا؟"

"نہیں، میرا بھی ہے۔ غلط شخص پہ بھروسہ کیا۔ جس پہ کرنا چاہیے تھا اس پہ نہیں کر سکی۔" اس نے جھرجھری لے کے سر دائیں بائیں ہلایا۔ وہ اسی طرح اسے دیکھ رہا تھا۔

"اب کر سکتی ہو بھروسہ؟"

مالا نے آنکھیں اٹھا کے اسے دیکھا۔ ایک لمحے کے لیے اس کی آنکھوں میں کوئی تاثر نہیں تھا۔

"ہاں ٹھیک ہے۔ میں لاہور چھوڑ گیا تھا۔ لیکن تم استنبول چھوڑ کے نہیں گئیں۔ حالانکہ تمہارے پاس بدر کا ٹریول ڈاکومنٹ بھی ہے۔"

شاید اس کو لگا تھا کہ اس بات پہ وہ حیران ہو جائے گی۔ یا شاید شرمندہ۔ البتہ وہ اسی سنجیدگی سے اسے دیکھے گئی۔

"میں کیسے چھوڑ کے جا سکتی تھی؟ جب کہ ابھی ہماری گفتگو مکمل نہیں ہوئی تھی۔ وہ گفتگو جو تم نے پولیس اسٹیشن کے باہر شروع کی تھی۔"

ماہر کا سانس ایک لمحے کے لیے تھم گیا۔ اوہ۔ تو وہ اتنے دن سے اس کے گفتگو مکمل کرنے کی منتظر تھی۔ اور وہ اس کے جواب کا انتظار کرتا رہا۔

وہ دھیرے سے پیچھے کو ہوا۔ باکس سے چند ٹشو کھینچ کے نکالے۔ ہاتھوں اور ناخنوں کو خواہ مخواہ رگڑ کے صاف کرنے لگا۔ پھر نگاہ اٹھا کے اسے دیکھا تو وہ اسی سنجیدگی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"پولیس اسٹیشن کے باہر میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا تم اس شہر میں ٹھہر سکتی ہو۔ میں جانتا ہوں تمہارے لیے زندگی دوبارہ شروع کرنا بہت مشکل ہے۔ لیکن تم یہ کیوں سوچتی ہو کہ تمہیں ہر چیز اکیلے کرنی پڑے گی؟ ہر مرد اس ایک مرد کی طرح نہیں ہوتا جس کو تم نے اپنی زندگی کا پیمانہ بنالیا ہے۔"

"میں جانتی ہوں کہ ہر مرد اس جیسا نہیں ہوتا۔"

"تم یہ بھی جانتی ہو کہ میں نے کبھی تم سے موو آن نہیں کیا۔ کوشش کے باوجود نہیں کر سکا۔ زارا سے شادی کر رہا تھا کسی اور وجہ سے۔ مگر تمہارے بعد زندگی میں کوئی نہیں آیا۔ اور اب مجھے لگتا ہے کہ کوئی آ بھی نہیں سکے گا۔"

وہ کہہ رہا تھا اور وہ بس اس کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے پیچھے سے آتی دھوپ کا راستہ رک گیا تھا۔ صرف وہ تھا، اوپر نیچے لٹکتے قمقمے تھے اور ندی جیسا پانی۔

"میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تمہاری زندگی میں پہلے ہی بہت مسئلے ہیں۔ اور میں یہ بالکل نہیں کہہ رہا کہ اگر تم اس شہر میں رہ جاؤ، میرے لئے... میرے ساتھ... تو تمہارے سارے مسئلے حل ہو جائیں گے۔ زیاد کبھی تمہارا پیچھا نہیں کرے گا۔ یا بدر سے جڑے تمام اندیشے دور ہو جائیں گے۔ میں یہ بالکل نہیں کہہ رہا۔ میں صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ..."

اس نے دونوں مٹھیاں میز پر رکھیں اور آگے کو ہوا۔

"میں نے اور تم نے اپنی اپنی انا میں، غصے میں، غلط فہمی میں، بہت سا وقت ضائع کیا ہے۔ لیکن میرے ساتھ تم اکیلی نہیں ہو گی۔ جو خیمہ ہم نے لگانا ہے وہ ہم ایک ساتھ لگائیں گے۔ میں یہ وعدہ نہیں کرتا کہ کبھی کوئی آندھی نہیں آئے گی، یا طوفان ہم سے نہیں ٹکرائے گا۔ لیکن میں تمہارے ساتھ ہوں گا۔ تمہیں اور بدر کو میں ہمیشہ پروٹیکٹ کروں گا ۔ میں جانتا ہوں میری بہت سی چیزوں سے تمہیں بہت سے مسئلے ہیں۔ لیکن ایک چیز جس پہ تم کبھی شک نہیں کر سکتی، وہ میری فیلنگز ہیں۔ یہ پہلے دن سے اب تک نہیں بدلیں۔ حالانکہ درمیان میں تم نے بہت سے موقعوں پہ مجھے بہت غصہ بھی دلایا، بہت ہرٹ بھی کیا اور مایوس بھی۔ بہت دفعہ میں نے کوشش کی کہ میں کشمالہ مبین سے موو آن کر جاؤں۔ میں نے تمہاری ساری بری باتیں یاد کیں۔ اور ہاں، تمہارے اندر بہت سی بری باتیں ہیں، جن میں سے سب سے سرفہرست تمہارا ضدی پن ہے اور دوسروں کو بالکل shut out کر دینا۔ تم ہمیشہ جگہ چھوڑ کے چلی جاتی ہو ۔ تمہیں کنفرنٹ کرنے سے زیادہ فرار بہتر لگتا ہے۔ اور یہی بری باتیں میرے اندر بھی ہیں۔ میں نے بھی بہت دفعہ یہی کیا ہے۔ اس سب کے باوجود میں یہ جانتا ہوں کہ کوئی مجھے تم سے زیادہ سمجھ نہیں سکتا۔ اور تمہیں مجھ سے زیادہ کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ تمہیں مجھ سے اچھے لوگ بھی مل سکتے ہیں۔ لیکن اگر تم نے کبھی کسی کے اوپر دوبارہ بھروسہ کرنا ہی ہے، اور تمہیں لگتا ہے کہ تم زندگی دوبارہ شروع کرنا چاہتی ہو، تو کیا تم میرے اوپر بھروسہ کر سکتی ہو؟"

اس کو دیکھتی مالا کی سبز آنکھوں میں پانی بھرنے لگا۔ اس کے ہونٹ بند تھے۔

"کیا تمہیں میں ایسا انسان لگتا ہوں جس پہ بھروسہ کیا جا سکے؟"

مالا اسی طرح اسے دیکھے گئی۔ کچھ نہیں بولی۔

"تمہارے خیال میں، میں کون ہوں؟ کیسا انسان ہوں؟" ماہر کی آواز میں اب زخمی پن تھا۔ وہ جیسے تکلیف سے پوچھ رہا تھا۔ وہ کیا کہے گی؟ کلاسک مینوپولیٹر؟ جھوٹ اور سچ کو خلط ملط کرنے والا؟ فریب کار انسان؟ وہ کیا کہے گی اس کے بارے میں؟ وہ کیا رائے رکھتی تھی اس کے لیے؟ اور وہ کچھ کہہ کیوں نہیں رہی تھی؟

مالا نے پلکیں جھپکیں۔ بہت سے آنسو اندر اتارے۔ پھر کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی۔

"ہمیں واپس بھی پہنچنا ہے، ماہر۔ چلو۔"

وہ بیگ اٹھا کے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ماہر نے چہرہ اٹھا کے اسے دیکھا۔ وہ اس کو نہیں دیکھ رہی تھی۔ کچھ تھا جو اس کے اندر ڈوب کے ابھرا۔ پھر اس نے سر ہلا دیا۔ خاموشی سے چابی اٹھائی اور کچھ کہے بنا کار کی طرف چل دیا۔

وہ گفتگو مکمل کرنا چاہتی تھی اور اس دفعہ وہی گفتگو ادھوری چھوڑ رہی تھی۔ اب وہ دوبارہ اس گفتگو کو کیسے شروع کرے گا؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قاسم پتی کے پھولوں سے مزین باغیچہ ان کا منتظر تھا۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ البتہ ٹھنڈ اتنی تھی کہ اس باغیچے میں بیٹھنا ناممکن تھا۔ سو وہ دونوں لکڑی کے لونگ روم کے اندر لیدر کے صوفے پر ساتھ ساتھ بیٹھے تھے۔ ان کے سامنے اونچی کرسی پر بیٹھی بھاری بھر کم چھوٹے سفید بالوں والی بانو بیٹھی تھیں۔ ان کو دیکھ کے سلائیاں اور اُون گود میں رکھ لیا تھا۔ عینک اتار دی تھی اور ایکس رے کرتی نگاہوں سے پہلے ماہر کو دیکھا پھر مالا کو۔ سر سے پیر تک۔ پھر ماہر کو۔ وہ اسی طرح مسکرائے گیا۔

"کیسی ہیں آپ؟"

"ٹیپسٹری کے لیے آئے ہو؟" ابرو اٹھا کے پوچھتی بوڑھی بانو کا چہرہ سپاٹ تھا۔ نہ مسکراہٹ تھی نہ ہی کوئی خفگی۔ ماہر نے مسکرا کے سر کو خم دیا۔ وہ اپنی بزنس اسمائل چہرے پہ سجائے ہوئے تھا۔

"یہ مالا ہے۔" اس نے تعارف کروایا۔ مالا نے مسکرا کے سر اثبات میں ہلایا۔ بانو رسمی سا مسکرائیں۔ پھر واپس ماہر کو دیکھا تو مسکراہٹ کی جگہ سنجیدگی نے لے لی۔

"اور اس کو اپنی وکالت کرنے کے لیے ساتھ لائے ہو؟"

"Guilty as charged." وہ ہنوز مسکرا رہا تھا۔ مالا نے اپنا کوٹ اتار دیا تھا۔ البتہ ماہر گرم لونگ روم کے باوجود اپنے لمبے کوٹ میں ملبوس تھا۔

"خوش آمدید، مالا۔"

بوڑھا آدمی ٹرے اٹھائے اندر داخل ہوا تو ٹرے ہاتھوں کی کپکپاہٹ کے باعث ہلکی ہلکی ہل رہی تھی اور پیالیاں چھنک رہی تھیں۔ مالا تیزی سے اٹھی اور ان سے ٹرے لینی چاہی۔ لیکن انہوں نے مسکرا کے نفی میں سر ہلایا اور بدقت جھک کے ٹرے میز پر رکھی۔ اس میں چائے کی پیالیاں تھیں اور کپکپاہٹ کے باعث ذرا ذرا سی چائے باہر گری تھی۔

بانو نے افسوس سے آغا کو دیکھا پھر پیالیوں کو۔ آغا کسی عادت کی طرح ایک ٹشو باکس کی طرف جھکا، بدقت تین ٹشو نکالے اور پرچوں کے کناروں کو صاف کیا۔ پھر ٹشو ڈسٹ بن میں ڈالنے گیا۔ بانو کی نگاہوں نے تب تک اس کا تعاقب کیا جب تک وہ ساتھ رکھی کرسی پر آ کے بیٹھ نہیں گیا۔ اب وہ دونوں بوڑھے ان کے سامنے ایک جیسی کرسیوں پر خاموشی سے بیٹھے تھے۔ لیکن ایسی خاموشی جس میں بہت سا سکون تھا۔

"آپ دونوں کتنے عرصے سے ساتھ ہیں؟" مالا نے دلچسپی سے ان کو دیکھا تھا۔ اور ماہر نے اسے۔

بانو ہلکا سا مسکرائیں۔

"پینتالیس سال سے۔ ہمارے بچے اپنی اپنی یونیورسٹی، شادیوں اور اپنے بچوں میں مصروف ہو کے جا چکے ہیں۔ چھٹیوں اور تہواروں میں آتے ہیں۔ ایک کیئر ٹیکر ہے جو ہمارا خیال رکھتی ہے۔" ابرو سے کچن کی طرف اشارہ کیا جہاں سے کھٹ پٹ سنائی دے رہی تھی۔

ان دونوں کو ساتھ دیکھ کے کچھ تھا جو اس کے چہرے پہ لہرایا تھا۔ وہ مسکرا دی۔

"آپ کی انگلش بہت اچھی ہے۔ حالانکہ اس ملک میں لوگوں کی انگلش زیادہ اچھی نہیں ہوتی۔"

"میں ایک لمبا عرصہ انگلش ٹیچر رہی ہوں۔" بانو مسکرا کے بولیں۔ ان کا لہجہ برطانوی انگریزی کے جیسا تھا۔

"اگر میں آپ سے پوچھوں کہ زندگی نے آپ کو وہ کون سا سبق دیا جو آپ ہر ایک کو دینا چاہیں گی؟"

جواب میں بانو کی آنکھوں میں سوگواریت اتری۔

"زندگی نے مجھے ایک بات سکھائی ہے۔"

وہ جیسے سانس روکے سنے گئی۔

"کہ کوئی کسی کے ساتھ ہمیشہ نہیں رہتا۔"

لکڑی کے لونگ روم میں ایک اداس سی خاموشی چھا گئی۔

پھر ماہر کھنکھارا۔

"جیسے یہ ٹیپسٹری۔ یہ بھی آپ کے ساتھ ہمیشہ نہیں رہ سکتی۔ اس لئے میں اسے لینے آیا ہوں۔" وہ مسکرا بھی رہا تھا۔

بانو نے اسی تیکھی مسکراہٹ سے اسے دیکھا۔

"اور ہم یہ تمہیں کیوں دے دیں؟ تاکہ تم اس کو اپنے دفتر میں ٹانک کے بھول جاؤ؟ ہاں، تمہارا کوئی فارنر مہمان آئے گا تو تم فخر سے دو منٹ کے لیے رک کے اسے کہو گے کہ یہ شیلے کے دھاگوں سے بنی ہے۔ اس میں سے سمندر کی خوشبو آتی ہے۔ پھر تم ان کو بتاؤ گے کہ اغوہ کے شہر میں ابھی تک لوگ ہاتھ سے کپڑا بنتے ہیں۔ یہ کہہ کے تم دونوں آگے بڑھ جاؤ گے۔ تمہارے اس چند سیکنڈ کے فخر کے لیے، کیا ہم یہ ٹیپسٹری تمہیں یونہی اٹھا کے دے دیں؟"

ماہر نے گہری سانس لی۔ پیچھے ہو کے بیٹھا۔ ٹانگ پر ٹانگ جمائی اور سینے پر بازو لپیٹ لیے۔ جیسے اس کے بولنے کے لئے اب کچھ باقی نہیں بچا تھا۔ ابرو سے مالا کو اشارہ کیا۔

بانو اور آغا نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر اسی دلچسپی سے کشمالہ کو۔ چائے کی پیالیوں کو کسی نے چھوا تک نہ تھا۔

"تم چاہتی ہو کہ ہم یہ ٹیپسٹری اس کو دے دیں؟ اس روبوٹ کو؟ جو کسی دن اچھی قیمت ملنے پہ اس کو بیچ بھی سکتا ہے؟"

"کیا آپ نے پہلے کبھی ماہر کو کوئی ٹیپسٹری نہیں دی؟"

بانو نے نفی میں سر ہلایا۔

"اس نے کبھی مانگی ہی نہیں۔"

"اور اب وہ مانگ رہا ہے۔"

"کیونکہ ہمارا آرٹ ورک قیمتی ہے۔ اس کو اپنی عمارت میں لگانے سے اس کے آفس کی شان بڑھ جائے گی۔ لیکن ماہر فرید اس آرٹ کو اپنے تک محدود کر کے رکھنا چاہتا ہے۔"

"اور آپ کیا چاہتے ہیں؟"

دونوں بوڑھوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر اسے۔

"ہم اس کو اغوہ کے میوزیم میں رکھنا چاہتے ہیں تا کہ لوگ دور دور سے جب اس شہر میں آئیں تو وہ اس ٹیپسٹری کو دیکھیں اور انہیں اس سے سمندر کی خوشبو آئے۔"

مالا نے ٹانگ سے ٹانگ ہٹائی۔ صوفے پر قدرے آگے کو ہوئی۔ اس دوران ٹیک لگائے بیٹھے ماہر کی نگاہیں مالا اور اس بوڑھے کپل کے درمیان ٹینس بال کی طرح گھوم رہی تھیں۔

"میں آپ کی بات سمجھ سکتی ہوں۔ آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے آرٹ کی قدر کی جائے۔ اس کو بھلایا نہ جائے۔ یقینا اغوہ کے میوزیم میں اس کو بہت عزت دی جائے گی۔ سیاح آئیں گے۔ وہ اس کو دیکھیں گے۔ اس کے ساتھ لگی پلیٹ پر لکھی چند سطور پڑھیں گے۔ کوئی گائیڈ کھڑا ہوا تو وہ انہیں اس کے بارے میں مزید آگاہی دے گا۔ اور پھر وہ وہاں سے چلے جائیں گے۔ اور آپ کی پینٹنگ صرف اس چھوٹے سے شہر میں آنے والے سیاحوں تک محدود ہو جائے گی۔"

بوڑھی بانو خاموشی اور دلچسپی سے گال تلے انگلیاں رکھے مالا کو دیکھے گئی۔

وہ بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ بولتے ہوئے ایک کان کے پیچھے بال اڑس رہی تھی۔ کان ٹوپی نے چھپا رکھا تھا۔ بال سامنے سے ہٹے تو ان میں پہنی ننھی بالی واضح ہوئی۔ کھڑکی سے دھوپ اس بالی پہ لپکی اور ساتھ ہی اس کی سبز آنکھوں کو سنہرے رنگ میں تبدیل کرتی گئی۔

"لیکن اگر یہی پینٹنگ ماہر فرید کے آفس میں لگی ہو گی تو کیا ہو گا؟" وہ اسی نرمی سے کہہ رہی تھی۔ بالی چمک رہی تھی اور وہ اس کے نیم رخ کو دیکھے جا رہا تھا۔

"اس آفس میں سیاح نہیں آتے۔ وقت گزارنے، کھانے پینے اور شغل میلے کے لیے لوگ اس جگہ کا رخ نہیں کرتے۔ بلکہ وہاں دنیا بھر سے کاروباری افراد آتے ہیں۔ اپنی اپنی زندگیوں میں کامیاب اور ہائی اچیونگ لوگ۔ وہ وقت ضائع کرنے نہیں آتے۔ کسی مقصد کے لیے آتے ہیں۔ جب وہ اس آرٹ ورک کو ماہر فرید کے آفس میں دیکھیں گے تو وہ دیوار پر لگی پلیٹ پہ درج چند سطور نہیں پڑھیں گے۔ نہ ہی وہ کسی گائیڈ سے اس کے بارے میں رٹی رٹائی باتیں دریافت کریں گے۔ بلکہ وہ ماہر فرید سے اس کی کہانی پوچھیں گے۔ اور اس کہانی کو سنانے والا شخص ماہر بے سے بہتر کون ہو سکتا ہے، جو کئی گھنٹوں کی مسافت طے کر کے یہاں اس آرٹ کو آپ سے لینے آیا ہے۔ ورنہ وہ کسی بھی کاروباری شخص کی طرح پیسوں کا لفافہ تھما کے اس کو آرام سے اٹھا کے لے جا سکتا تھا۔"

بوڑھے آغا نے کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے ہی تھے کہ بانو نے اپنا استخوانی ہاتھ اس کے لرزتے گھٹنے پر رکھا۔ وہ پہلو بدل کر خاموش ہو گیا۔

ماہر نے ایک پیالی اٹھالی۔ ٹیک لگائے گھونٹ بھرتے وہ مسکراہٹ دبائے اسے بولتے سنتا گیا۔

"میں جانتی ہوں کہ آپ ماہر بے کو کیا سمجھتے ہیں۔ اور کچھ غلط بھی نہیں سمجھتے۔" وہ ماہر کو نہیں دیکھ رہی تھی۔ وہ ان کی آنکھوں میں دیکھ کے کہہ رہی تھی۔ یہ وہی مہربان اور نرم چہرہ تھا جو اس نے اوشن میں پہلی دفعہ اپنے سامنے دیکھا تھا۔ جب وہ وہاں جاب انٹرویو کے لیے گیا تھا۔ جب وہ کیف تھا۔ اور وہ صرف مالا۔ جب زندگی اتنی پیچیدہ نہیں تھی۔ اور جب حالات مختلف تھے۔

"ماہر بے واقعی ایک روبوٹ ہے۔ مشینی انسان۔ اس کو پیسے سے محبت ہے اور وہ بہت سے فیصلے پیسے بچانے یا پیسے جمع کرنے کے لیے لیتا ہے۔ ماہر چیزوں اور انسانوں کو manipulate بھی کرتا ہے۔ ہمیشہ سچ نہیں بولتا۔ اور پورا سچ تو شاید کبھی نہیں بولتا۔"

ماہر کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ دھوپ تیز ہو چکی تھی اور اس کا نیم رخ سے دکھائی دیتا چہرہ مکمل دمک رہا تھا۔

"جس ماہر فرید کو میں جانتی ہوں اس کے اندر یہ ساری مشینی خصوصیات موجود ہیں۔ لیکن وہ اس کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے۔ وہ مہربان بھی ہے اور قدردان بھی۔ وہ اپنی بات سے پھرنے والا مرد نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں کہ اپنی سب سے قیمتی چیز کے لئے اس پہ بھروسہ کرنا آپ کو بہت مشکل لگ رہا ہے۔ کیونکہ شاید آپ کے ساتھ زندگی نے پہلے کچھ ایسے دھوکے کیے ہوں گے کہ آپ ہر رسی کو سانپ سمجھتے ہوں اور دوبارہ بھروسہ کر کے بھروسہ ٹوٹنے کی تکلیف نہیں اٹھانا چاہتے۔"

ماہر نے پیالی کا ہینڈل دو انگلیوں سے تھام رکھا تھا البتہ اسے ہونٹوں تک نہیں لے کر جا رہا تھا۔ نگاہیں بس اس پہ جمی تھیں۔

"لیکن سارا مسئلہ یہ ہے کہ اگر ہم سب اپنی اپنی کمفرٹ زون میں بیٹھے رہیں گے اور بھروسہ کرنے کا رسک نہیں لیں گے، تو ہم ٹھہرے ہوئے پانی کی طرح متعفن ہو جائیں گے۔ بھروسہ تو کرنا ہو گا۔ Leap of faith تو لینا ہو گا۔ بھروسہ کر کے ایک جست تو لگانی ہو گی۔ اور اگر آپ کے سامنے ایک ایسا انسان موجود ہے جس سے آپ کو بہت سے گلے رہے ہوں، بہت مسئلے بھی درمیان میں آئے ہوں، اور آپ شاید اس کی ہر بات سے راضی نہ ہوں، تب بھی میں آپ سے کہوں گی کہ اس ایک انسان پہ آپ بھروسہ کر کے دیکھ لیں۔ یہ آپ کا دل نہیں دکھائے گا۔ اور یہ آپ سے کیا وعدہ بھی نہیں توڑے گا۔ کیونکہ ماہر اپنے سے جڑے لوگوں کے مان کو ہمیشہ رکھتا ہے۔ ان کی حفاظت کرتا ہے۔ اور ان کے لیے جو کر سکتا ہے، وہ کرتا ہے۔ اور اگر کبھی نہ کبھی آپ کو اس ٹیپسٹری کے لیے کسی پہ بھروسہ کرنا ہی ہے، تو پھر ماہر فرید کیوں نہیں؟"

ماہر کو لگا ایک گیلی سی گیند تھی جو اس کے حلق میں پھنس گئی تھی۔ شاید وہ ٹیپسٹری کی بات کر رہی تھی۔ شاید وہ ٹیپسٹری کی بات نہیں کر رہی تھی۔ لیکن وہ اسے نہیں دیکھ رہی تھی۔ وہ ابھی تک ان دونوں بوڑھوں سے کچھ کہے جا رہی تھی۔ لیکن جو اس کو سننا تھا وہ سن چکا تھا۔ اسے لگا اس کی اپنی آنکھوں میں پانی آ رہا ہے تو اس نے ٹانگ سے ٹانگ ہٹائی، انگلی کی نوک سے اسے صاف کیا۔ اتنی مہارت سے کہ کوئی اسے دیکھ نہ سکے۔ پھر سیدھا ہو کے بیٹھا اور اپنی بزنس اسمائل واپس چہرے پر سجائے گفتگو کی طرف متوجہ ہوا۔ بوڑھی بانو مسکراتے ہوئے سر ہلا رہی تھیں۔

"تم لوگ یہ ٹیپسٹری لے جا سکتے ہو۔" آغا نے ایک نظر اپنی بیوی کو دیکھا۔ وہ کسی بات سے غیر آرام دہ تھا۔ پھر کندھے اچکائے۔ ساتھ ہی وہ سر دائیں بائیں ہلا رہا تھا۔ جیسے وہ مزید کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔

مالا نے مسکرا کے اس کی جانب چہرہ موڑا تو وہ مسکرایا۔ مالا کی آنکھیں بھیگی ہوئی نہیں تھیں۔ لیکن ان میں ایک گلابی پن تھا جس کو وہ پہچانتا تھا۔

آغا اٹھا اور جھکے ہوئے کندھوں کے ساتھ کھڑکی تک آیا۔ ماہر تیزی سے ساتھ کھڑا ہوا اور اس کے ہمراہ کپڑے میں لپٹی ٹیپسٹری اٹھائی۔

اب وہ تینوں ماہر کی کار کے ساتھ کھڑے تھے۔ ٹرنک میں ٹیپسٹری کو احتیاط سے رکھ کے ماہر نے ٹرنک بند کیا۔ وہ آغا کو مسکرا کے الوداع کہتی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ رہی تھی۔ ماہر اس کی کھڑکی کے پاس جھکا۔

"میں بانو کو خدا حافظ کہہ آؤں۔" مالا نے سر اثبات میں سر ہلایا اور سیٹ بیلٹ پہننے لگی۔ وہ تیز قدموں سے چلتا لکڑی کے زینے عبور کرتا اندر آیا۔ ہر قدم کے ساتھ لکڑی کا فرش چٹختا تھا۔

بانو ونگ چیئر پر اسی طرح پاؤں اونچے کیے بیٹھی تھیں۔ ابھی تک انہوں نے سلائیاں نہیں اٹھائی تھیں۔ ہاتھ صوفے کے ہتھ پر جمائے وہ مسکرا کے اسے آتے دیکھ رہی تھیں۔ وہ تیز قدموں سے چلتا ان کے قریب آیا۔ پھر دونوں ہاتھ باہم ملائے سر کو خم دیا۔

"بہت شکریہ۔"

"یہ اچھی لڑکی ہے۔ اس کو کھونا مت۔"

ساتھ ہی بانو نے اپنی لکڑی کی اسٹک اٹھائی۔ اسے اونچا کیا یہاں تک کہ اس کا دوسرا سرا ماہر کی کہنی تک پہنچا۔ کہنی کو ہلکا سا چھوا اور پھر اسٹک کو میز تک لے گئیں۔ میز پر دو دفعہ نرمی سے اسے مارا۔

"ڈرامہ ختم ہوا تمہارا؟ اب پیسے رکھو۔" گھور کے کہا تھا۔

ماہر نے تابعداری سے سر کو خم دیا۔ کوٹ کی جیب میں سے پھولا ہوا لفافہ نکالا اور میز پر رکھا۔

"تھینک یو۔ آغا کو سنبھال لینا۔ اس کے منہ سے کچھ نکلنے ہی والا تھا۔"

بانو نے مسکرا کے سر جھٹکا اور ہاتھ سے اسے جانے کا اشارہ کیا۔ وہ انہی تیز قدموں سے چلتا باہر نکل گیا۔

اب آغا برآمدے میں کھڑا ان کی کار کو پیچھے ریورس ہو کے سڑک پر جاتے دیکھ رہا تھا۔ ساتھ ہی وہ سر افسوس سے دائیں بائیں ہلا رہا تھا۔

"دھوکے باز... مینوپولیٹر..." ساتھ ہی وہ مسکرا بھی رہا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

واپسی کا سفر اتنا طویل نہیں تھا جتنا صبح آتے ہوئے لگا تھا۔ سرما کا دن چھوٹا اور جلد دم توڑ دینے والا تھا۔ روشنی کم ہو رہی تھی اور ان کی کار خاموشی سے سڑک پر دوڑ رہی تھی جب باہر دیکھتی مالا کو احساس ہوا کہ ماہر نے رفتار سست کر دی ہے۔ اس نے چونک کے ماہر کو دیکھا۔ وہ سڑک کنارے ایک جگہ پارکنگ تلاش کر رہا تھا۔ مالا کچھ پوچھنے لگی پھر ہونٹ واپس سی لیے۔ وہ جانتی تھی کہ وہ کار کیوں روک رہا تھا۔

وہ گفتگو ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی اور ماہر فرید ادھوری چیزوں کو مکمل کرنا سیکھ رہا تھا۔

یہ ڈھلان کے اوپر کا ایک مقام تھا۔ سڑک کنارے ایک گھنا درخت تھا جس کے نیچے چند پتھر رکھے تھے۔ وہاں کھڑے ہو تو چند قدم دور سے کھائی شروع ہوتی تھی۔ نیچے پانی بہہ رہا تھا اور دائیں جانب کئی میل کے فاصلے پر چھوٹی چھوٹی ڈبیوں کی صورت اغوہ کے گھر دکھائی دیتے تھے جن کو اب وہ پیچھے چھوڑ آئے تھے۔

وہ چپ چاپ درخت تلے جا کھڑا ہوا تھا۔ چند لمحے وہ کار میں بیٹھی رہی۔ لیکن وہ جانتی تھی کہ وہ اس کے جواب کا منتظر تھا۔ مالا نے سیٹ بیلٹ کھولی۔ کار سے نکلی۔ ایک نظر بیک سیٹ کو دیکھا جہاں لاپروائی سے رکھا کوٹ اب کی دفعہ ماہر نے نہیں اٹھایا تھا۔ شاید اسے اتنی ٹھنڈ نہیں لگ رہی تھی۔

اس نے البتہ اپنا کوٹ نکالا۔ پہلے اسے سست روی سے پہنا۔ پھر بہت سا تھوک نگلا۔ ٹوپی کو مزید کانوں سے نیچے سرکایا۔ اور سینے پر بازو لپیٹے اس کے پیچھے آئی۔

وہ وہیں ڈھلان کے کنارے کھڑا دور نیچے پھیلی آبادی دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کے عین ساتھ آرکی۔ اس کی نگاہیں بھی آبادی پہ جمی تھیں۔ افق پہ سورج کی روشنی دم توڑ رہی تھی اور آسمان پہ جامنی روشنائی پھیلنے لگی تھی۔

"کیا تم ٹیپسٹری کی بات کر رہی تھی؟"

"میں ٹیپسٹری کی بات نہیں کر رہی تھی۔"

ماہر نے رخ اس کی طرف موڑا۔ پھر اس کے پیروں کو دیکھا اور ڈھلان کے کنارے کو۔ وہ بالکل کونے پر کھڑی تھی۔ اس نے ابرو سے پتھروں کی طرف اشارہ کیا اور خود پیچھے چلا آیا۔ ایک پتھر کے کنارے پر بیٹھا۔ مالا دوسرے پتھر پر آ کے بیٹھی۔ یوں کہ رخ اس کی جانب موڑ رکھا تھا۔ اب وہ اس کا نیم رخ نہیں دیکھ رہا تھا۔ بلکہ وہ اس کے سامنے تھی۔ وہاں آغا اور بانو کے گھر کی طرح دھوپ نہیں تھی۔ بلکہ جامنی اندھیرا پھیلنے کو بے تاب تھا۔ اس کے باوجود اسے مالا کی آنکھیں اپنے لئے اس سے پہلے اتنی شفاف نہیں لگی تھیں۔

"تم جانتے ہو کہ میرا دل کتنی بری طرح ٹوٹ چکا ہے۔"

"جانتاہوں۔"

"لیکن میں دنیا کی وہ واحد انسان نہیں ہوں جس کا دل ٹوٹا ہے۔ سب کا دل ٹوٹتا ہے۔ سب دھوکہ کھاتے ہیں۔ سب کو برے انسان ملتے ہیں۔ لیکن اگر میں اس خوف سے خود کو اونچے قلعے میں محفوظ رکھنے کی کوشش کروں گی کہ کہیں کوئی پھر سے نقب لگا کے اندر داخل نہ ہو سکے تو میں تو قید ہو گئی نا۔"

ماہر خاموشی سے اسے دیکھے گیا۔ سردی سے اس کی ناک سرخ پڑ رہی تھی اور آنکھوں کا گلابی پن واپس آ گیا تھا۔

"کچھ لوگ خود کو ایک برے واقعے کے بعد قلعے میں بند کر لیتے ہیں۔ میں بھی ان لوگوں میں سے ہوں لیکن مزید نہیں ہونا چاہتی۔ مجھے خود کو اس قلعے میں سے نکالنا ہے۔ لیکن میں ہر دوسرے انسان کے لیے خود کو اس قلعے میں سے نہیں نکال سکتی۔ مجھے نہیں لگتا میں زندگی میں کبھی کسی پہ بھروسہ کر سکتی ہوں، چاہے وہ ماہر فرید ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن اگر کسی ایک انسان پہ میں دوبارہ بھروسہ کرنے کی کوشش کر سکتی ہوں، تو وہ تم ہو۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہو گا کہ تم میرا دل نہیں دکھاؤ گے۔ کیونکہ سب انسان ایک دوسرے کا دل دکھاتے ہیں اور..."

ماہر نے کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے لیکن مالا نے ہاتھ اٹھا کے اسے خاموش کرا دیا۔

"اور ایسا بھی کبھی نہیں ہو گا کہ تم اور میں تلخ نہیں ہوں گے۔ اگر ہم ایک خیمہ ایک ساتھ لگاتے ہیں تو آندھی بھی آئے گی، طوفان بھی ہو گا اور کبھی نہ کبھی اس خیمے کو کوئی جلتا ہوا انگارہ چھو کے آگ بھی لگانے کی کوشش کرے گا۔ ہر انسان دوسرے کا دل کبھی نہ کبھی دکھا دیتا ہے۔ تلخ باتیں بول دیتا ہے۔ ایک وقت آتا ہے جب ہم انسان ایک دوسرے سے بے زار بھی ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہے مجھے کہ تم مجھ سے ہمیشہ سچ نہیں بولو گے۔ کیونکہ سارے مرد کہیں نہ کہیں جھوٹ ضرور بولتے ہیں۔ یہ بھی جانتی ہوں کہ تم جتنا بھی کہہ لو، تم ہمیشہ میری اور میرے بچے کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ نہ ہی تم میری زندگی کے باقی پرابلم حل کر سکتے ہو۔"

وہ ٹھہر ٹھہر کے بول رہی تھی۔ سبز آنکھوں سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے۔ عقب میں پہاڑیوں پہ دور دور تک اندھیرا پھیلتا جا رہا تھا۔

"ایسا نہیں ہو گا کہ تمہارے ساتھ ہونے سے میرے ماضی کے ٹراماز heal ہو جائیں گے، یا میں خود کو بدر کی مجرم سمجھنا چھوڑ دوں گی، یا بدر کبھی بولنے لگے گا، یا ہمارا خیمہ اس دنیا کا سب سے پرفیکٹ گھر ہو گا۔ مجھے یہ سب معلوم ہے۔ لیکن اس کے باوجود اگر کسی ایک انسان پہ میں بھروسہ کرنے کی کوشش کر سکتی ہوں، تو وہ تم ہو۔ کیونکہ میں یہ جانتی ہوں کہ ماہر کبھی اگر میرا دل بھی دکھائے گا، تو وہ اس دل کو واپس جوڑنے کی کوشش بھی کرے گا۔ اگر کبھی وہ مجھ سے حقیقت چھپائے گا تو میری حفاظت کرنے کے لئے۔ اس کے ساتھ لگایا گیا خیمہ بے شک دنیا کا بہترین خیمہ نہیں ہو گا لیکن وہ ایک ایسا انسان ہو گا جو عزت دینا جانتا ہو گا۔ خفا ہو گا تو بھی عزت دینا نہیں چھوڑے گا۔ غصہ ہو گا تب بھی ہاتھ نہیں اٹھائے گا۔ جانے یا انجانے میں دل دکھائے گا لیکن پھر بات کو کلیئر بھی کرے گا۔ تمہارے اوپر میں زندگی کی ہر چیز کا بھروسہ نہیں لا دسکتی۔ لیکن اتنا اعتماد مجھے تمہارے اوپر ہے کہ جو بھی مسئلہ راستے میں آئے گا، تم اس کو حل کرنے کی کوشش کرو گے اور بنا بات کیے جگہ کو چھوڑ کے نہیں جاؤ گے۔ کیا تم بھی مجھ پہ اتنا بھروسہ کر سکتے ہو؟"

مالا کی آواز میں تکان تھی۔ جیسے ایک لمبے سفر کے بعد وہ تھک چکی تھی۔ اس کو احساس بھی نہیں ہوا اور آنسو اس کی آنکھوں سے بہہ کے تھوڑی پر لڑھک رہے تھے۔ وہ چند لمحے آزردگی سے اسے دیکھے گیا۔ دانت سے ہونٹ کاٹتے ہوئے ماہر کو احساس نہیں ہوا کہ نچلے ہونٹ سے خون رسنے لگا تھا۔

"میں جانتا ہوں کوئی انسان کسی کی حفاظت نہیں کر سکتا نہ اس کے سارے مسئلے حل کر سکتا ہے۔ اور اگر میں تمہارے سارے مسئلے حل نہ بھی کر سکا، تب بھی میں کوشش کروں گا۔ مجھے تمہارے اوپر مکمل بھروسہ نہیں ہے کہ تم آندھی کے پہلے جھونکے پہ جگہ چھوڑ کے نہیں چلی جاؤ گی۔ لیکن میں بھروسہ کرنے کی کوشش کر سکتا ہوں کہ تم فرار کے بجائے مجھ سے ہمیشہ بات کرو گی۔ اور جو بھی مسئلہ ہو گا اس کو میرے سامنے رکھو گی۔ تم ہر مسئلے کو اکیلے حل کرنے کی کوشش نہیں کرو گی۔ بلکہ مجھے واقعی میں اپنا ساتھی سمجھ کے اپنے مسئلے میرے سامنے رکھو گی۔ اور ہم کبھی بات کیے بنا جگہ چھوڑ کے نہیں جائیں گے۔ ایک ساتھ خیمہ لگانے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ خیمے کی زمین میں کوئی کنکر، کوئی کرچیاں ہمیں زخمی نہیں کریں گی۔ لیکن کم از کم ہم ایک ساتھ ہوں گے۔ میں تمہارے اوپر یہ بھروسہ کرنے کی کوشش کر سکتا ہوں، اگر تم "ہمیں" ایک چانس دے سکو۔"

مالا نے ہتھیلی کی پشت سے آنکھیں رگڑیں۔ اس کے گال اور ناک سرخ ہو چکے تھے۔ پھر وہ ہلکا سا مسکرائی۔ اثبات میں سر ہلایا۔

"میں تمہیں اپنا جواب بتا چکی ہوں۔"

ماہر نے انگلی سے اپنے ہونٹ کو چھوا۔ پھر پورے کو دیکھا تو اس پر خون لگا تھا۔ اس نے ہتھیلی کی پشت سے ہونٹ رگڑ دیا۔ اسے لگا اس کی آنکھوں میں پھر سے نمی تھی۔

"میں یہ نہیں کہہ رہا کہ ہم کل سے ہی ایک نئی زندگی شروع کر دیں۔ نہ ہی مجھے کسی بھی چیز کی جلدی ہے۔ لیکن میں یہ جانتا ہوں کہ ہم نے ایک بہت لمبا وقت ضائع کیا ہے۔ اپنی انا میں، جگہ چھوڑ کے چلے جانے والی عادت میں، اور دوسرے کی بات نہ سننے کی غلطی کرنے میں۔ جہاں اتنا وقت ضائع کر دیا ہے، وہاں تھوڑا سا وقت اور لگا لیتے ہیں۔ اور کوشش کرتے ہیں کہ آہستہ آہستہ زندگی کو ایک ساتھ تعمیر کریں۔ میں، تم، بدر اور ہلال۔"

مالا نے گہری سانس لی اور گردن اوپر نیچے ہلائی۔

"میں، تم، بدر اور ہلال۔"

پھر اس نے کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی اور ارد گرد پھیلتا جامنی اندھیرا۔

"ہمیں بہت دیر ہو گئی ہے۔ یہ باتیں اب ہم شہر واپس جا کر بھی طے کر سکتے ہیں۔ لیکن بدر میرا انتظار کر رہا ہو گا۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

دور نیچے پھیلی بستی کی ماچس کی ڈبیوں جیسے گھروں میں دھیرے دھیرے روشنیاں جلنے لگی تھیں۔ ایک مایوس سی شام میں امید کے قمقمے جگمگانے لگے تھے۔ اور ان دونوں مسافروں کو بالآخر اپنی منزل کی طرف واپس جانا تھا۔

وہ کار کا دروازہ کھول رہی تھی جب دور کہیں فضا میں ایک گنگناہٹ سی گونجی۔

"ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔"

مالا نے چونک کے دائیں بائیں دیکھا۔ پھر ماہر کو۔ وہ خاموشی سے اندر بیٹھ رہا تھا۔

"کیا تم نے سنا؟"

ماہر نے چونک کے اسے دیکھا۔

"کیا؟" شاید اسے سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

"یہ میوزک۔ ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ یہ مجھے بار بار سنائی دیتا ہے۔"

وہ اب ناگواری سے سیٹ بیلٹ کھینچ کے باندھ رہی تھی۔

"عالیان۔"

"اٹس اوکے۔ اگنور کرو۔ وہ کوئی نئی چال چل رہا ہو گا۔" ماہر کار اسٹارٹ کر رہا تھا۔ وہ البتہ غیر آرام دہ ہو گئی تھی۔ میوزک ابھی تک بج رہا تھا۔ اور بہت سے لوگ کورس میں گنگنا رہے تھے۔ ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔ ظہیر کی آواز سب سے اونچی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جس وقت ماہر فرید کی سیاہ کار اونچی نیچی گھاٹیوں والی سڑک پر دوڑتی استنبول کی جانب بڑھ رہی تھی، اس وقت شہر کے وسط میں ایک سڑک کنارے ایسی ہی ایک سیاہ کار کھڑی تھی جس کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا سوٹ میں ملبوس شخص ایئر پوڈز کان میں لگائے سامنے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"وہ ابھی تک میری نگاہ میں ہے، کبیرہ حانم۔"

"اس وقت وہ کہاں ہے؟" اپنے ہوٹل روم میں کسی پنڈولم کی طرح دائیں بائیں ٹہلتی کبیرہ بیگم فون کان سے لگائے بے قراری سے پوچھ رہی تھیں۔

ڈرائیور نے ونڈ اسکرین کے پار سڑک کو دیکھا جو ایک گلی کے دہانے پہ مڑ رہی تھی۔ یہاں اِکادُکا ٹریفک کی آمد تھی۔ ایک سپر مارکیٹ کھلی تھی اور گلی اندر مڑتے ہوئے ایک کلب کی طرف جا رہی تھی جس کے باہر معمولی سارش تھا۔ یہ تنگ و تاریک مشتبہ قسم کی گلیوں والا neighborhood تھا جہاں ایک ٹریش کین کے ساتھ سنہرے بالوں والا عالیان کھڑا تھا۔ بال ہڈی میں ڈھکے ہوئے تھے اور اس کی کبیرہ بیگم کے ڈرائیور کی جانب پشت تھی۔ وہ الجھے ہوئے انداز میں بحث کرنے کے انداز میں سامنے کھڑے آدمی سے کچھ کہہ رہا تھا۔

"وہ چند بسیں بدل کے اس علاقے تک آیا ہے۔ اسے کسی سے ملنا تھا شاید۔"

"کس سے مل رہا ہے؟"

"میں نے آپ کو تصویریں واٹس ایپ کی ہیں۔ کوئی عرب نوجوان ہے۔"

ڈرائیور کے ہونٹ ایک دم اوہ میں سکڑے۔

عالیان کے مخاطب دراز قد آدمی نے غصے سے اس کے کندھے کو دو انگلیوں سے دھکا دیا تھا۔ خلاف توقع اس نے جواب میں کچھ نہیں کیا۔ بس کندھا چھڑایا اور پیچھے کو ہٹ گیا۔ وہ عرب آدمی اب انگشت شہادت سے اشارہ کرتا کچھ کہہ رہا تھا۔ اتنی دور سے ڈرائیور کو آواز نہیں آتی تھی۔ البتہ وہ عالیان کے ملاقاتی کے تاثرات پڑھ سکتا تھا۔ یہ تاثرات یونیورسل تھے۔ کوئی بھی ملک ہو، کوئی بھی قوم ہو، کوئی بھی زبان ہو، ایسے تاثرات صرف ایک صورت میں کسی شخص کے چہرے پہ آتے تھے۔

"اس نے اس آدمی کے پیسے دینے ہیں۔ ادھار ہے یا شاید کسی کی پے منٹ۔" ڈرائیور دھیرے سے مسکرایا۔ وہ اس ساری کاروائی میں کبیرہ بیگم کے ساتھ گواہ رہا تھا۔ پہلی دفعہ عالیان کو اضطراب سے انگلیاں مروڑتے دیکھ کر اسے جیسے خوشی ملی تھی۔

"کسی بھی طرح پتہ لگاؤ کہ معاملہ کیا ہے۔ وہ کس چیز میں پھنسا ہوا ہے اور اس نے کس کے پیسے دینے ہیں۔" کبیرہ بیگم اس کی طرح خوش نہیں تھیں۔ اضطرابی انداز میں نیکلس کو انگلی پر مروڑتی وہ ہدایات دے رہی تھیں۔

نہ وہ کھلے دل سے ان کو ماں تسلیم کر رہا تھا نہ وہ اپنے مسئلے ان کے سامنے رکھ رہا تھا۔ وہ اپنے بیٹے کا دل جیتیں تو کیسے جیتیں؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

مالا کے اپارٹمنٹ کے ٹیرس سے شہر کا جو حصہ دکھائی دیتا تھا وہ اس صبح سرمئی پن میں ڈوبا تھا۔ سرمئی پانی، سرمئی کشتیاں، سرمئی درخت، لیکن بہت عرصے بعد کشمالہ مبین کی زندگی سرمئی نہیں تھی۔

وہ بالکونی پر کہنیاں جمائے کافی کا کپ ہاتھ میں لئے مسکرا کے دور تک پھیلے نظارے کو دیکھ رہی تھی۔ آج دھوپ نہیں نکلی تھی اور ہر جانب ٹھنڈی چھایا تھی۔ البتہ پھر بھی اس کا دل باہر ٹیرس پہ کھڑے ہونے کو چاہ رہا تھا۔ کوٹ، دستانے اور اُونی ٹوپی پہنے وہ کافی لیے وہیں آ کھڑی ہوئی تھی۔ بہت عرصے بعد دل جیسے ہلکا ہوا تھا۔

اسے اب کچھ بھی اکیلے نہیں کرنا ہو گا۔ بالآخر وہ اس ٹریپ سے نکل آئے گی جس میں وہ ہمیشہ خود کو محسوس کرتی تھی۔ وہ پھندا جو کبھی پوری طرح سے اس کی گردن کے گرد سے ڈھیلا نہیں ہوا تھا۔ بالآخر وہ خود کو اس میں سے نکال رہی تھی۔

موبائل بجنے لگا تو اس نے اسکرین کو دیکھ کے گہری سانس لی۔ ماہی کی کال آ رہی تھی۔ اس نے دستانے والا ہاتھ جیب میں ڈالا، ایئر پوڈز نکالے، ٹوپی تلے انہیں کانوں میں گھسایا، کپ ایک طرف رکھا اور گفتگو کا سلسلہ جوڑا۔

"کیا بتانا تھا تم نے؟" ماہی کی آواز میں تجسس تھا۔ وہ علیک سلیک اور رسمی حال احوال کے بعد فوراً سے مدعے پہ آ گئی تھی۔ رات کو مالا نے اس کو میسج کیا تھا اور ماہی نے جواب میں کئی میسیجز بھیجے لیکن اس نے ابھی تک ریپلائی نہیں کیا تھا۔ وہ اس بات کو فون پہ کرنا چاہتی تھی۔

"کل ماہر نے مجھ سے بات کی ہے۔ ڈائیریکٹ بات۔"

دوسری جانب سے آتا شور، ماہی کے بچوں کی آوازیں، برتنوں کی کھٹ پٹ، ایک دم ہر چیز جیسے خاموش ہو گئی۔ جیسے ماہی کی ساری حسیات اس طرف متوجہ ہو گئیں۔

"کیسی بات؟"

"اس نے مجھے پروپوز کیا ہے۔"

چند لمحے کے لیے ماہ بینہ مبین کچھ نہیں بول سکی۔

"اور تم نے کیا کہا؟"

اس سے پہلے کہ مالا کچھ کہتی، ماہی تیزی سے بولی۔ "تم نے فوراً جواب تو نہیں دیا نا؟ ابھی تمہارے پاس سوچنے کے لئے وقت ہے۔"

"وہ یہ سوال پہلے بھی پوچھ چکا تھا۔ بدر کے ملنے سے پہلے۔ میں نے جواب سوچنے کے لیے بہت وقت لیا تھا۔" اس نے گہری سانس لی۔ دور نیچے بہتے سرمئی پانی کو دیکھ کے وہ مسکرائی۔ اس کا چہرہ روشن تھا اور گلابی۔

"میں نے ماہر کو ہاں کہہ دی ہے۔"

دوسری جانب خاموشی چھائی رہی۔ یہاں تک کہ مالا کو لگا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔

"ہیلو؟" اسے جیسے تعجب ہوا۔

"مبارک ہو۔ میں تمہارے لئے خوش ہوں۔" ماہی نے توقف کیا۔ مالا کے ابرو ناسمجھی سے اکٹھے ہوئے۔

ماہر فرید کی ان تمام برسوں میں سب سے بڑی مداح ماہ بینہ مبین تھی۔ وہ اس کا ون ان ففٹی تھا۔ جس نے برسوں پہلے اس کو بیج دیے تھے۔ اور ساتھ ایک امید بھی، کہ جو مکتوب ہے اسے انسان سے کوئی چھین نہیں سکتا۔ پھر وہ خاموش کیوں ہو گئی تھی؟

"لیکن کیا؟"

"لیکن یہ کہ کیا تم واقعی ماہر جیسے انسان کے ساتھ زندگی شروع کرنا چاہتی ہو؟"

"تم ماہر کی سب سے بڑی فین تھیں، ماہی۔" اسے جیسے برا لگا تھا۔

"میں اب بھی اس کی سب سے بڑی فین ہی ہوں۔ اور میرے خیال میں ماہر فرید ایک بہت اچھا دوست ہے۔ ایک سمجھدار انسان ہے۔" وہ سوچ سوچ کے بول رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"میں اب بھی اس کی سب سے بڑی فین ہی ہوں۔ اور میرے خیال میں ماہر فرید ایک بہت اچھا دوست ہے۔ ایک سمجھدار انسان ہے۔"

(کیف کی لفٹ کے دروازے ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو سوزین کو سامنے کا منظر دکھائی دیا۔ قطار در قطار کیبن۔ بہت سے جھک کے کام کرتے سر۔ وہ ہیلز سے چلتی آگے بڑھی تو ٹک ٹک کی آواز پہ بہت سی گردنیں اس کی جانب گھومیں۔ سفید ڈریس پہ مخملیں نیلا لمبا کوٹ پہنے، کہنی پہ بیگ جمائے، ماتھے پہ سن گلاسز۔ وہ بگڑے ہوئے تاثرات کے ساتھ ماہر کے آفس کی طرف چلتی جا رہی تھی۔ وہ تمام سر جو اس کی جانب مڑے تھے، وہ آفس کی جانب مڑ گئے۔ جہاں ماہر فرید دروازے سے باہر آ رہا تھا۔ چارکول گرے سوٹ میں ملبوس، پالش ہوئے جوتوں کے ساتھ مسکرا کے اس نے سیڑھیوں کی جانب اشارہ کیا۔ سوزی درمیان میں رک گئی۔ ناپسندیدگی سے زینوں کو دیکھا اور اس جانب بڑھ گئی۔ ماہر بھی اسی طرف بڑھنے لگا۔ ہال میں موجود تمام آنکھوں نے ان دونوں کا پیچھا کیا۔)

"ماہر فرید ایک بہت اچھا دوست ہے۔ بہت اچھا مشورہ دینے والا۔ محنت کرنے والا۔ ایک اچھا کاروباری انسان۔ مجھے اگر کبھی کام کے سلسلے میں کوئی مدد چاہیے ہوئی تو میں سب سے پہلے ماہر بے کے پاس ہی جاؤں گی لیکن..."

(نیلا مخملیں پردہ ہٹا کے سوزین ٹھک ٹھک کرتی اندر داخل ہوئی۔ ماہر اس کے پیچھے اندر داخل ہوا۔ شیشے کا دروازہ بند کیا۔ کلک کی آواز سے لاک کیا اور سربراہی کرسی کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔ سوزین اس کو سخت نگاہوں سے دیکھتی ایک کرسی تک آئی۔ بیگ ٹھک سے میز پر رکھا مگر بیٹھی نہیں۔ بازو سینے پر لپیٹے۔

"بیر بل کہاں ہے اور وہ مجھ سے بات کیوں نہیں کر رہا؟")

"لیکن ماہر نے زندگی میں کبھی کوئی ریلیشن شپ کامیابی سے چلایا نہیں ہے۔ اپنی کزن سے منگنی کی، وہ بھی کسی اور وجہ سے، جیسا کہ تم نے مجھے بتایا ہے۔ اور پھر اس کو بھی چھوڑ دیا۔ ریلیشن شپس کے معاملے میں اس کا ٹریک ریکارڈ کچھ اچھا نہیں ہے۔ اتنی عمر اور کامیابیاں ہو جانے کے باوجود اگر ایک آدمی سیٹل ڈاؤن نہ ہو سکے تو اس کا مطلب ہے کہ اس کو کوئی عورت پسند تو آسکتی ہے، لیکن کسی عورت کے ساتھ گھر بنانا، فیملی بنانا، اس کے لیے بہت مشکل ہو گا۔"

("بیر بل تم سے بات نہیں کرنا چاہتا۔" سوٹ میں ملبوس آدمی کھڑا اسی اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

"آپ نے کچھ کیا ہے اس کے ساتھ۔ زبردستی اس کو مجھ سے دور کر دیا ہے۔ یقیناً اس کا فون بھی لے لیا ہے تا کہ وہ مجھ سے بات نہ کرے۔" وہ پھنکاری تھی۔

"بیٹھو، سوزی۔ بیٹھ کے بات کرتے ہیں۔ تم سے یہ بات کھڑے ہو کے نہیں سنی جائے گی۔")

"شادی کے لئے انسان کا بہت اچھا ہونا، بہت خوبصورت یا دولت مند ہونا ضروری نہیں ہے۔ لیکن اس کے اندر ایموشنل انٹیلی جنس کا ہونا ضروری ہے۔ اسے رشتوں کو نبھانا آنا چاہیے۔ وہ پہلی ہی مشکل پہ چھوڑ کے نہ چلا جائے۔ اور ماہر نے آج تک کسی عورت کے ساتھ ریلیشن شپ کو زیادہ دیر نہیں چلایا۔ کم از کم ہم نے نہیں سنا۔ اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ بھلے بہت اچھا انسان ہو، لیکن وہ ایک کلاسک manipulator ہے۔ وہ کبھی بھی پورا سچ نہیں بولتا۔ ہمیشہ چیزوں کو دائیں بائیں گھماتا رہتا ہے۔"

("بیر بل تم سے اس لیے نہیں ملنا چاہتا کیونکہ اسے تمہارے اور براق کے بارے میں سب معلوم ہو گیا ہے۔"

سوزی کے چہرے پہ کوئی تاثر نہ ابھرا۔ وہ سر د رہا۔ البتہ گردن میں گلٹی سی ابھر کے معدوم ہوئی۔

"میرے اور براق کے بارے میں کیا؟" میز پر رکھی اس کی مٹھی بھنچ گئی۔ البتہ گردن کڑا کے بولی تھی۔

" سب کچھ۔ تمہاری واٹس ایپ چیٹ بھی اور..." ماہر نے میز پر رکھا زرد لفافہ چاک کیا اور اس کے سامنے رکھا۔ سوزی نے لفافے کو ذرا سا کھولا۔ اندر اے فور سائز کے پرنٹ آؤٹس تھے۔ تصویریں۔

"میرے پرائیوٹ انویسٹی گیٹر نے یہ فوٹو گراف لیے تھے۔ تمہارے اور براق کے۔"

سوزی نے نیل پالش لگی انگلیوں سے فوٹو گراف نکالے، سرسری سا ان کو دیکھا اور ایک طرف ڈال دیا۔

"یہ فوٹو گراف میرے اور براق کے ڈنر کے ہیں۔ اس ڈنر میں اور لوگ بھی تھے۔ لیکن شاید آپ کے فوٹو گرافر نے جان بوجھ کے صرف ہماری ہی تصاویر لی ہیں۔ اس سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ آپ بیر بل کو یہ دکھا بھی دیں تو اس سے وہ مجھے بے وفا نہیں سمجھے گا۔" ساتھ ہی وہ استہزائیہ انداز میں ہنسی۔)

"تمہیں ایسا مرد چاہیے، مالا، جو زندگی کی دھوپ میں تمہارے لیے سایہ بن سکے۔ نہ کہ تمہیں اپنا سایہ بنائے۔ کیا تم واقعی شیور ہو کہ تم ماہر جیسے پیچیدہ انسان کے ساتھ زندگی شروع کرنا چاہتی ہو؟ میں ہر فیصلے میں تمہارا ساتھ دوں گی ۔لیکن ماہر کے ساتھ بہت سے مسئلے جڑے ہیں۔ اور اگر تم اس کی زندگی میں داخل ہوتی ہو تو وہ تمام مسئلے تمہاری زندگی کا بھی حصہ بن جائیں گے۔"

(کانفرنس روم میں بیٹھا ماہر فرید اسی انداز میں مسکرایا تھا۔

"میں نے یہ تصاویر بیربل کو دکھانے کے لیے نہیں بنوائیں۔ بیربل پہلے ہی تمہاری حقیقت جان چکا ہے۔ اس لیے وہ تم سے ملنا نہیں چاہتا۔ اور اس کی طرف سے ہم نے ڈائیورس پیپرز فائل کر دیے ہیں۔ چونکہ تم نے prenuptial ایگری منٹ سائن کیا تھا، اس لئے طلاق بہت آسان ہو گی۔"

سوزی کے چہرے پہ بہت سے رنگ ابھرے۔ غصے سے مٹھی بھینچ گئی۔

"میں نے کہا نا، ان تصاویر سے آپ کچھ ثابت نہیں کر سکتے۔ نہ عدالت میں نہ بیربل کے سامنے۔"

"یہ تصاویر نہ میں نے عدالت کے لیے لی ہیں، نہ بیربل کے لیے۔"

سوزی ایک دم بالکل ٹھہر کے اس کو دیکھنے لگی۔ اس کی ٹون میں کچھ ایسا تھا جو مختلف تھا۔)

"مسئلے تو سب کے ساتھ جڑے ہیں، ماہی۔ کوئی بھی انسان ایموشنل انٹیلی جنس میں پرفیکٹ نہیں ہوتا۔ میں ایک یونیک انسان ہوں۔ ماہر یونیک انسان ہے۔ ہم دوسروں کو اپنے رویے سے خود سکھاتے ہیں کہ ہم سے محبت کیسے کی جانی چاہیے۔ ہمیں کیا بات پسند ہے اور کیا بات نہیں۔ پہلے ہی دن سے نہ اس کو سمجھ میں آ جائے گا کہ مجھے کیسے ٹریٹ کرنا ہے اور نہ مجھے سمجھ آئے گا کہ اسے کیسے ٹریٹ کرنا ہے۔ لیکن زندگی سے میں نے اتنا سیکھا ہے کہ دو لوگ ایک رشتے کو مضبوط ہی تب کر سکتے ہیں جب وہ اس کے لئے محنت کریں۔ جیسے جم میں محنت کیے بغیر باڈی نہیں بنتی۔ کاروبار میں محنت کیے بغیر کامیابی نہیں ملتی۔ ویسے ہی ریلیشن شپ میں بھی محنت کرنی پڑتی ہے۔"

"سوال یہ ہے کہ کیا تم ماہر فرید کے لیے وہ محنت کرنے پہ تیار ہو؟"

"ہاں، میں نے خود کو تیار کر لیا ہے۔ کیونکہ ہم دونوں زندگی میں جب بھی ایک دوسرے کو کھوتے ہیں ہم ہمیشہ ایک دوسرے کی طرف واپسی کا راستہ ڈھونڈ لیتے ہیں۔"

("میں نے یہ تصاویر نہ عدالت کے لیے لی ہیں، نہ بیربل کو دکھانے کے لئے۔" وہ سگار اٹھا کے ہونٹوں میں دبا رہا تھا۔ پھر رک کے پوچھا۔ "ڈویومائنڈ؟"

سوزی نے ناک سے مکھی کے انداز میں ہاتھ جھلایا۔ ماہر نے لائٹر سے سگار سلگایا۔ ایک سانس اندر کھینچی۔ سگار باہر نکالا۔ چہرہ ایک طرف موڑ کے دھواں ہونٹوں سے خارج کیا۔ پھر اسی انداز میں بات جاری رکھی۔

"عدالت میں تو کچھ خاص نہیں ہونا۔ ایک ہی پیشی ہوگی۔ تم آؤ گی، سائن کرو گی اور واپس چلی جاؤ گی۔ عدالت میں مجھے کچھ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تصاویر..." اس نے سگار والا ہاتھ نیچے کیا اور فوٹوگرافس واپس اس کی جانب دھکیلے، یوں کہ وہ بکھر کے سوزی کے سامنے میز پر پھیل گئے۔

"یہ فوٹوگرافس میں نے ایوننگ tabloids کے لیے بنوائے ہیں۔"

سوزی نے چونک کر اسے دیکھا۔ ایک لمحے کے لیے اس کا سانس رک گیا۔

"بیربل تمہارے ساتھ اب نہیں رہے گا۔ میں اپنے بھائی کو جانتا ہوں۔ لیکن ان فوٹوگرافس کے ریلیز ہونے کے بعد شہر کے سارے tabloids تمہاری بات کریں گے۔ تم اگلے ایک ہفتے کے لیے ان چیپ اخباروں کی سب سے بڑی خبر ہو گی۔ اور اس کے بعد کیا ہو گا، سوزی؟"

سوزین نے تھوک نگلا۔ اس کی رنگت بدلی تھی۔

"بیر بل تمہاری زندگی کا کبھی فل ٹرم پلان نہیں تھا۔ وہ ایک تھوڑے عرصے کا پلان تھا۔ میں اور تم یہاں اکیلے ہیں۔ کوئی فلٹر نہیں لگا ہوا درمیان میں۔ ہم دونوں جانتے ہیں کہ تم نے کچھ عرصہ کے بعد بیر بل کی بہت سی دولت کو اپنے نام کر کے اس کو چھوڑ ہی دینا تھا اور کسی دوسرے مرد کی طرف موو کر جانا تھا۔ لیکن اگر میں اس طلاق کی اصل وجہ اخبارات میں دے دوں، تو کیا ہو گا؟ کیا تم کسی دوسرے امیر آدمی کی طرف موو آن کر سکو گی؟")

"مسئلے صرف اس کے ساتھ نہیں جڑے، ماہی۔ مسئلے میرے ساتھ بھی جڑے ہیں۔ میرا ایک ایکس ہزبینڈ ہے جو ایک سائیکو پیتھ اور سیریل کلر ہے۔ اور اس وقت دنیا میں اس کا سب سے بڑا دشمن ماہر فرید ہے۔ اور میرا وہ ایکس ہزبینڈ میری زندگی سے کبھی نکل نہیں سکتا کیونکہ وہ میرے بچے کا باپ ہے۔ سو اگر کوئی انسان میرے ساتھ تعلق جوڑنے پہ خطرے میں ہے تو وہ ماہر ہے۔ اس کے باوجود وہ اس ریلیشن شپ کو ایک چانس، بلکہ کئی چانسز دینے پہ تیار ہے۔"

(کانفرنس روم میں سگار کی مہک صندل وڈ کی موم بتی کے ساتھ مل گئی تھی۔ ماہر نے سلگتے سگار کو ہونٹوں سے نیچے کیا اور اسی انداز میں بات جاری رکھی۔

"تمہارے پاس ایک چانس ہے۔ بیر بل کو تم پہلے ہی کھو چکی ہو۔ جو دولت تم نے لے لی، وہ تمہاری ہوئی۔ ہم اس کے اوپر کوئی دعویٰ نہیں کریں گے۔ تم اس پیسے سے ایک سوشلائٹ کے طور پہ ایک ٹاکسک ڈائیورسی بن کے ایک اچھی زندگی گزار سکتی ہو۔ تم ہر محفل میں جا کے ہمدردی والا کارڈ کھیل سکتی ہو۔ اور لوگوں کو بتا سکتی ہو کہ تمہارے اوپر ایک نارسسٹ آدمی نے کتنے ظلم کیے اور کیسے تم نے ایک ٹاکسک رشتے سے خود کو آزاد کیا۔ بہت سے مرد اس کہانی سے امپریس ہو جاتے ہیں۔ یوں تمہیں بہت جلد ایک اور امیر زادہ مل جائے گا۔ لیکن اگر تم اس طلاق کو میسی بناؤ گی تو میرے وکلاء کی ٹیم تمہارے مقابلے میں کھڑی ہو جائے گی۔ ہم نہ صرف تمہاری زبردستی اپنے نام کرائی ہوئی ہر پراپرٹی کو چیلنج کریں گے، بلکہ یہ تصاویر بھی عام کر دیں گے۔ اور براق کی فیملی کو تم جانتی ہو۔ وہ لوگ اس بدنامی کو افورڈ نہیں کر سکتے۔ اگر تم غیر شادی شدہ ہوتیں تو الگ بات تھی۔ لیکن اس معاشرے میں شادی شدہ عورت کا ایسا کرنا بہت برا سمجھا جاتا ہے۔ فیصلہ تمہارا ہے۔ مجھے اور بیر بل کو دونوں آپشنز میں کسی سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

اس نے دوسرے ہاتھ کی انگلیوں سے ایک کاغذ سامنے دھکیلا۔ سوزین چند لمحے اس کاغذ کو دیکھے گئی۔ پھر ہاتھ بڑھایا۔ ماہر نے پین اس کی جانب بڑھایا لیکن اس نے نفی میں سر ہلایا۔ دوبارہ ہاتھ بڑھایا۔

اس نے سگار اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ سوزی نے اسے ہونٹوں سے لگایا۔ ایک کش بھرا۔ دوسرا۔ پھر تیسرا۔ چند گہرے سانس لیے۔ پین اٹھایا اور کاغذ پر دستخط کیے۔ پھر بیگ لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔ سگار اونچا کر کے دکھایا۔

"ڈو یو مائنڈ؟"

"نو پرابلم۔" وہ جبراً مسکرایا۔ جہاں وہ اتنا کچھ رکھ چکی تھی وہاں یہ سگار بھی اس کا ہوا۔)

"سو بھلے وہ کلاسک manipulator ہو، یا آدھا سچ بولنے والا انسان، یا اس کو رشتے نبھانے نہ آتے ہوں، یا مجھے رشتے کامیاب کرنے نہ آتے ہوں، ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم اس چیز کو چانس ضرور دیں گے۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اغوہ کے دن کے بعد ان دونوں کے درمیان اس بارے میں کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ نہ ہی ملاقات ہوئی تھی۔ وہ شے جو عرصے سے ماہر فرید کے اندر اسے بے چین کر رہی تھی، وہ غیر یقینی کی سی صورت حال، وہ ایک دم شانت ہو گئی تھی۔ تحفظ کا احساس کہ وہ کہیں نہیں جا رہی۔ وہ یہیں ہے۔ اور وہ بھی یہیں رہے گا۔

اور جیسا کہ ہلال ہمیشہ کہتی تھی کہ بدر اور وہ ایک ساتھ بڑے ہوں گے۔

اور آج ہلال نے کہا تھا کہ وہ پمپکن پائی بنائے گی اور وہ لوگ مالا اور بدر کے ساتھ ڈنر کریں گے۔ سو اس وقت وہ دیوار کے پار مالا کے اپارٹمنٹ میں تھے۔ کھانا کھایا جا چکا تھا اور فیضی خانم، مالا کے ساتھ برتن سمیٹ رہی تھیں۔

یہاں فرید لار کی طرح کا فرنیچر نہیں تھا۔ چند آئیکیا کے صوفے اور خالی خالی سا لونگ روم۔ وسط میں ایک سستا سا کارپٹ شاید مالا نے بچے کے لیے لا کر بچھایا تھا۔ اس پر اس وقت بدر اور ہلال آلتی پالتی کیے بیٹھے تھے۔ بدر سر جھکائے سامنے بکھرے بلاکس کو ایک دوسرے پر جوڑ رہا تھا۔

ماہر بالکونی کی کھڑکی کے ساتھ کھڑا قہوے کے گھونٹ بھرتا خاموش مسکراہٹ کے ساتھ ان سب کو دیکھ رہا تھا۔ مالا ڈھیلاڈھالا سوئیٹر پہنے آستین اونچے چڑھائے کچن میں برتن سیٹ کر رہی تھی۔ گاہے بگاہے وہ ایک نگاہ ماہر پہ ڈال لیتی اور مسکرادیتی۔ اس کی ایک مسکراہٹ ہر چیز کو جیسے شانت کر دیتی تھی۔ ماہر کی نگاہ بار بار کاؤنٹر پر رکھے مالا کے مگ تک جاتی۔ اس کا قہوہ ٹھنڈا ہو گیا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ اس نے اسے چھوا نہیں تھا۔ لیکن وہ مسلسل دیکھ رہا تھا کہ وہ ایک گھونٹ بھرنے لگتی، پھر بدر کو کچھ چاہیے ہوتا، اور وہ بھاگ کر اس کے پاس جاتی۔ واپس آتی، مگ کہیں اور رکھ دیتی، اور یوں اس کا کپ بنا پیے ہی سرد ہوتا جا رہا تھا۔ یا شاید وہ اس کو بھول گئی تھی۔ شاید مائیں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ ان کی کافی ٹھنڈی اور کھانے باسی ہوتے ہیں۔ لیکن وہ اس سب میں خوش ہوتی ہیں۔

اسے دور کسی دوسرے ملک میں کھدی ہوئی ایک قبر یاد آئی اور اس کا کتبہ۔ اس کتبے پر اس کی ماں کا نام لکھا تھا۔ لیکن وہ جب بھی اس کتبے کو دیکھتا تھا اسے بہت کچھ یاد آتا تھا۔ مالا کہتی تھی کہ وہ اپنی ماں کو معاف کر دے۔ لیکن کیا وہ واقعی کبھی کر سکے گا؟ مالا سمجھتی تھی کہ معاف کرنے سے انسان heal ہو جاتا ہے۔ شاید وہ یہ بھی سمجھتی تھی کہ نئے رشتے میں جانے سے پہلے انسان کا heal ہونا ضروری ہے۔ لیکن ایسا کچھ نہیں تھا۔ Healing تو ایک پراسس تھا۔ ہر روز صبح اٹھ کے اس کو کرنا تھا۔ یاجوج ماجوج کی دیوار کی طرح ہر شام اس کو ادھورا چھوڑ کے سو جانا تھا۔ ہر نیا دن اپنے ساتھ ایک دفعہ پھر بہت سا ٹرامالاتا تھا۔ یہ ہر روز کی مشق تھی۔

اور بالآخر وہ اس کو مالا کے ساتھ کرنے جا رہا تھا۔

وہ اب ہلال اور بدر کے ساتھ گھٹنوں کے بل اس ستے کارپٹ پر بیٹھی تھی۔ مسکرا کے وہ کچھ کہہ رہی تھی۔ چھوٹے بالوں کی اونچی پونی بنائے اس کا سر دائیں بائیں ہلنے سے پونی بار بار جھولتی تھی۔ وہ خوش تھی۔ ماہر گھونٹ بھرتے ہوئے خاموشی اور اطمینان سے اسے دیکھے گیا۔

دفعتاً کچھ تھا جس نے اسے چونکایا۔ بدر بلاکس بناتے بناتے چہرہ اٹھا کر دیکھنے لگا تھا۔ لاؤنج کی ایل سی ڈی کو مالا نے ایک ڈیجیٹل فوٹو فریم کے ساتھ کنیکٹ کر کے ماہی، اس کے بچوں اور بدر کی تصاویر کا سلائیڈ شو لگا رکھا تھا۔ یہ سلائیڈ شو کافی دیر سے چل رہا تھا اور کسی کی توجہ اس طرف نہ تھی۔ اس نے دیکھا تھا کہ اکثر وہ گھر میں دائیں بائیں تصاویر لگا لیتی۔ شاید وہ چاہتی تھی کہ اس کا بچہ اپنے کزنز اور رشتوں کو پہچانے۔ لیکن نہ جانے کیا ہوا تھا کہ سلائیڈ شو ختم ہو کے کوئی دوسرا سلائیڈ شو شروع ہو چکا تھا۔ شاید مالا کے آئی کلاؤڈ کی تصویروں کا ڈیٹا تھا جو اس کا فون خود سے اس کو دکھا رہا تھا۔ کیونکہ اسکرین پہ نظر آتی تصویر مالا اور زیاد کی تھی۔ مالدیپ میں برسوں پہلے وہ دونوں ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ کچھ کہہ رہا تھا اور وہ ہنس رہی تھی۔

ماہر نے چونک کے مالا کو دیکھا۔ وہ مسکرا کے کچھ کہتے ہوئے بدر کو دیکھ رہی تھی۔ پھر اس کی نگاہوں کا تعاقب کیا تو دیکھا بدر اسکرین پہ رکی تصویر کو دیکھے جا رہا تھا۔ شاید وہ اپنی ماں کے ساتھ نظر آتے اس اجنبی شخص کو حیران ہو کے دیکھ رہا تھا۔

ماہر صرف اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ اسکرین اس کے لیے اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ نہ ہی وہ تصویر۔ وہ صرف مالا کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

مالا کی نگاہ اسکرین پہ پڑی تو اس نے گہری سانس لی۔ چہرے پہ کوئی تاثر نہ آیا۔ اس نے بازو لمبا کر کے انگلی سے اسکرین کی طرف اشارہ کیا اور بدر کے کان کے قریب جھکی۔ وہ یہاں سے ان کی آوازیں نہیں سن سکتا تھا۔ مگر وہ اس کے ہونٹ پڑھ سکتا تھا۔ وہ انگریزی میں کہہ رہی تھی۔

".This man is your father"

اور وہ اس بات کو بار بار دہرا رہی تھی۔ بدر کو ذہن میں رجسٹر ہوا یا نہیں، اس نے سر واپس بلاکس پہ جھکا لیا۔

ماہر کو لگا تھا کہ شاید وہ عجیب آکورڈ محسوس کرے گا۔ لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا۔ وہ تحفظ کا احساس جو وہ اس کو اغوہ میں دے چکی تھی، کوئی بھی چیز اس کو زائل نہیں کر سکتی تھی۔ کچھ چیزیں حقیقت تھیں۔ جیسا کہ زیاد، بدر کا باپ تھا۔

انگلی سے اسکرین کی طرف اشارہ کرتی مالا کی نگاہ اس پہ پڑی۔ پھر اس نے بازو نیچے کیا اور مسکرا دی۔ ماہر نے مسکرا کے سر کو اثبات میں خم دیا۔ انسان اپنا ماضی نہیں بدل سکتا۔ اس سے بھاگنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ اس نے سوچا کہ وہ بھی ان کے ساتھ جا کے بیٹھے۔ تبھی فون بجنے لگا۔ ماہر نے ان تینوں کو کارپٹ پر بیٹھے دیکھتے ہوئے فون کان سے لگایا۔

"سر، زیاد سلطان جس بار میں جاتا ہے، ہمیں اس کا پتہ معلوم ہو گیا ہے۔"

ماہر فرید کے تمام اعصاب جیسے ساکت ہو گئے۔ عمار کہہ رہا تھا۔

"مالک بے چاہتے ہیں کہ ہم اس کو وہیں پہ ختم کر دیں۔ باریستا کی جگہ ہمارا آدمی اس کی ڈرنک میں کچھ ملا دے گا۔ ایسا خاموش زہر جس سے علامتیں ہارٹ اٹیک کی آئیں گی۔"

"واٹ؟"

"وہ ویسے بھی ایک ناپسندیدہ شخص ہے۔ اس کے مرنے کا کسی کو افسوس نہیں ہو گا۔ نہ ہی کسی کو اس شہر میں اس کی کمی محسوس ہو گی۔ اگر ہمیں یہ کام کرنا ہے تو ہمیں ابھی کرنا ہے۔ اگلے ایک گھنٹے کے دوران۔ کیونکہ اگر وہ یہاں سے چلا گیا تو معلوم نہیں وہ دوبارہ آئے یا نہیں۔"

"تم لوگ ایسا کچھ نہیں کرو گے۔"

"مالک صاحب کا میرے اوپر بہت پریشر ہے۔ اور وہ بہت خفا ہوں گے اگر انہیں معلوم ہو گیا کہ میں نے آپ کو بتا دیا ہے۔ اس لیے اگر کوئی شخص انہیں روک سکتا ہے تو وہ آپ ہیں۔ اب آپ مجھے بتائیں کہ کیا کرنا ہے؟ کیونکہ مجھے آخری حکم انہی کا ماننا ہو گا۔"

عمار کہتا جا رہا تھا اور وہ کارپٹ پر بیٹھے بچے کو دیکھ رہا تھا۔ بچہ تصویر سے بے نیاز واپس اپنے بلاکس کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ مالا اس کے سر پر ہاتھ پھیرتی مسکرا کے کچھ بتا رہی تھی۔ بچے نے صرف سر اثبات میں ہلایا۔ وہ مگن سا چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے ایک بلاک کو دوسرے پر رکھ رہا تھا۔

"سر، آپ بتائیں کیا کرنا ہے؟"

(کسی کو اس شہر میں زیاد سلطان کی کمی محسوس نہیں ہو گی۔)

(کسی کو اس شہر میں زیاد سلطان کی کمی محسوس نہیں ہو گی۔)

(کسی کو اس شہر میں زیاد سلطان کی کمی محسوس نہیں ہو گی۔)

"تم وہیں رکو۔ میں آ رہا ہوں۔ میرے آنے سے پہلے کچھ مت کرنا۔" وہ فون تیزی سے نیچے کرتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھا۔

دور بیٹھی کشمالہ نے تعجب سے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ جبراً مسکرا کے جلدی جلدی معذرت کرتا باہر کو بھاگا تھا۔

اسے مالک کو روکنا تھا۔ وہ قاتل نہیں تھا۔ اور ایک بچے سے اس کا باپ نہیں چھین سکتا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ٹھاٹھیں مارتے سمندر کے کنارے اونچائی پر واقع اس لکڑی کے گھر کے اندر زرد بتیاں جلی تھیں۔ مالک فرید بیڈ پر نیم دراز تھے۔ چند نالیاں ان کے ہاتھوں میں پیوست تھیں۔ چہرہ مزید نحیف ہو چکا تھا۔ البتہ اس پہ غصہ ویسا ہی تھا جیسا ماہر نے ساری عمر دیکھا تھا۔ عمار ہاتھ باندھے ایک طرف کھڑا تھا۔ ایسے کہ اس کا سانس رکا ہوا تھا۔ نگاہیں ٹینس بال کی طرح ماہر سے مالک پہ جاتیں، جو کنپٹی مسلتا دائیں بائیں ٹہل رہا تھا۔ دفعتاً وہ رکا۔ مڑ کے مالک کو دیکھا۔

"وہ مالا کے بچے کا باپ ہے۔ میں اس کو نہیں مار سکتا۔ میں قاتل نہیں ہوں۔"

عبد المالک فرید کے ماتھے کے بل گہرے ہوئے۔

"وہ اس شہر سے نہیں جائے گا تمہیں مارے بنا۔ تمہیں اتنی سی بات سمجھ میں کیوں نہیں آتی؟"

ان کی آنکھیں غصے سے سرخ تھیں۔

ماہر بیڈ تک آیا۔ اس کے قریب بیٹھا۔

"مالک۔" اس کی آواز دھیمی تھی اور وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ "میری زندگی جتنی لکھی ہے، اس سے ایک دن نہ بڑھ سکتی ہے نہ کم ہو سکتی ہے۔ لیکن میں کسی کا خون اپنے ہاتھ پہ لے کر نہیں مرنا چاہتا۔"

"وہ ایک قاتل ہے۔ اس نے بہت سے لوگوں کو مارا ہے۔ اور میں تمہیں نہیں کہہ رہا کہ تم اس کو مارو۔ یہ گناہ میرے سر سہی۔ میرا تو ویسے بھی وقت ختم ہو چکا ہے۔ کسی کو معلوم بھی ہو جائے تو مجھے فرق نہیں پڑتا۔" ان کی آواز درشت تھی۔ بے زار۔ غصے میں۔ بار بار عمار کو دیکھتے۔ جیسے کچا کھا جانا چاہتے ہوں۔

"میں تمہیں یہ نہیں کرنے دے سکتا۔ میں بدر کے باپ کو نہیں مار سکتا۔"

"اگر تم نے زندگی مالا کے ساتھ گزارنے کا فیصلہ کر لیا ہے، تو اس بچے کے باپ تم ہو گے۔ تم اس کو پالو گے۔ تم اس کا خیال کرو گے۔ تم ہمیشہ اس کے ساتھ ہو گے۔ وہ اس بچے کی زندگی میں صرف زہر گھولے گا۔ وہ خطرناک انسان ہے۔ وہ کبھی مالا اور بدر کو سکون سے نہیں رہنے دے گا۔" مالک کی غصے سے کانپتی آواز میں جیسے منت تھی۔

ماہر نے سر دائیں بائیں ہلایا۔

"نہیں۔ میں اس بچے کی ساری زندگی حفاظت کروں گا۔ اس کا خیال کروں گا۔ اور ہر وہ کام کروں گا جو کسی باپ کو کرنا چاہیے۔ لیکن مالک، وہ میرا بچہ نہیں ہے۔ اس کا باپ زیاد سلطان ہی ہے۔ اور کسی بچے سے اس کے باپ کو چھپایا نہیں جا سکتا۔ میں اس گلٹ کے ساتھ نہیں رہ سکوں گا کہ میں نے اس بچے کے باپ کو مارا ہے۔ زیاد سلطان کسی ٹرک کے نیچے آ کر مر جائے، مجھے پرواہ نہیں۔ لیکن میرے ہاتھ پہ، یا تمہارے ہاتھ پہ، اس کا پلیت خون نہیں لگے گا۔"

"ماہر..."

"بدر اس کا بیٹا ہے، مالک۔"

"اور تم میرے بیٹے ہو۔ میں تمہیں اس بچے کے پیچھے نہیں کھو سکتا۔"

ان کی آواز کانپی تھی۔ وہ چند لمحے سانس نہیں لے سکا۔

عبد المالک فرید کی بوڑھی آنکھوں میں نمی تھی۔ خوف تھا۔ بے بسی تھی۔ یہ سب اس نے عرصے بعد وہاں دیکھا تھا۔

اس نے دھیرے سے اپنا ہاتھ مالک کے استخوانی کمزور ہاتھ پر رکھا، جس میں جگہ جگہ سوئیاں پیوست ہونے سے نیل پڑے تھے۔

"تم مجھے نہیں کھوؤ گے۔ لیکن اگر تم نے مجھے قاتل بنا دیا، تو میں خود کو کھو دوں گا۔"

مالک فرید نے گہری سانس لی۔

"یہ بہت آسان تھا، ماہر۔ اس سے اچھا موقع ہمارے پاس نہیں ہو گا۔ ایک قاتل کو قتل کرنا بہت آسان تھا۔ لیکن یاد رکھنا، آج تم نے خود یہ موقع گنوایا ہے۔" پھر اس نے عمار کو دیکھا۔ اثبات میں سر ہلایا۔ عمار نے سر کو جنبش دی اور فون کان سے لگایا۔ اب وہ اپنے آدمی کو منع کر رہا تھا۔

وہ لوگ زیادہ سلطان کو نہیں چھوئیں گے۔ یہ طے ہو چکا تھا۔

"تم میری وجہ سے زیاد کو نہیں مارو گے۔ مالک، مجھ سے وعدہ کرو۔" ماہر کو اس پہ اعتبار نہیں تھا۔ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھے کہہ رہا تھا۔ مالک نے بے زاری سے ہاتھ چھڑایا۔

"میں جھوٹ نہیں بولتا۔ جب کہا ہے تمہارے لیے اس کو نہیں ماروں گا تو نہیں ماروں گا۔ جاؤ، مجھے ریسٹ کرنے دو۔"

اب کہنے کے لیے کچھ نہیں بچا تھا۔ کتنے ہی لمحے گزر گئے۔ عمار اور ماہر آہستہ آہستہ کمروں سے نکل گئے۔ بتیاں بجھ گئیں۔ گھر خاموش ہو گیا۔

اور اپنے کمرے میں بیٹھی زارا دھیرے سے باہر نکلی۔ وہ ننگے پیر تھی۔ لکڑی کے گھر کی ڈرائی وال سے آوازیں صاف اندر باہر سنائی دیتی تھیں۔ اسے معلوم تھا اس نے کیا کرنا ہے۔

اس نے آہستہ سے باپ کے کمرے کا دروازہ کھولا۔ ہلکی سی چرچراہٹ سنائی دی۔ البتہ وہ جانتی تھی کہ مالک فرید اس وقت نیند کی دوا لے کے سوتے ہیں۔ ان کا جاگنا ناممکن تھا۔ وہ بلی کی چال چلتی ان کی سائیڈ ٹیبل تک آئی۔ چارجنگ پہ لگا فون اتارا۔ اپنے باپ کا پاس کوڈ ہر بیٹی کی طرح اس کو معلوم تھا۔ وہیں کھڑے کھڑے فون کھولا۔ عمار کی چیٹ کھولی۔ وہ ہوٹل جہاں زیاد رہ رہا تھا، وہ بار جہاں وہ آتا تھا، اور وہ اوقات جن میں وہ آتا تھا، سب وہاں درج تھا۔ ایک اچھے وفادار ملازم کی طرح عمار نے ہر چیز ڈاکومنٹ کرکے مالک فرید کو بھیجی تھی۔ اسے کچھ بھی نہیں کرنا تھا۔ صرف اپنے فون سے مالک کے فون کی تصویر لی، فون لاک کر کے واپس رکھا، اور انہی دبے قدموں سے باہر نکل گئی۔

کیا کوئی ایسا تھا جس کو زارا بھی نہ ڈھونڈ سکے؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سنہری دھوپ Kadikoy کے اس ہوٹل کی کھڑکیوں سے اندر چھلک رہی تھی۔ ریسیپشن لکڑی کے فرش اور اینٹیک فانوسوں سے مزین تھی۔ لکڑی کا زینہ اتر کے بنا آواز کے چلتا ہوا زیاد سلطان نیچے آ رہا تھا۔ اس نے سیاہ پینٹس پہ بھوری جیکٹ پہن رکھی تھی۔ جیبوں میں ہاتھ ڈالے آنکھیں دائیں بائیں گھما کے وہ اطراف کا جائزہ لے رہا تھا جب آخری زینے پر ٹھہر گیا۔

لابی کے صوفے پر زارینہ فرید بیٹھی تھی۔ ٹانگ پر ٹانگ جمائے اس کے سفید لانگ بوٹس گھٹنوں کے قریب ختم ہوتے تھے۔ وہ مسلسل اسی کو دیکھ رہی تھی۔ ہونٹوں پہ مسکراہٹ تھی۔ زیاد سلطان اس پہ ایک نظر ڈال کے آگے بڑھ گیا جیسے پہچانا نہ ہو۔ البتہ وہ تیزی سے اٹھی اور اس کے پیچھے آئی۔ اس کے ہر قدم کے ساتھ لکڑی کے فرش پہ دھمک کی آواز آتی تھی۔

"زیاد سلطان۔"

زیاد ایک دم پلٹا۔ وہ جو قریب آ رہی تھی، جھٹکے سے رکی۔

"کیا چاہتی ہو؟" اس کا چہرہ سپاٹ اور آنکھوں میں ایسا تاثر تھا جیسے وہ زارینہ کو اوپر سے نیچے تک اسکین کر رہا ہو۔

زارا نے بل دار بالوں میں انگلیاں چلا کے انہیں گردن کے ایک طرف آگے لا پھینکا۔ وہ جیسے بہت پر سکون اور شانت تھی۔

"ہم بیٹھ کے بات کر سکتے ہیں؟"

"کیا بات؟"

"اگر میں نے تمہیں ڈھونڈ ہی لیا ہے تو بات بھی اہم ہو گی۔"

وہ دیکھ سکتی تھی کہ زیاد کے چہرے پہ ایک غیر آرام دہ سا تاثر آیا تھا۔ چونک جانے والا۔ جیسے وہ یہاں محفوظ نہ ہو۔

"کیا چاہتی ہو؟"

"جو تم چاہتے ہو۔"

ریسیپشنسٹ نے میز پر رکھی گھنٹی پر زور سے دو تین دفعہ ہاتھ مارا۔ ٹرن ٹرن کی آواز آئی۔ دونوں نے چونک کے اس طرف دیکھا۔ وہ برہمی سے ان کو گھورتے ہوئے سامنے سے ہٹنے کو کہہ رہی تھی۔ وہ چوکھٹ کا رستہ روک کے کھڑے تھے اور باہر سے آتی سیاحوں کی ٹولی اندر آنا چاہ رہی تھی۔ زیاد نے ابرو سے اشارہ کیا اور آگے بڑھ گیا۔ وہ دونوں ساتھ ساتھ ہوٹل سے باہر نکلے۔ سامنے ایک سڑک تھی جو نشیب کی طرف جاتی تھی۔ دائیں بائیں دکانیں کھلی تھیں۔ سیاحوں اور مقامی لوگوں کا ایک رش تھا۔

"تم کیا جانو میں کیا چاہتا ہوں؟"

"تم مالا اور ماہر کو ایک ساتھ نہیں دیکھ سکتے۔ میں بھی نہیں دیکھ سکتی۔ ماہر اگر میرا نہیں ہو گا تو اور کسی کا نہیں ہو گا۔"

وہ اس سے تیز چل رہا تھا۔ باہر ٹھنڈ تھی۔ البتہ زارا کے پاس ٹوپی پہننے کا ٹائم نہیں تھا۔ وہ اس کی رفتار سے ملنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"

"کہا نا، ماہر نے مجھے نہیں اپنایا لیکن وہ مالا کو بھی نہیں اپنائے گا۔ یہ میں چاہتی ہوں۔"

زیاد سڑک کنارے رک گیا۔ پلٹ کے اسے غور سے دیکھا۔ اس کے پیچھے سڑک نشیب کی طرف جاتے ہوئے پانی کے کنارے دم توڑ دیتی تھی۔ وہاں سے بہت سے بگلے اڑ اڑ کے اس طرف آ رہے تھے۔ زارا بگلوں کے پروں کی پھڑ پھڑا

ہٹ نہیں سن رہی تھی۔ نہ ہی ارد گرد کا شور۔ وہ زیاد کی آنکھوں میں امید اور بے چینی سے دیکھتے ہوئے اس کا جواب ڈھونڈ رہی تھی۔

"میں تمہیں اور ماہر کو ایک دوسرے سے نہیں ملا سکتا۔ یہ میرا مسئلہ بھی نہیں ہے۔"

"لیکن تم اس شہر میں کسی وجہ سے ہو۔ تم کچھ ایسا سوچ رہے ہو جو کرنے سے وہ دونوں الگ ہو جائیں گے۔"

"جو میں سوچ رہا ہوں وہ تمہیں پسند نہیں آئے گا۔"

زارا چونکی۔ ابرو اکٹھے کر کے اسے دیکھا۔

"میرا نہیں خیال تم ماہر کو مارنے کی کوشش کرو گے۔ میں نہیں چاہتی کہ تم اس کو مارو بلکہ..."اس نے تھوک نگلا۔"کچھ ایسا کرو کہ مالا اور وہ ایک نہ ہو سکیں۔"

"جو میں کروں گا اس کے بعد تم اور ماہر بھی ایک نہیں ہو سکو گے۔"

زارا کے چہرے پہ ایک دم سے جیسے بہت سی لکیریں ابھریں۔ بنجر زمین کی دراڑیں جس پر برسوں سے پانی نہ ڈالا گیا ہو۔ پھر وہ جبراً مسکرائی۔

"بے شک میرا نہ ہو، لیکن اس کا نہیں ہونا چاہیے۔"

زیاد سلطان کے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ ابھر آئی۔

"وہ اس کا نہیں ہو گا۔ کبھی بھی نہیں۔ بلکہ وہ کسی کا بھی نہیں ہو گا۔"

زارا نے کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے، پھر بند کر دیے۔ وہ یقیناً کوئی چال سوچ رہا تھا۔ کوئی ایسی چال جس سے وہ مالا کو دوبارہ سے اپنی باتوں میں پھنسا کے ماہر سے دور کر دے۔ بنا خون خرابے کے۔ بنا کسی کی جان لیے۔ زیاد سلطان یقیناً یہی

سوچ رہا ہو گا۔ اس نے جیسے خود کو تسلی دی۔ وہ ماہر کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔وہ صرف اپنی ایکس وائف پہ فوکس کرے گا۔

"تم جو بھی کرنے جا رہے ہو، میں اس میں تمہاری مدد کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

زیاد نے طنزیہ مسکراہٹ سے اسے سر سے پیر تک دیکھا۔

"تم کون ہو جو میری مدد کر سکو؟"

"میں وہ ہوں جس نے تمہیں تلاش کر لیا۔ حالانکہ اپنی طرف سے تم بہت خفیہ جگہ پر رہ رہے تھے۔"

زیاد نے ہونٹ بھینچ لیے۔ چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔

"مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں ہے۔" اور پلٹ کے آگے بڑھ گیا۔

"میں تمہاری کال کی منتظر ہوں گی۔" زارا نے پیچھے سے آواز دی۔ ٹھنڈی ہوا سے اس کے بال اڑنے لگے تھے۔

زیاد سلطان دور جا رہا تھا اور بوسفورس کے بگلے اڑ اڑ کے اس جانب آ رہے تھے۔

وہ کبھی بھی ماہر فرید کو مارنے کا رسک نہیں لے گا۔ وہ یقیناً اپنی بیوی کو کسی طرح شیشے میں اتار کے واپس لے جانے کا سوچ رہا ہو گا۔ وہ اس کی مدد کر سکتی تھی۔ وہ دونوں کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کر سکتی تھی۔

"میں کچھ غلط نہیں کر رہی۔ میں کسی کی جان نہیں لے رہی۔ صرف ماہر کو مالا سے دور کر رہی ہوں۔"

وہ بڑبڑاتے ہوئے وہاں سے پلٹ گئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ ایک عام سی صبح تھی۔

ہر شے روٹین کے مطابق ہو رہی تھی۔ عدالت کا ایک کاریڈور تھا جس کے باہر بینچز پر بہت سے لوگ اپنی اپنی باریوں کے انتظار میں خاموشی سے بیٹھے تھے۔ وہ کاریڈور سرد تھا۔ خاموش تھا۔ ہر دو تین لوگوں کے ساتھ ایک گاؤن میں ملبوس وکیل بیٹھا تھا۔ ساتھ کمروں کے بند دروازے تھے جن کے اندر سے اردلی باری باری سب کو بلاتا تھا۔

ایسے ہی ایک دروازے کے باہر دونوں دیواروں کے ساتھ لگے بینچز پر آمنے سامنے وہ بیٹھے تھے۔ سوزین سفید کیپ کوٹ اور سیاہ مڈی ڈریس پہنے ٹانگ پر ٹانگ جمائے سامنے والے بنچ کو دیکھ رہی تھی۔ جہاں ماہر فرید اپنے بھائی کے ساتھ بیٹھا تھا۔ ماہر اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ البتہ بیر بل سر جھکائے ہوئے تھا۔ وہ گھنگھریالے بالوں کی کس کے پونی بنائے، جیل سے انہیں سمیٹے، گرے سوٹ میں ملبوس تھا۔ گاہے بگاہے وہ دائیں بائیں دیکھتا۔

"میری طرف دیکھو، بیر بل۔" سوزی نے شاید چوتھی دفعہ دبی دبی غراہٹ کے ساتھ کہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں سرخ سی نمی تھی۔ اب کی دفعہ بیر بل نے آنکھیں اٹھا کے اسے دیکھا۔ وہ اس کے سامنے بیٹھی تھی۔ ہمیشہ کی طرح خوبصورت۔ تیار۔ البتہ غصے میں۔ بیر بل نے کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے۔ اس کے کندھے کے قریب کھڑے وکیل نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"عدالت کا احترام کریں۔ یہاں شور کرنا منع ہے۔"

سوزی نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔ پھر ماہر کو۔ ماہر انہی نظروں سے اسے مسلسل دیکھے جا رہا تھا۔ ٹانگ پر ٹانگ جمائے۔ اپنے بھائی کے ساتھ۔ اس کا ہاتھ بیر بل کے گھٹنے کے قریب تھا۔ جیسے ابھی بیر بل اٹھا تو وہ اسے گھٹنے پر دباؤ دے کر واپس بٹھا دے گا۔ سوزین نے لب بھینچ لیے۔

معمول کی کارروائی معمول کے مطابق ہو گئی۔ میاں بھی راضی تھا اور بیوی بھی۔ سو قاضی کو اعتراض نہ تھا۔

اس خاموش سرد کمرے میں چند کاغذات دستخط ہوئے۔ سیاہی کی مہک، مہر کے لگنے کی ٹھپ ٹھپ، چند سرگوشیاں ،اور جج کا آخری اعلان۔ پھر کاغذات لفافوں میں ڈالے گئے۔ اس دوران سوزی نے کئی دفعہ انہی خاموش گلہ آمیز

نظروں سے بیر بل کو دیکھا تھا۔ وہ ابھی تک اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ اگر کبھی نگاہ مل جاتی تو اس کی آنکھوں میں نمی اترنے لگتی۔ جسے وہ تھوک نگل کے اندر اتار لیتا۔ وکیل نے لفافہ سوزین کی طرف بڑھایا تو اس نے نوچنے والے انداز سے اسے کھینچا اور ایک افسوس بھری نظر بیر بل پہ ڈال کے پلٹی۔ ہیلز سے ٹھک ٹھک چلتی وہ اپنے وکیل کے ہمراہ باہر نکل گئی۔

"کیا مجھے اس سے ملنا چاہیے تھا؟ اس کی بات سننی چاہیے تھی؟"

وکیل آگے بڑھ چکے تھے جب بیر بل نے ماہر کے ساتھ راہداری میں واپس باہر آتے ہوئے کہا تھا۔ وہ دور اس کو جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

"اس کا فائدہ نہیں تھا۔"

بیر بل نے رک کے ماہر کی طرف چہرہ موڑا۔

"کیوں؟ کیوں تم نے مجھے اس سے نہیں ملنے دیا؟ کیوں تم نے مجھے اس سے بات نہیں کرنے دی؟ میں اس کو بہت کچھ سنانا چاہتا تھا۔ اس کو لعن طعن کرنا چاہتا تھا۔ برا بھلا کہنا چاہتا تھا۔ شاید مجھے اس سے کوئی کلوژر closure مل جاتا۔ میں اس کا سارا دھوکہ، اس کا جھوٹ اس کے چہرے پر لانا چاہتا تھا۔" اس کی آواز ہلکی سی بلند ہونے لگی اور آنکھوں میں سرخ نمی واپس آگئی۔

"اس نے میرا دل توڑا ہے، ماہر۔ اس نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔ میں نے اس کو سب کچھ دیا۔ لیکن میں اس کے لئے کافی نہیں تھا۔ وہ بہتر سے بہتر کی تلاش میں آگے بڑھ گئی۔ تم نے کیوں مجھے اس پہ غصہ نہیں کرنے دیا؟ تم نے کیوں میرے اندر ابلتا لاوا اس وقت نہیں نکالنے دیا؟"

اس نے ماہر کی کہنی پکڑی۔ پھر اسے جیسے بھینچا۔

"تم نے کیوں مجھے اس سے بات نہیں کرنے دی؟"

"کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا کہ تم اس سے بات کرو۔"

وہ دونوں راہداری میں آمنے سامنے کھڑے تھے۔ دائیں بائیں سے سیاہ گاؤن والے لوگ اور پریشان شکلوں والے افراد آگے پیچھے جا رہے تھے۔

"کیوں؟ تم کیوں چاہتے تھے میں اس سے بات نہ کروں؟"

سوزین کی ہیلز کی ٹک ٹک اب دم توڑ چکی تھی۔ ماہر نے یاسیت سے بیر بل کو دیکھا اور جب بولا تو اس کی آواز بہت دھیمی تھی۔

"کیونکہ اگر تم اس سے بات کرتے تو اسے معاف کر دیتے۔"

بیر بل فرید سناٹے میں رہ گیا۔ شل۔ گنگ۔

"تمہیں لگتا ہے میں اتنا کمزور انسان ہوں؟" ماہر کی کہنی کو پکڑے ہاتھ ڈھیلا ہو کے نیچے گر گیا۔

"مجھے لگتا نہیں ہے، بیر بل۔ مجھے معلوم ہے۔ اس وقت اگر تم اس سے بات کرتے، تو وہ ایک دفعہ پھر تمہیں اپنے شیشے میں اتار لیتی۔"

"تم میرے بارے میں یہ سوچ بھی کیسے سکتے ہو کہ میں اس کی بے وفائی جاننے کے بعد بھی اس کے ساتھ رہوں گا؟ یا اس کو معاف کر دوں گا؟" بیر بل کو جیسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس کا بھائی اس کو اتنا بے غیرت سمجھتا تھا؟

"تمہیں اس کی بے وفائی کا علم اس کے لیپ ٹاپ سے نہیں ہوا تھا، بیر بل۔ بے وفا عورتوں کے ریڈ فلیگز پہلے دن سے دکھائی دے دیتے ہیں۔ تم نے اس سے پہلے بھی بہت سے ایسے فلیگ دیکھے ہوں گے۔ لیکن ہر دفعہ تم نے ان کو نظر انداز کیا۔ ہر دفعہ تم نے اس کو معاف کیا۔ دائیں بائیں کسی سے تھوڑا سا فلرٹ۔ کسی کا کارڈ رکھ لینا۔ کسی کے ساتھ ڈنر پہ

چلے جانا۔ بہت سی چیزیں تم نے دیکھی ہوں گی۔ جب وہ تمہیں ملی تھی تب بھی وہ کسی اور کے ساتھ تھی۔ کسی اور سے اس نے تمہارے لئے بے وفائی کی۔ تم ہمیشہ سے جانتے تھے کہ وہ بے وفا عورت ہے۔ لیکن تمہیں لگا تمہارے ساتھ وہ ایسا نہیں کرے گی۔ اور اس نے کیا۔ اسی لئے مجھے ڈر تھا کہ اگر تم اس سے ملے تو تم اس کو معاف کر دو گے۔ اور میں چاہتا تھا کہ تم اس دلدل سے ایک ہی دفعہ نکل آؤ۔"

اس نے بیر بل کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ بیر بل نے غصے سے اپنا کندھا چھڑایا۔ افسوس سے اسے دیکھتے ہوئے سر دائیں بائیں ہلایا۔ سارے الفاظ ختم ہو گئے تھے۔ مٹھیاں بھینچ گئی تھیں۔

ماہر کچھ اور بھی کہہ رہا تھا لیکن وہ پلٹا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا آگے چلا گیا۔ سوزین جا چکی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بیر بل کی بیکری کے باہر کنسٹرکشن جاری کے سائن ابھی تک لگے ہوئے تھے۔ البتہ اس صبح وہاں کوئی ورکر دکھائی نہیں دیتا تھا۔ سورج ابھی ٹھنڈا تھا اور صبح سفید تھی۔ آس پاس چند ہی دکانوں کے شٹر کھلے تھے اور اکثریت ابھی بستروں میں تھی جب کشمالہ مبین بیکری کے دروازے کا لاک کھول رہی تھی۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے بدر کی انگلی تھام رکھی تھی۔ جو ہڈ والی گرم جیکٹ میں ملبوس تھا۔ ہاتھوں پر دستانے چڑھے تھے جو ماں نے زبردستی پہنائے تھے اور وہ سر جھکائے اپنے جوتوں کو دیکھ رہا تھا۔

ڈبل لاک کھول کے اس نے دروازہ دھکیلا تو حسب معمول جامنی گھنٹی ٹرن سے بجی۔ جب تک وہ بدر کو لیے اندر آئی، دروازے بند کیے، بتیاں جلائیں، تو گھنٹی کی ٹرن ٹرن دھیرے دھیرے دم توڑتی گئی۔ درجہ حرارت سیٹ کر کے وہ زینہ چڑھ کے اوپر آئی۔ ایک کاؤچ پر بدر کو بٹھایا۔ اس کی کلرنگ بکس اس کے سامنے رکھیں۔ کوٹ اتار کے صوفے پر رکھا۔ اس نے ڈھیلا ڈھالا سوئیٹر اور ٹراؤزر پہن رکھا تھا۔ آستین اونچے چڑھائے۔ سارے بال دونوں ہاتھوں میں سمیٹے اور کس کے اونچی پونی باندھنے لگی۔ ابھی پونی کا آخری بل تھا جب کھٹک کی آواز آئی۔

مالا ڈر کے پلٹی۔ ایک بند دروازے کے پیچھے کچھ کھٹکا تھا۔

ایک لمحے کے لیے اس کا سانس ساکت رہ گیا۔ گھبرا کے بدر کو دیکھا۔ کتنا کہا تھا اس کو ماہر نے کہ جب وہ بیکری جایا کرے تو اسے فیضی حانم کے پاس چھوڑ جایا کرے۔ پولیس کا بندہ، ماہر کا گارڈ، خود فیضی حانم اور ہلال۔ اتنے سارے لوگ تو تھے اس کے پاس۔ لیکن اس کی اپنی اِن سیکیورٹی۔ وہ بدر کو اپنی نظروں سے دور نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اور اس بیکری میں جو بھرے بازار کے بیچ میں تھی، بدر کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔ یہ اس کا خیال تھا۔

"کون ہے؟" اس نے پکارا تو حلق خشک ہو رہا تھا۔ پھر سے کچھ کھٹکا۔ اس کے دل کی دھڑکن بے ترتیب ہوئی۔ دائیں بائیں دیکھا۔ ایک پانی کی خالی شیشے کی بوتل رکھی تھی جو وہ کل چھوڑ کے گئی تھی۔ ابھی پینٹرز نہیں آئے تھے ورنہ شاید وہ ایسے نہ گھبراتی۔ بوتل کو مٹھی میں تھاما تو اس کا شیشہ ٹھنڈا محسوس ہوا۔ قدم قدم چلتی وہ اس دروازے تک آئی اور پھر ایک دم اسے کھول کے دھکیلا۔ اگلے ہی لمحے اس کے منہ سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔

"اف، بیربل۔ تم؟" دوسرا ہاتھ سینے پر رکھے مالا نے بدقت چند گہرے سانس لیے۔ جہاں اعصاب واپس ڈھیلے ہوئے وہاں ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

وہ دروازہ بیربل فرید کے آفس میں کھلتا تھا اور اس وقت وہ فرش پر بیٹھا کاؤچ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھا۔ ایک باکس سامنے رکھا تھا جس میں چند فریمز تھے۔ کچھ چیزیں۔ کف لنکس۔ ٹائی۔ مگ۔ وہ ہر شے اس میں سے نکال نکال کے باہر رکھ رہا تھا۔ شاید اسی کا کھٹکار ہوتا تھا۔ کوٹ پیچھے کہیں پھینک رکھا تھا۔ آستین اونچے چڑھے تھے اور گریبان کے بٹن کھلے تھے۔ پونی سے بال نکل نکل کے دائیں بائیں گر رہے تھے۔ اس نے مالا کے پکارنے پہ محض آنکھیں اٹھا کے دیکھا۔

"تم اندر کیسے آئے؟ لاک تو میں نے ابھی کھولا ہے۔"

"یہ میری بیکری تھی، مالا۔ اس میں داخلے کے چور راستے میں نے بنا رکھے ہیں۔" وہ بے زاری سے بولا تھا۔

مالا نے تعجب سے دائیں بائیں دیکھا۔

"کہاں سے؟"

بیربل نے ابرو سے بالکونی میں کھلتے دروازے کی جانب اشارہ کیا۔ "یہاں سے راستہ ہے۔"

"وہ میں نے دیکھا تھا لیکن اس پہ پاس کوڈ لگا ہوا ہے۔"

"اور وہ پاس کوڈ صرف مجھے ہی معلوم ہے۔ ڈونٹ وری۔ اس کو میرے سوا کوئی نہیں کھول سکتا۔" وہ مزید بے زار ہوا تھا۔

مالا نے بوتل ایک طرف رکھی۔ کانچ کے لکڑی سے ٹکرانے کا کھٹکا ہوا۔ وہ قدم قدم چلتی اس کے قریب آئی۔ پھر پلٹ کے دیکھا۔ بدر باہر صوفے پر بیٹھا کتاب میں رنگ بھر رہا تھا۔ وہ بیربل کے سامنے فرش پر بیٹھی۔ آلتی پالتی کیے۔ اس کا جھکا سر غور سے دیکھا۔

"کل تمہاری کورٹ ہیئرنگ تھی۔ ہو گئی؟"

بیربل کے ہاتھ باکس میں سے چیزیں نکالتے ہوئے ٹھہر گئے۔ جھکے سر کو اثبات میں ہلایا۔

"پچھتا رہے ہو؟"

گھنگھریالے بالوں والا سر دائیں بائیں ہلا۔

"پچھتا نہیں رہا۔ جو کیا بالکل ٹھیک کیا۔ اس نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ وہ ایک ٹاکسک لڑکی تھی اور اس سے شادی کر کے میری زندگی مزید اجیرن ہو گئی تھی۔ مجھے اس پہ غصہ ہے۔ اور ماہر... ماہر سمجھتا ہے کہ میں اتنا کمزور انسان ہوں

کہ اس کو معاف کر دیتا۔" اس نے گلہ آمیز آنکھیں اٹھا کے مالا کو دیکھا۔ جیسے سمجھ نہ پا رہا ہو کہ اسے ماہر پہ زیادہ غصہ تھا یا سوزین پہ۔

"اپنے بھائی کو تو تم چھوڑ ہی دو۔ وہ تو سرٹیفائیڈ روبوٹ ہے۔"

بیربل کے چہرے پہ نہ چاہتے ہوئے بھی مسکراہٹ آگئی۔ پھر دوسرا دکھ یاد آیا۔

"مگر مالک بھی یہی سمجھتا ہے کہ مجھے سوزی سے بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔ ورنہ وہ پھر سے مجھے شیشے میں اتار لیتی۔"

"اور مالک کون ہے؟"

اب کی دفعہ بیربل کھل کے مسکرا دیا۔

"اس سے بھی بڑا روبوٹ۔"

مالا نے گہری سانس لی۔ باکس کو نرمی سے ایک طرف دھکیلا۔ ایسے کہ وہ ان دونوں کے درمیان میں سے ہٹ گیا۔

"بیربل، میری طرف دیکھو۔ میں تمہاری دوست بھی ہوں نا؟"

بیربل کی شکوہ کناں نظریں اس کی طرف اٹھیں۔

"ایک زمانے میں تم میری دوست تھیں۔ اب صرف ایسٹ انڈیا کمپنی ہو۔" نگاہیں گھما کے بیکری کے درودیوار کو دیکھا۔

"وہ تو اس روبوٹ کا قصور ہے۔ میں تو تمہاری دوست ہوں نا؟"

بیربل نے دھیرے سے سر ہلا دیا۔ وہ دونوں آمنے سامنے فرش پر بیٹھے تھے اور جب ان کے درمیان خاموشی چھا جاتی تو باہر سے بدر کی پنسل کے کاغذ پر رگڑنے کی آواز سنائی دینے لگتی۔

"تمہاری دوست ہونے کے علاوہ میں ایک ڈائیورسڈ عورت بھی ہوں۔ مجھے پتا ہے کہ طلاق کیا ہوتی ہے۔ اس کا ٹراما کیا ہوتا ہے اور اس سے خود کو نکالنا کتنا ضروری ہوتا ہے۔"

"مگر وہ کیسے سمجھ سکتا ہے کہ میں اس کو معاف کر دوں گا؟" وہ شاید اس کی بات نہیں سن رہا تھا۔ "میں اس سے نفرت کرنے لگ گیا ہوں۔ اور میں ہرٹ بھی ہوں کہ وہ میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتی ہے۔ اوپر سے ماہر..."

"میری بات سنو۔" اس نے نرم مگر اونچی آواز میں اس کو متوجہ کیا۔ "اگر میں تم سے سچ نہیں بولوں گی تو پھر میں تمہاری صحیح والی دوست نہیں ہوں گی، بی۔"

"تم یہ چاہتے ہو کہ میں تم سے ہمدردی کروں۔ تم اپنے تمام دوستوں سے یہی توقع کرتے ہو۔ وہ تمہارے پاس آئیں۔ وہ تمہیں بتائیں کہ تمہارے ساتھ کتنا برا ہوا ہے۔ وہ تمہیں تمہارے غم سے نکلنے میں مدد دیں۔ لیکن یہ سچ نہیں ہے۔"

بیربل نے چونک کے اسے دیکھا۔

"تمہارے ساتھ جو ہوا وہ غلط تھا۔ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ طلاق ایک بہت بڑا ٹراما ہوتا ہے۔ ماہر کے لیے تم سے دستخط کروانا، تمہیں کورٹ میں لے کر جانا، اور ہر چیز بظاہر فکس کر دینا بہت آسان تھا۔ لیکن ماہر کبھی ڈائیورس سے نہیں گزرا۔ اس کو نہیں پتا کہ یہ انسان کو کیسے توڑ کے رکھ دیتی ہے۔ چاہے اس کا ساتھی کتنا ہی ٹاکسک کیوں نہ ہو۔ چاہے طلاق انسان کو کسی قید سے آزاد کیوں نہ کر دے۔ وہ کتنا ہی بڑا ریلیف کیوں نہ ہو۔ طلاق انسان کو ایسا ٹراما دیتی ہے جس کو بھرنے میں ایک لمبا عرصہ لگتا ہے۔"

بیربل نے گھٹنے سینے سے لگا لیے۔ ان کے گرد بازو لپیٹے اور تھوڑی ان پر رکھ کے آزردگی سے اسے دیکھے گیا۔

"کیا سوزی کا دیا زخم کبھی بھر سکے گا؟"

"سوزی کا دیا زخم بہت جلد بھر جائے گا، بیر بل۔ لیکن کیا بیر بل کا دیا زخم بھر سکے گا؟"

بیر بل کے ابرو تعجب سے اکٹھے ہوئے۔

سامنے بیٹھی پونی باندھے شفاف چہرے والی لڑکی کہہ رہی تھی۔

"میں تم سے سچ بولوں گی اور سچ یہ ہے کہ سوزی نے تمہیں زخم نہیں دیا۔ بیر بل نے بیر بل کو زخم دیا ہے۔"

بیر بل کے لب ناپسندیدگی میں بھنچے۔ البتہ وہ خاموشی سے سنتا رہا۔

"بہت سے لوگ طلاق یا دھوکہ ملنے پہ یہی کہتے ہیں کہ دوسرے شخص نے ہمارے ساتھ یہ کیا۔ دوسرا شخص ٹاکسک ہے، برا ہے، ولن ہے۔ لیکن بیر بل، سوال یہ ہے کہ اس شخص کو منتخب کس نے کیا تھا؟ اس شخص کی طرف اٹریکٹ کون ہوا تھا؟"

"اس نے خود کو ایسا بنا رکھا تھا کہ مجھے لگا وہ ایک بہت اچھی لڑکی ہے۔"

"نہیں۔ اس نے خود کو ان چیزوں سے آراستہ کر رکھا تھا جو تمہاری کمزوری ہیں۔ کیونکہ وہ چیزیں تمہارے اپنے اندر بھی موجود ہیں۔ تمہیں وہ چیزیں پسند آتی ہیں۔ برینڈز، امارت، خوبصورتی، دکھاوے والی چیزیں۔ یہ سب سطحی چیزیں ہیں۔ تم اس چمک دمک سے متاثر ہو کے اس کے قریب گئے تھے اور پھر تم نے اپنا اسٹینڈرڈ اتنا low رکھا کہ ان چیزوں کی چمک دمک نے وہ سارے سرخ جھنڈے چھوٹے کر کے دکھائے جو تمہیں پہلے دن سے نظر آ رہے تھے۔ سوزین بدلی نہیں تھی۔ وہ وہی رہی جو وہ ہمیشہ سے تھی۔ ٹاکسک عورتیں پہلے دن سے اپنے ٹاکسک ہونے کے ثبوت دکھا دیتی ہیں۔ ایسے ہی ٹاکسک مرد خود کو چھپا کے نہیں رکھتے۔ پھر بھی ہم ان کو منتخب کر لیتے ہیں کیونکہ ہمارے اپنے اندر کمی ہوتی ہے۔"

"یعنی سوزی سے شادی میری غلطی تھی؟"

تمہیں برا لگے گا لیکن یہی حقیقت ہے۔ یہ تمہاری غلطی تھی۔ تمہاری چوائس تھی۔ کیونکہ ہم دوسروں کی اسی چیز سے اٹریکٹ ہوتے ہیں جس کی یا ہمیں خود کمی ہوتی ہے یا ہم نے اپنے اندر اس کو پال رکھا ہوتا ہے۔ ہم اپنی ویلیوز کو دوسروں میں تلاش کرتے ہیں اور یوں ہم لوگوں سے کنیکٹ ہوتے ہیں۔ اگر تمہیں ایک اچھی، سچی اور authentic عورت چاہیے، تو تمہیں سطحی چیزوں سے متاثر ہونے کے بجائے، اپنے اسٹینڈرڈ کو اتنا اونچا کرنا ہوگا کہ تم لوگوں کے سطحی پن کے پار جھانک سکو۔ کسی کی دولت تمہیں متاثر نہ کرے۔ تم جب کسی لڑکی سے ملو، اور آگے تم بہت سی لڑکیوں سے ملوگے، تو میں چاہتی ہوں کہ تم اس لڑکی کی پرسنالٹی سے کچھ چیزیں مائنس کر دو۔ ان کی چمکتی دمکتی شکل، ان کی دولت، ان کی دل رُبا باتیں مائنس کر کے دیکھو کہ پیچھے کیا بچتا ہے۔ کیا اس میں اخلاقی اقدار ہیں؟ کیا وہ سچ بولتی ہے؟ کیا اس کے اندر بہت سی اِن سیکیورٹیز اور احساس کمتری تو نہیں ہے۔ کیا اس نے اپنی کشش دولت اور نمائشی چیزوں کو بنا رکھا ہے؟ جب تک تم اپنے اندر موجود اس چیز کو heal نہیں کروگے، جو نمائشی چیزوں کی طرف لپکتی ہے، تب تک بیر بل، تم غلط لڑکیوں کا انتخاب کرتے رہوگے۔"

وہ بہت غور سے اس کو سن رہا تھا۔ وہ اسی نرمی سے کہے جا رہی تھی۔

"ماہر تمہاری چوائس کے خلاف نہیں تھا۔ وہ ان لڑکیوں کے خلاف بھی نہیں تھا جن کو تم پسند کرتے ہو۔ بلکہ ماہر تمہارے اندر موجود اس چیز سے واقف ہے جو ہمیشہ ایک ہی جیسی لڑکیوں کی طرف اٹریکٹ ہوتی ہے۔ اگر تم اپنی زندگی میں آنے والی تمام لڑکیوں کا ایک فلو چارٹ بناؤ، تو تم دیکھو گے کہ ان میں بہت کچھ مشترک ہے۔ سوزین سمارٹ تھی۔ اس نے صرف ریلیشن شپ نہیں رکھا بلکہ شادی بھی کی تا کہ اس کو اس ریلیشن شپ کی قیمت مل جائے۔ آج تم سوزین سے بچ کے نکل گئے ہو۔ لیکن کل کو اگر تم نے اپنے آپ کو درست نہ کیا تو تم پھر سے اسی طرح کی کسی لڑکی کے ساتھ پھنس جاؤ گے۔"

"اور میں کیسے بہتر کا انتخاب کروں گا؟"

"خود کو بہتر بنا کے۔ وہ کہتے ہیں نا کہ تمہیں جو خوبیاں اپنے لائف پارٹنر میں چاہئیں، ان کی فہرست بناؤ اور پھر خود وہی فہرست بن جاؤ۔ تم بہتر لڑکیاں اٹریکٹ کرو گے اور خود بھی بہتر لڑکیوں کی طرف اٹریکٹ ہو گے۔ پھر یہ سطحی، چمکتی دمکتی لڑکیاں، جن کی ویلیوز نہیں ہیں، جو جھوٹ بولتی ہیں، اپنے اصل سے دور بھاگتی ہیں، اپنے احساس کمتری کو چھپا کے رکھتی ہیں، یہ لڑکیاں پھر تمہیں پسند نہیں آئیں گی۔ تم ان سے دور بھاگو گے۔"

"لیکن مجھے کیسے معلوم ہو گا کہ کوئی لڑکی سچی اور authentic ہے؟ کیونکہ لڑکیاں ایکٹنگ کرتی ہیں۔ خود پہ ملمع چڑھا کے رکھتی ہیں۔"

"جب تم خود اندر سے سچے بن جاؤ گے، اپنے احساسِ کمتری سے نکل کر اپنی ذات پہ محنت کرو گے نا، اپنی ویلیوز کو اونچا کرو گے، تب بھرے مجمعے میں سے بھی ایک خالص اچھی لڑکی کو تم دور سے پہچان لو گے۔ تمہیں لوگوں کا سچ اور جھوٹ صاف صاف دکھائی دے گا۔ وہ لڑکی نہ تمہاری دولت سے متاثر ہو گی، نہ ان چیزوں سے جن کو پیسے سے کوئی بھی خرید سکتا ہے۔ وہ تمہاری ذات کو جاننے کی کوشش کرے گی۔ وہ تم سے ان سطحی چیزوں کی وجہ سے محبت نہیں کرے گی بلکہ اس کو تمہارے اندر وہ سب نظر آئے گا جو ہمیں نظر آتا ہے۔ مجھے، ماہر، مالک، ہم سب کو بیر بل کی دولت سے یا اس کے برانڈز والے کپڑے جوتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ہم بیر بل کو اس کے اپنے لئے پسند کرتے ہیں۔ تمہارا سینس آف ہیومر۔ تمہارا نرم دل۔ ہم اس سب کے لیے تمہیں پسند کرتے ہیں۔ جب اپنے اوپر سے یہ تہیں اتارو گے، تب خالص لڑکیاں خود ہی تمہاری طرف متوجہ ہو جائیں گی۔ سمجھ رہے ہو؟"

بیر بل نے سر جھکا لیا اور گردن اثبات میں ہلائی۔

"میں کوشش کروں گا۔"

" طلاق کے بعد سب سے اہم چیز تھیراپی ہوتی ہے۔ دوستوں کے پاس جا کے اگر اپنا غم نکالو گے تو وہ تمہیں صرف تمہاری مرضی کی بات کہیں گے۔ اس لیے بہتر ہے کہ تھیراپسٹ کے پاس جاؤ۔ وہ تم سے ناگوار سچ بولے گا۔ اگر تم سچ سننے کی تاب نہیں رکھتے ہو گے تو ایک دو سیشنز کے بعد بھاگ جاؤ گے۔ لیکن یاد رکھو، تھیراپی بہادر لوگوں کا کام ہے۔ جو خود کو فیس کرنے کی ہمت کر سکتے ہیں۔"

بیر بل نے سر پھر سے ہلایا۔ ناک سے گیلی سانس اندر کھینچی۔ پھر چہرہ اٹھا کے اسے دیکھا تو آنکھوں میں ممنونیت تھی۔

"تھینک یو، مالا۔ تھینک یو۔"

وہ مسکرا کے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں اپنا مورال بنانے جارہی ہوں۔ اگر تم اپنے غم سے نکل آؤ تو میری مدد کروا دو کیونکہ پینٹرز کو آنے میں کافی دیر لگے گی۔"

بیر بل نے مٹھی کی پشت سے آنکھیں رگڑیں اور گردن اونچی کر کے اسے دیکھا۔

"میں خود پہ محنت کروں گا اور ایک بہتر انسان بنوں گا۔ لیکن کل سے۔ آج میں کسی محنت کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"اوکے لیکن میں دوپہر میں چلی جاؤں گی۔ مجھے ایک کام سے جانا ہے۔ میرے کچھ پارسل آئیں گے۔ تم ان کو میرے لیے سائن کر دو گے؟"

"کر دوں گا۔" وہ قدرے اکتاہٹ سے بولا۔ پھر چونک کے اسے دیکھا۔ "تمہیں دوپہر میں کہاں جانا ہے؟"

مالا ہلکا سا مسکرائی۔ "سوزین بہت ٹاکسک تھی لیکن اس نے مجھے ایک پتے کی بات بتائی تھی۔ اسی کے بارے میں کچھ کرنے جارہی ہوں۔"

"کیا؟" وہ بے قراری سے بولا۔ اس کا ذکر ابھی تک اس کو ڈسٹرب کر دیتا تھا۔

مالا جواب دیے بنا مسکراہٹ اچھالتی باہر ہال کی طرف چلی گئی۔ وہ کچھ دیر خفگی اور تجسس سے سوچتا رہا پھر واپس اپنے باکس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ سوزین کی یادیں۔ تحفے۔ ہر شے ایک کوزے میں بند ہو کے اس کے سامنے پڑی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہائی وے سے نظر آتی قرمزی عمارت کا فائبر گلاس سرما کی دھوپ میں چمک رہا تھا۔ سرخ رنگ کے اٹھائیس شیڈز سے بنی عمارت کے وسط میں صحن نما جگہ تھی۔ اوپر سے کھلی۔ دائیں بائیں سیمنٹ کی دیواریں جن کے ساتھ بہت سے ورکرز کام کر رہے تھے۔ ایک برآمدے کے کونے میں ٹوٹ پھوٹ ہوئی رکھی تھی۔ ایک ستون جیسے بنانے کے بعد گرایا گیا تھا۔ اور اس کے ساتھ تین لوگ کھڑے کسی بحث میں مصروف تھے۔ ان میں سے ایک ماہر فرید تھا۔ وہ جینز پہ جیکٹ

اور سر پہ زرد ہیلمٹ پہنے، ہاتھ پہلوؤں پر رکھے بے زاری سے کچھ کہہ رہا تھا۔ وہ تینوں افراد بار بار گردن اٹھا کر اوپر دیکھتے۔ ماہر افسوس سے سر نفی میں دائیں بائیں ہلاتا۔ پھر انگلی سے ان کو تنبیہ کرتا۔ بار بار وہ گھڑی دیکھتا۔

تب ہی ایک گلابی شرٹ اور زرد ہیلمٹ والا لڑکا جو مختنی سے وجود اور چھوٹے قد کا مالک تھا، بھاگتا ہوا اس کے پاس آیا۔

"سر، اندر ایک مسئلہ ہو گیا ہے۔ جونئیر انجینئر کی ایک مزدور سے لڑائی ہو گئی ہے۔"

ماہر تیورا کے اس کی جانب گھوما۔ ماتھے کی شکنوں میں اضافہ ہوا۔ اس سے پہلے کہ وہ اسے کچھ کہتا، نگاہ لڑکے کے کندھے کے پیچھے courtyard کے وسط پہ پڑی۔ اور وہ وہیں ٹھہر گیا۔

دھوپ سے چمکتے صحن کے وسط میں وہ کھڑی تھی۔ کیمل رنگ کا لمبا کوٹ پہنے۔ بازو سینے پر لپیٹے۔ کندھوں تک آئے کھلے بال اور چہرے پہ مسکراہٹ۔ ایک دم سے جیسے اس زیرِ تعمیر عمارت کے پتھروں کی دھول اور پلستر کی مہک سارے سے عنقا ہو گئی۔ ماہر کے وجود پہ چھائی کلفت دور ہوتی گئی۔

وہ ان سے معذرت کرتا ہوا تیزی سے اس کی طرف آیا۔ عمارت کے وسط کا یہ صحن جس میں چاروں طرف دیواریں تھیں جن میں اونچی راہداریاں اور بر آمدے بنے تھے، کسی بھی رنگ سے بے نیاز ابھی تک سرمئی دکھائی دیتا تھا۔ البتہ جیسے ہی مالا اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی، سرخ عمارت میں اٹھائیس سو رنگ بھر گئے تھے۔

وہ اس کے عین سامنے جا رکا۔ دونوں کے درمیان شاید چار فٹ کا فاصلہ تھا۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں ایک دفعہ بارش میں وہ لڑے تھے اور بہت بولے تھے۔ بہت سا غبار اپنے اندر سے نکالا تھا۔ اور آج جب عمارت مکمل ہونے جا رہی تھی، تو ان کی توڑ پھوڑ بھی بہت حد تک مکمل ہو چکی تھی۔

"کیسی ہو؟" اسے دیکھ کے ماہر کا چہرہ کھل اٹھا تھا۔

"ٹھیک ہوں۔ ایک بات کرنے آئی تھی۔ تم آفس میں نہیں تھے اور فون آف تھا۔ شبنم نے بتایا کہ یہاں گئے ہو۔"

"اوہ ہاں۔" اس نے پیشانی کو چھوا۔ "کام میں بزی تھا۔ دھیان نہیں دے سکا۔"

پھر گردن موڑ کے اونچی عمارت کو دیکھا۔

"تم نے تو آرٹ ورک نہیں بنایا۔" گلہ آمیز مسکراہٹ سے واپس مالا کو دیکھا۔ "اس لیے ہم بغیر آرٹ ورک کے ہی افتتاح کرنے جارہے ہیں۔"

"کم از کم تم لوگ وقت پہ افتتاح کررہے ہو۔ یہی بہت ہے۔" وہ گردن اونچی کرکے عمارت کو دیکھتی مسکرا رہی تھی۔

"ماہر بے... وہ لوگ لڑرہے ہیں اندر۔" گلابی شرٹ والے لڑکے نے جیسے اس کی معذرت نہیں سنی تھی۔ وہ بھاگتا ہوا پریشان سا ان کی طرف آیا تھا۔ ماہر نے گردن موڑ کے اسے دیکھا۔ آنکھوں میں گھور کے اشارہ کیا۔ اور پھر واپس مالا کی طرف متوجہ ہوا۔

"اندر آجاؤ۔"

وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہوئے ایک دوسرے برآمدے میں آرکے۔ یہ وہ جگہ نہیں تھی جہاں وہ لڑے تھے۔ وہ برآمدہ اس کے مقابل تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کے ساتھ وہ اس عمارت کے کسی دوسرے حصے میں کھڑا ہوتا کہ یہاں کا ہر پتھر، ہر اینٹ، ہر کونا اس کے ساتھ گزارے لمحوں کا گواہ بن جائے۔

"ہماری اس دن کے بعد ٹھیک سے بات ہی نہیں ہوئی۔" وہ مسکرا کے کہہ رہی تھی۔ وہ درست تھی۔ وہ ایک دم سے بہت مصروف ہوگیا تھا۔ یا شاید وہ مالا کو ہر چیز پر اسپیس کرنے کا وقت دے رہا تھا۔ پھر عمارت کا افتتاح بھی عین سر پہ تھا۔

"سوری۔ میں بزی ہوگیا تھا۔"

"اسی لئے میں نے سوچا کہ تمہارے پاس آکے تم سے ایک بات دوٹوک پوچھ لوں۔"

"او کے؟"

ماہر نے جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈال لیے۔ غور سے اس کو سننے لگا۔ برآمدے میں تازہ پلستر اور کیروسین آئل کی مہک تھی۔ دائیں بائیں دو مزدور پلاسٹک کی شیٹ لے کر جا رہے تھے۔ ان کی کھڑ کھڑاہٹ کم ہوئی تو مالا نے کہنا شروع کیا۔

"اس دن اغوہ میں جو تم نے کہا، میں اس کے بارے میں بات کرنا چاہتی تھی۔"

ماہر نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ وہ جانتا تھا وہ کیا کہنے جا رہی ہے۔ اور اس نے اس موقع کے لئے کچھ سوچ کے رکھا تھا۔ اسے جیولرز پہ جانا تھا۔ اسے ایک انگوٹھی خریدنی تھی۔ اور اسے ہر وہ چیز کرنی تھی جو روایتی تھی۔

"ہم اس بارے میں بات کریں گے، مالا۔" اس کا فقرہ ابھی منہ میں ہی تھا جب گلابی شرٹ والا لڑکا جسے وہ حیران پریشان سا صحن میں چھوڑ آیا تھا اس برآمدے میں دوڑتا چلا آیا۔

"سر، وہ میری بات نہیں مان رہے۔ آپ ان کو سمجھائیں۔" وہ قدرے جھنجھلایا ہوا بھی تھا۔ ماہر نے دانت پیس کے بہت ضبط سے اسے دیکھا۔

"پانچ منٹ صبر کرو۔ میں آتا ہوں۔"

وہ برا سا منہ بنا کے پیچھے ہٹ گیا۔

وہ واپس مالا کی طرف متوجہ ہوا۔ تناؤ بھری مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھا۔ وہ البتہ اطمینان سے مسکرا رہی تھی۔ وہ جیسے سوچ کے آئی تھی کہ اسے بات کرنی تھی۔

"کیا تم اس بات کو ٹال رہے ہو؟"

"نہیں نہیں۔ میں صرف ان چیزوں میں پھنسا ہوا ہوں۔ اور میں چاہتا تھا کہ تم اس سب کو پراسیس کر لو۔"

"میں نے پراسیس کر لیا ہے۔ لیکن مجھے تھوڑی سی کلیرٹی clarity چاہیے۔"

دور کہیں زور سے دھپ کی آواز آئی تو دونوں نے چونک کے اس طرف دیکھا۔ مغربی دیوار کے ساتھ زمین پر چند بوریاں گری تھیں جو اوپر لگے مزدوروں کے لفٹر سے شاید پھسلی تھیں۔

(اف) ماہر واپس اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"ہم بیٹھ کے بات کر لیتے ہیں۔" اس نے دائیں بائیں دیکھا۔ وہاں بیٹھنے کی کوئی جگہ نہیں تھی۔ البتہ مالا جیسے طے کر کے آئی تھی۔ وہ اپنے کوٹ سمیت ایک ستون کے کنارے زینوں پر بیٹھی۔ یوں کہ کمر ستون سے لگالی اور گھٹنے اس کی طرف تھے۔ وہ بدقت سامنے آ کے بیٹھا۔ کن انکھیوں سے دیکھ سکتا تھا کہ چار فٹ کے فاصلے پر کھڑا مخنی نوجوان ناراضی سے اسے دیکھتا فون پہ بات کر رہا ہے۔

"جب تم نے کہا کہ ہم ایک ساتھ اپنا خیمہ لگائیں یعنی (کسی کمرے سے ویلڈنگ مشین کے چلنے کی سیٹی جیسی آواز سنائی دی۔ مالا کو آواز اونچی کرنی پڑی۔) یعنی ہم اپنی زندگی ساتھ تعمیر کریں۔ تو اس سے مراد..."

"سر... سر... ماہر بے!" گلابی شرٹ والا نوجوان بازو لہراتا اس کو بلا رہا تھا۔ ماہر نے ہاتھ اٹھا کے اسے روکا اور بہت ضبط سے واپس مالا کی طرف متوجہ ہوا۔

"تم کہہ رہی تھیں؟"

"جب تم نے کہا کہ ہم اپنی زندگی ساتھ شروع کریں..."

ماہر نے بے چینی سے پہلو بدلا۔

"مجھے کوئی جلدی نہیں ہے۔ تم بھی یہیں ہو۔ میں بھی یہیں ہوں۔ میں تم پر کچھ مسلط نہیں کرنا چاہتا۔ تم وقت لے سکتی ہو۔ اور میں کسی بھی چیز کو بہت رش نہیں کرنا چاہتا۔ جب تم ذہنی طور پہ تیار ہو، تب ہم اس بارے میں بات..." کن انکھیوں سے گلابی شرٹ قریب آتی دکھائی دی۔ ماہر فرید مٹھیاں بھینچ کے اس کی طرف پلٹا۔

"کیا ہے؟" کھا جانے والے انداز میں اسے گھورا۔

"ماہر بے... انہیں سنبھالیں... وہ میری نہیں سن رہے۔"

"صبر کرو۔ میں آرہا ہوں۔" وہ واپس مالا کی طرف مڑا اور زبردستی مسکرایا۔

"مالا ہم بعد میں بیٹھ کے..."

"ہمیں بیٹھ کے بات کرنے کا ٹائم نہیں مل رہا، ماہر۔ اس میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ مجھے بس تم سے آمنے سامنے بات کرنی تھی تاکہ مجھے کلیئر ہو کہ تم کیا چاہتے ہو۔"

"مالا، تمہیں جتنا وقت چاہیے..."

"مجھے وقت نہیں چاہیے، مجھے کلیرٹی چاہیے۔" وہ جھنجھلائی ہوئی نہیں تھی۔ سنجیدہ تھی۔ پرسکون۔ "تم کس طرح چاہتے ہو کہ ہم اپنی زندگی ایک ساتھ شروع کریں؟"

ویلڈنگ کی آواز میں ایک دم تیزی آگئی۔ دوسری دیوار کے ساتھ کھڑا لفٹر دو مزدوروں کو اٹھائے نیچے اتر رہا تھا اور چار مزدور اونچی پکار کے ساتھ کچھ کہہ رہے تھے۔ ماہر فرید کو دھول اور پلستر کی مہک حلق میں اترتی محسوس ہوئی۔ اس نے ہیلمٹ اتار کے نیچے رکھی۔ وہ یہ گفتگو اس طرح نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"تم جانتی ہو کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ تم ہمیشہ سے جانتی تھیں، مالا۔"

"مجھے تمہارے منہ سے سننا ہے تاکہ میں کلیئر ہوں اور اپنی فیملی کو کچھ بتا سکوں۔"

"ماہر بے..." گلابی شرٹ اب پانچ فٹ کے محفوظ فاصلے پر کھڑا اب دو مزید آدمیوں کے ساتھ اس کو پکار رہا تھا۔ ماہر فرید نے بدقت ان سب کو نظر انداز کیے اپنی توجہ سامنے بیٹھی لڑکی پہ مرکوز کیے رکھی جس کو دائیں بائیں کسی شے کی پرواہ نہیں تھی۔

"I want you to be my wife."

وہ یہ سب اس طرح نہیں کہنا چاہتا تھا۔ اڑتے ہوئے چونے اور پینٹ کی مہک۔ ویلڈنگ کی آواز اور چنگاریوں کے درمیان۔ مزدوروں کے شور اور سرمئی دیواروں سے گھرے احاطے کے درمیان۔

وہ اس بات کو کسی ریسٹورنٹ میں، اونچی موم بتیوں، مدھم روشنیوں، پھولوں کی مہک اور ایک انگوٹھی کے ساتھ کہنا چاہتا تھا۔

کشمالہ چند لمحے اس کو دیکھتی رہی۔ پھر ہلکا سا مسکرا دی۔

"اوکے۔" اس نے سر اثبات میں ہلایا۔

"تم چاہتے ہو کہ ہم شادی کر لیں۔" وہ مسکراہٹ دبائے پوچھ رہی تھی۔ آنکھیں سرما کی دھوپ سے سنہری مائل لگ رہی تھیں۔

"ماہر بے... "مزدوروں کی لڑائی کا شور اندر سے کہیں سے اٹھ رہا تھا۔ گلابی شرٹ اسے غصے سے پکار رہا تھا۔ لیکن وہ صرف ان آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم اور بدر میری فیملی بن جاؤ۔ اور میں اور تم ایک ساتھ اپنا گھر بنائیں۔ ہم نے ایک لمبی زندگی غلط ضد، انا، غلط فہمیوں کی وجہ سے ضائع کی ہے۔ ہم مختلف حالات میں نہیں مل سکتے تھے۔ ہمیں انہی حالات میں ملنا تھا۔ اور اس وقت ہم اپنے حالات مختلف کر سکتے ہیں۔ سو..."

لفٹر دھپ سے زمین پر رکا۔ مزدور نیچے اترے۔ ترکش زبان میں زور زور سے بولتے وہ زرد ٹوپیوں کے دوسرے گروہ کے ساتھ لڑ رہے تھے۔ ویلڈنگ کی آواز بھی تیز ہو گئی تھی۔ جیسے اندر کسی کمرے میں چنگاریاں نکل رہی ہوں۔ ماہر کو اپنی آواز اونچی رکھنی پڑی۔

"سو کشمالہ خانم، کیا آپ مجھ سے شادی کریں گی؟" اس نے کہتے ہوئے دائیں بائیں دیکھا۔ وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ کسی بوتل کا ڈھکن بھی نہیں۔ موم بتی کا دھاگہ بھی نہیں۔ پھر بے چارگی سے واپس اس کو دیکھا۔

ستون سے ٹیک لگائے بیٹھی مالا، جس کی ٹوپی سے بال نکل کے کندھوں پر گر رہے تھے، مسکرا رہی تھی۔

"او کے۔" اس نے پھر سے سر اثبات میں ہلایا۔

"کب؟" وہ خالی ہاتھ بیٹھا تھا۔ دنیا کی ساری دولت ہونے کے باوجود اس وقت اس کے پاس کچھ نہیں تھا اس کو دینے کے لیے۔ بے چارگی اور بے بسی سے صرف مسکرا کے پوچھا۔ یکدم ساری آوازیں، شور، دھول مٹی، ہر چیز محسوس ہونا بند ہو گئی تھی۔

"میں اپنی فیملی سے پوچھتی ہوں کہ وہ کب آ سکتے ہیں۔ ماہی اور معید۔ اور پھر میں تمہیں بتاؤں گی۔ اور..." مالا رکی۔ ماہر کے ابرو تعجب سے اکٹھے ہوئے۔ اتنے برسوں میں کشمالہ مبین کو وہ اتنا تو جان گیا تھا کہ ایک دم اس کے ذہن میں جھماکہ سا ہوا۔ یہ کشمالہ کی تمہید تھی۔ وہ کچھ اور کہنے آئی تھی۔

"اور؟" وہ غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔ گلابی شرٹ پھر سے اس کی طرف لپکا۔ ماہر نے بازو لمبا کر کے اسے روکا۔ وہ چار فٹ کے فاصلے پر رک گیا۔ معلوم تھا اب وہ پٹے گا۔

"سوزین۔"

"سوزین کیا؟"

"سوزین نے مجھے ایک بات کہی تھی جو میرے دل سے نکل نہیں سکی۔ تم نے کہا اب ہمارے حالات مختلف ہو چکے ہیں۔ لیکن میرے اندر کی عورت مکمل طور پہ heal نہیں ہوئی۔ میرے اندر ابھی بھی اِن سیکیورٹیز موجود ہیں۔"

اندر کمرے سے آتی ویلڈنگ کی آواز خاموش ہوگئی تھی۔ نہ ہوتی تب بھی وہ اس کا ایک ایک لفظ سن سکتا تھا۔ وہ کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کے کچھ نکال رہی تھی۔ گریبان پہ جھولتی سیاہ فاختہ دھوپ میں دمک رہی تھی۔

"مجھے تم سے ایک سیکیورٹی چاہیے۔"

ماہر نے خاکی لفافے کو دیکھا اور پھر اسے۔

"Prenup؟" اسے جیسے تعجب ہوا تھا۔

"نہیں، ماہر۔ مجھے کسی قسم کا پری نپ سائن نہیں کرنا لیکن..." اس نے جیسے تھوک نگلا اور لفافہ اس کی طرف بڑھایا۔

"میں نے اپنے وکیل سے بدر کی گارڈین شپ کے پیپرز بنوائے ہیں۔ اور میں چاہتی ہوں کہ تم ان کو سائن کرو۔ اور بے شک زیاد اس کا باپ ہے، لیکن زیاد ایک unstable انسان ہے۔ جلد یا بدیر وہ کسی جرم کی پاداش میں یا جیل چلا جائے گا، یا کسی مفرور کی طرح زندگی گزارے گا۔ وہ کبھی بدر کے پاس موجود نہیں ہو گا۔ اگر تم اور میں اپنی زندگی ایک ساتھ شروع کرنے جا رہے ہیں، تو میں چاہتی ہوں کہ تم بدر کے گارڈین بن جاؤ۔ میں تمہیں یہ نہیں کہہ رہی کہ تم اس کے باپ بنو۔ اس کا باپ صرف ایک تھا، ہے اور رہے گا۔ میں صرف اتنا چاہتی ہوں کہ تم میرے ساتھ اس کا خیال رکھو۔ اس کی حفاظت کرو۔ اور بس۔" اس نے تھوک نگلا۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتی تھی کہ اس سے محبت کرو۔ شاید یہ ماہر فرید کے لئے ممکن نہ ہو۔ شاید وقت کے ساتھ یہ ممکن ہو سکے۔

ماہر نے دو انگلیوں سے گلابی شرٹ کو اشارہ کیا۔ وہ بھاگتا ہوا اس کی طرف آیا۔

"ماہر بے... آپ جلدی سے..."

"پین دو۔" اس نے لفافہ چاک کرتے ہوئے کاغذ نکالا۔ ایک نظر اس کو پڑھا۔ تب تک لڑکا پین اس کی طرف بڑھا چکا تھا۔ ماہر نے گھٹنے پر کاغذ رکھے۔ دستخط کیے۔ پھر لفافہ اسے واپس کیا۔ کچھ کہنے لگا، پھر گلابی شرٹ کو گھورا۔

"تم کیوں کھڑے ہو؟ واپس جاؤ۔" وہ منہ بناتا واپس پلٹ گیا۔ تب وہ مالا کی طرف متوجہ ہوا۔

"بدر تمہارا حصہ ہے۔ مالا بدر کے بغیر ادھوری ہے۔ تم اگر مجھ سے یہ پیپر سائن نہ کرواتیں، تب بھی میں اس کا گارڈین ہوں اور رہوں گا۔ لیکن یہ کاغذ اگر تمہیں یہ سیکیورٹی دیتا ہے، تو مجھے اس کو سائن کرنے میں کوئی تامل نہیں ہے۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کے نرمی سے کہہ رہا تھا۔ وہ مسکرا دی۔ سبز آنکھوں میں نمی آنے لگی۔

"تھینک یو۔"

ماہر اب پھر سے اس کاغذ پہ نگاہیں دوڑا رہا تھا۔

"کسی دس ڈالر فی گھنٹہ والے آن لائن وکیل سے بنوایا ہے یہ پیپر؟"

وہ شرمندہ ہو گئی۔

"پچیس ڈالر فی گھنٹہ۔"

ماہر نے چچ کہہ کے افسوس سے سر دائیں بائیں ہلایا۔

"میں یہ گارڈین شپ پیپرز اپنے وکیل سے بنوا کے ان کو پراپر طریقے سے لیگلائز کر کے دو دن میں تمہارے حوالے کروں گا۔ تم مجھے بتا دیتیں تو تمہارے یہ پچیس ڈالر ضائع نہ ہوتے۔ میرے ہوتے ہوئے تمہیں ان چیزوں کی پرواہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ اپنا کوٹ جھاڑتے ہوئے ساتھ ہی اٹھی۔

"ہاں، میں نے کہا تھا نا، تم سے شادی میں تمہاری دولت کے لیے ہی کروں گی۔"

ماہر ایک دم ہنس پڑا۔ مالا لفافہ جیب میں ڈالتے ہوئے اب واپس پلٹ رہی تھی۔ وہ مسکرا کے اسے دیکھے گیا۔ وہ چند قدم دور ہی گئی تھی کہ گلابی شرٹ بھاگتا ہوا اس کے پاس آیا۔

ماہر فرید نے گہری سانس لی اور اس کی طرف گھوما۔

اب وہ اس کی فاتحہ پڑھنے کے لیے تیار تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

گو کہ وہاں سے جاتے ہوئے کشمالہ مبین کے چہرے پر مسکراہٹ تھی، لیکن ماہر کے دل سے وہ قلق ختم ہی نہیں ہو رہا تھا۔ سارا دن بے زاری سے اس سرخ عمارت میں گزر گیا۔ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اسے افسوس ہو رہا تھا۔ وہ یہ سب کچھ ویسے نہیں کر سکا جیسے اسے کرنا چاہیے تھا۔ وہ اس گفتگو کو پلستر اور چونے کے ڈھیر کے درمیان نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن گزشتہ چند دنوں میں وہ اتنا مصروف ہو گیا تھا، یا شاید مالا کو اس سب کو پراسیس کرنے کا وقت دے رہا تھا۔ دونوں صورتوں میں غلطی اسی کی تھی۔

مغرب کا اندھیرا پھیل رہا تھا جب وہ سرخ عمارت سے نکلا۔ اردل سے کار کی چابی لے لی۔ چہرے پر جھنجھلاہٹ تھی۔ ڈرائیو کرتے ہوئے کار سڑک پر ڈال دی۔ ساتھ ہی کار فون پہ مالا کو کال ملانے لگا۔ پھر رک گیا۔ نہیں۔ وہ یہ فیصلہ خود کرے گا۔ اس معاملے میں اس کو محنت اور کوشش خود کرنی ہو گی۔ کیونکہ وہ مرد تھا۔

کار آگے بڑھتی جا رہی تھی اور شہر کی سڑکوں پر رش ویک اینڈ کے باعث زیادہ تھا۔ رات دھیرے دھیرے پھیل رہی تھی اور وہ سرخ پل کے اوپر ڈرائیو کر رہا تھا جب کار فون پہ ایک نمبر جگمگانے لگا۔ ون ان ففٹی۔ عموماً اس نمبر کو دیکھ کے ماہر فرید کے چہرے پر مسکراہٹ آتی تھی۔ ذہن میں مالا کا کہا فقرہ گونجنے لگا۔ وہ اپنی فیملی کو انفارم کرنا چاہتی تھی۔ ماہی سے اس کا ہمیشہ ایک دوستانہ تعلق رہا تھا۔ اور وہ جانتا تھا کہ اگر کوئی شخص اس نئے تعلق پہ بہت خوش ہو گا تو وہ ماہینہ مبین تھی۔ ماہر کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔ انگلی سے بٹن دبایا تو کار میں ماہینہ کی آواز گونجی۔

"کیسے ہیں آپ، ماہر بے؟"

اس نے ایکسلیٹر پہ پیر کا دباؤ بڑھایا۔ ایک کار کو اوورٹیک کیا اور بیک ویو مرر میں دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"میں ٹھیک ہوں، ماہی۔ تم کیسی ہو؟ بچے کیسے ہیں؟ اور تمہارا ہزبینڈ؟" (اس نے یاد کرنے کی کوشش کی کہ ماہی کے شوہر کا کیا نام تھا۔ لیکن وہ بھول گیا تھا۔ اس کا شوہر عموماً پکچر میں نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے اسے یاد نہیں رہتا۔)

"ہم سب ٹھیک ہیں۔" خاموشی چھاگئی۔ پہلے اسے لگا اس کا وہم ہے۔ لیکن خاموشی کا دورانیہ بڑھا تو وہ کھنکھارا۔

"یقیناً مالا نے تم سے بات کی ہوگی۔"

"جی، اس نے بات کی تھی۔ مبارک ہو آپ دونوں کو۔ میں آپ کے لیے خوش ہوں۔" اس کی آواز میں خوشی نہیں تھی۔ اس کی آواز سپاٹ تھی۔ ماہر کو اپنی گردن کے پیچھے کچھ رینگتا ہوا محسوس ہوا۔

"تھینک یو، ماہی۔" وہ الفاظ کا چناؤ احتیاط سے کر رہا تھا۔ خاموشی پھر چھاگئی۔

"میں جانتی ہوں آپ نے یہ فیصلہ بہت سوچ سمجھ کے کیا ہوگا۔ لیکن کیا میں آپ سے چند باتیں پوچھ سکتی ہوں؟"

"پوچھو، ماہی۔" اس نے پھر سے بیک ویو مرر میں دیکھا۔ پیچھے ایک کار کے ہیڈلائٹس چمکے تھے۔ نیلی جیپ۔ اور پھر ایک دوسری کار اس کے سامنے آگئی۔ اسے لگا اس نے اس کار کو صبح بھی اپنے آس پاس دیکھا تھا۔

"آپ کی منگنی تو کچھ عرصہ پہلے تک اپنی کزن سے ہوئی تھی۔ کیا وہ ختم ہوگئی؟"

"کیا مالا نے اس کے بارے میں نہیں بتایا؟" اس کا لہجہ مزید محتاط ہوگیا۔ دونوں کے درمیان ایسا تناؤ چھایا جو استنبول سے وین کوور تک پھیل گیا تھا۔

"بتایا تھا لیکن میں آپ سے سننا چاہتی ہوں۔ اپنی کزن سے کمٹمنٹ کرنے کے بعد آپ نے اس کو چھوڑ دیا۔ اور مالا کے آتے ہی اس سے کمٹمنٹ کرلی۔ کیا یہ بات مناسب ہے، ماہر بے؟

ماہر نے گہری سانس لی۔ ایکسلیٹر سے پاؤں ڈھیلا کیا۔ رفتار سلو ہوئی۔ وہ کار کو آخری لین میں لے گیا۔

"ماہی، یہ سب اتنا آسان نہیں ہے کہ میں دو فقروں میں اس کی وضاحت کر دوں۔"

"میں آپ سے وضاحت نہیں مانگ رہی۔ بلکہ میں آپ کو کچھ یاد دلانا چاہتی ہوں۔"

"میں سن رہا ہوں۔" اس کے سارے اعصاب تن گئے تھے۔ دوسرے ہاتھ سے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی۔

"آپ کی شادی کی ساری تیاریاں ہو چکی تھیں۔ جس لڑکی سے آپ کی شادی ہونی تھی وہ آپ کی کزن تھی۔ چچا کی بیٹی۔ آپ نے ایک لمحے میں اس سے کی ہوئی کمٹمنٹ توڑ دی۔ کیا گارنٹی ہے کہ آپ مالا کو بیچ راستے میں نہیں چھوڑ دیں گے؟"

"تمہیں کیوں لگتا ہے میں مالا کو چھوڑ دوں گا؟ کیا تم مجھے جانتی نہیں ہو؟" وہ جیسے حیران ہوا تھا۔

"میں آپ کو جانتی ہوں۔ اور آپ مجھے۔ آپ نے بڑے بڑے موقعوں پہ ہماری مدد کی ہے۔ یہاں تک کہ بدر کو واپس لانا بھی آپ کا ہی کمال تھا۔ آپ کے ہم دونوں بہنوں پہ بہت احسان ہیں۔ لیکن میں احسانوں کی بات نہیں کر رہی۔ میں کمٹمنٹ کی بات کر رہی ہوں۔ مالا سے آپ نے اگر کمٹمنٹ کی ہے، تو کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ اس کمٹمنٹ کو نبھائیں گے؟"

اس کے حلق میں جیسے بہت سے کانٹے اُگ آئے۔ بہت دفعہ ہونٹ کھولے اور پھر بند کیے۔

"تم میری اور مالا کی کہانی سے واقف ہو۔ ہمارا ساتھ برسوں کا ہے۔ ہم الگ نہیں ہو سکتے۔ ہم ہمیشہ ایک دوسرے کو واپس ڈھونڈ لیتے ہیں۔ میں نے اس سے کیا ہوا وعدہ کبھی نہیں توڑا۔"

"آپ لاہور سے بھی چلے گئے تھے۔ اس کو کچھ بتائے بغیر۔"

"تب حالات مختلف تھے۔"

"لیکن آپ تو وہی ہیں، ماہر بے۔ کیا گارنٹی ہے کہ اس دفعہ آپ میری بہن کو بیچ راستے میں نہیں چھوڑ دیں گے؟"

اس نے اسٹیئرنگ کا رخ گھمایا۔ کار ایک دوسری سڑک پر ڈالی۔ بیک ویو مرر میں پھر سے نیلی جیپ کی جھلک دکھائی دی۔ ماہر نے ایکسلیٹر پہ دباؤ بڑھا دیا۔

"تمہیں کس چیز کا خوف ہے، ماہی؟"

"میری بہن نے بہت دکھ دیکھے ہیں۔ اس نے اپنی طرف سے ایک درست فیصلہ کیا تھا۔ وہ درست نہیں نکلا۔ ایک مرد نے اس کو اندر باہر سے توڑ کے رکھ دیا۔ اس نے اپنے بچے کو اکیلے پالا ہے۔ میں نے اس کو بہت عرصہ بہت سے لوگوں سے ملوانے کی کوشش کی۔ لیکن اس کو ہر شخص کے بارے میں دور اندر یہی خوف ہوتا تھا کہ وہ اسے بیچ راستے میں چھوڑ دے گا۔ Abandonment کی اِن سیکیورٹی۔ آپ کے بارے میں وہ مطمئن ہے۔ اس کو لگتا ہے کہ آپ اس کو کبھی نہیں چھوڑیں گے۔ لیکن مجھے آپ کے منہ سے سننا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ میری بہن کو دوبارہ تکلیف ملے۔ اگر آپ اپنی کزن سے کمٹمنٹ توڑ سکتے ہیں، تو آپ مالا سے کمٹمنٹ بھی توڑ سکتے ہیں۔ اور اگر آپ نے میری بہن کو بیچ راستے میں چھوڑا، تو آپ کو مجھے جواب دینا ہو گا۔" بولتے بولتے ماہی کا سانس پھول گیا تھا۔

ماہر فرید نے گہری سانس لی۔ بیک ویو مرر میں دکھائی دیتی نیلی جیپ اب بہت دور رہ گئی تھی۔ اس کے چہرے پہ بہت سا تناؤ اور تشویش تھی۔ البتہ جب وہ بولا تو آواز پرسکون تھی۔

"میں اسے کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ نہ اسے کبھی اکیلا کروں گا۔ چاہے زندگی میں جو بھی مقام آئے۔ میں اس کے ساتھ تھا، ہوں اور رہوں گا۔ سوائے اس صورت میں کہ..." اس نے بہت کچھ حلق میں اتارا۔

"کہ؟"

"کہ میری زندگی ختم ہو جائے اور موت ہمیں جدا کر دے۔ اس کے علاوہ میں کبھی اسے چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ میں تمہیں کوئی گارنٹی نہیں دے سکتا۔ بس وعدہ کر سکتا ہوں۔"

دوسری طرف پھر سے خاموشی چھا گئی۔ البتہ دو براعظموں کے درمیان پھیلا تناؤ جیسے کم ہوا تھا۔

"مجھے آپ ہمیشہ سے اچھے لگتے تھے۔ آپ میرے دوست بھی ہیں، محسن بھی۔ لیکن مجھے اپنی بہن آپ سے کہیں زیادہ پیاری ہے۔ اور میں صرف یہ نہیں چاہتی کہ اس کو پھر سے تکلیف ملے۔ اس لیے..." وہ جیسے آنسو روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔ مگر اس کی آواز بھیگ چکی تھی۔

"آپ ہر روز اس عہد کو دہرائیں گے کہ آپ مالا کو کبھی بیچ رستے میں اکیلا نہیں چھوڑیں گے۔"

"نہیں چھوڑوں گا۔"

رابطہ منقطع ہو گیا۔ آواز سرد پڑ گئی۔ اور کار خاموش ہو گئی۔ اس نے دل میں دہرایا۔

"نہیں چھوڑوں گا۔ سوائے اس کے کہ موت ہمیں جدا کر دے۔" پھر اسپیڈ بڑھا دی۔ البتہ اس کی آنکھیں بار بار بیک ویو مرر کی طرف اٹھتی تھیں۔ وہ جیپ اب اس کا تعاقب نہیں کر رہی تھی۔

جیولری اسٹور کے اندر چکاچوند روشنیاں پھیلی تھیں۔ وہ پارکنگ سے نکلا اور ایک دفعہ دائیں بائیں دیکھا۔ دور دور تک کہیں بھی اس نیلی کار کا نام و نشان نہیں تھا۔ ماہر نے سر جھٹکا۔ جو وقت مکتوب تھا اس سے نہ کوئی ایک لمحہ آگے بڑھ سکتا تھا نہ پیچھے۔ پھر اسے کس چیز کی پرواہ تھی؟ ڈر کیسا؟

وہ اسٹور میں داخل ہوا تو سوٹ میں ملبوس ایک لڑکی اس کے سامنے آئی۔

"خوش آمدید، ماہر بے! آپ کی اپائنٹمنٹ بیرین حانم کے ساتھ ہے۔ آپ بیٹھیں۔ وہ آتی ہوں گی۔"

وہ مسکرا دیا۔ تنے اعصاب جیسے ڈھیلے کرنے کی کوشش کی۔ البتہ ذہن کے پچھلے کسی خانے میں خطرے کی گھنٹی بار بار بج رہی تھی۔

جب تک وہ ان مخملیں صوفوں پر بیٹھا اور بیرین حانم آئیں اور ایک کے بعد ایک جیولری ڈش اس کے سامنے رکھتی گئیں، وہ نیلی جیپ اس کے ذہن سے محو ہو چکی تھی۔ جیولری کیسز میں چمکتی دمکتی بہت سی انگوٹھیاں رکھی

تھیں۔Solitaires۔baguettes۔ آڑی ترچھی شکلوں والے ہیرے۔ اس کی نگاہ ان تمام آنکھیں خیرہ کرتے پتھروں پہ پھسلتی گئی۔ زارا کو اس نے پلاسٹک کا ایک ٹکڑا تھما دیا تھا۔ وہ اپنے لیے انگوٹھی خود لے آئی تھی۔ اور اس کے لئے ایک بہت بڑا کریڈٹ کارڈ بل چھوڑ گئی تھی۔ مگر کشمالہ زارا نہیں تھی۔ ماہی نے سوچ بھی کیسے لیا کہ وہ اسے چھوڑ دے گا؟ وہ زارا کی مثال دے رہی تھی۔ مالا اور زارا کا کیا مقابلہ تھا؟ اف! اس نے ذہن کو واپس ان سخت ترین کاربن کے پتھروں پہ مرکوز کرنے کی کوشش کی۔

سیلز مینیجر ٹویئزر میں ایک آنسو شکل والی انگوٹھی اٹھا کے اس کو اس کی خصوصیات بتا رہی تھی۔ ڈائمنڈ کی کلیرٹی، کٹ، اس کا رنگ۔ ماہر فرید نے پہلو بدلا۔ یہ ساری انگوٹھیاں زارا جیسی عورتوں کے لیے تھیں۔ مالا کے لئے وہ کیا لے سکتا تھا؟ جب وہ ہر انگوٹھی پہ نفی میں سر ہلاتا گیا تو وہ بیرین حانم ساتھ والے صوفے پر بیٹھیں۔ بازو سے مخملیں ڈش کو پرے دھکیلا اور ماہر فرید کی آنکھوں میں دیکھا۔

"آپ کو کس طرح کی انگوٹھی چاہیے؟"

وہ چند لمحے بے بسی سے سوچتا رہا۔

"ایسی چیز جو اس کو اچھی لگے۔"

"کیا آپ ان کو اپنے ساتھ لا سکتے ہیں؟"

اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"میں اپنی پسند سے اس کی پسند کی چیز لینا چاہتا ہوں۔"

سیلز مینیجر نے سمجھتے ہوئے سر اوپر نیچے ہلایا۔

"یہ صرف تب ہی ہو سکتا ہے جب آپ اس کو اچھے سے جانتے ہوں۔ کیا آپ اس کو اچھے سے جانتے ہیں، ماہر بے؟"

ایک لمحے کے لیے ماہی کی باتیں، نیلی جیپ کا تعاقب، اور چونے اور پلستر سے بھری سرخ عمارت کی مہک، ہر شے جیسے اس کے وجود سے اتر گئی۔ وہ مسکرا دیا۔ تنے اعصاب ڈھیلے ہو گئے۔

"میں اس کو بہت اچھے سے جانتا ہوں۔"

سیلز مینیجر اسی دلفریب انداز میں مسکرائی۔

"پھر بتائیے، اس کو اس دنیا میں سب سے زیادہ کیا پسند ہے؟"

"اس کا بیٹا۔"

سیلز مینیجر نے سر دائیں بائیں ہلایا۔

"مادی چیزوں میں۔ انسانوں میں نہیں۔"

اس نے ایک لمحے کے لیے سوچا۔ پھر کندھے اچکا دیے۔

"شاید اس کا کیمرہ۔ وہ فوٹوگرافر ہے۔ شاید اس کا پینٹ برش۔" اس نے یاد کرنے کی کوشش کی۔ وہ کیا چیز اپنے ساتھ رکھتی تھی؟ اپنی ہر قید سے نکلتے ہوئے۔ ایک نئی قید میں جاتے ہوئے۔ ایک ملک سے فرار ہوتے ہوئے۔ دوسرے ملک میں جاتے ہوئے۔ ایک گھر کو چھوڑ کے۔ دوسرے گھر میں آتے ہوئے۔ وہ کیا چیز ہے جو مالا سے کبھی جدا نہیں ہوتی تھی؟

وہ ایک دم چونکا۔

"اس کے پودے۔"

سیلز مینیجر کھل کے مسکرائی۔

"ایک منٹ۔" وہ کہہ کے اٹھی اور جب وہ واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں ایک سیاہ مخملیں کیس تھا جس کے اوپر ایک انگوٹھی جگمگا رہی تھی۔ اس نے دو انگلیوں سے پکڑ کے انگوٹھی ماہر کے سامنے کی۔

روز گولڈ رنگ کی انگوٹھی پہ ننھے ہیروں سے ایک پتا بنا تھا۔ ماہر فرید نے بالآخر مسکرا کے گہری سانس لی۔

"اس کو یہ پسند آئے گا۔"

آج کے سارے دن میں سب سے اچھا یہی ہوا تھا۔

جیولری اسٹور کے مقابل سڑک کے کنارے وہ نیلی جیپ کھڑی تھی۔ ہیڈ لائٹس بجھی تھیں اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا زیاد سلطان اسٹور کی گلاس وال کو دیکھ رہا تھا۔ یہاں سے اسے ماہر فرید نہیں دکھائی دے رہا تھا لیکن وہ جانتا تھا وہ یہاں کیوں آیا تھا۔

اس نے ایکسلیٹر پر پیر رکھا اور جیپ کو زن سے بھگا کے آگے لے گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ نیلی جیپ اگلے تین دن تک ماہر کو دکھائی نہ دی۔ وہ جانتا تھا وہ اس کا وہم نہیں تھی لیکن کام نے واپس اس کو اسی طرح الجھا دیا تھا۔

اس شام وہ آفس سے واپسی پہ نشانتشی آ گیا۔

بیر بل کی بیکری کے باہر اندھیرا اترا تھا۔ اسٹریٹ کے سارے ریستوران اور شاپس کی بتیاں جگمگا رہی تھیں۔ بارش کے باعث سڑک گیلی تھی اور اس پہ ان بتیوں کا زرد عکس پڑ تا تھا۔

ایسے میں بیکری کے اندر جاؤ تو جگہ جگہ تعمیراتی میٹیریل رکھا تھا۔ دیواروں کے نیچے فرش پر پلاسٹک شیٹس بچھی تھیں۔ زینے چڑھ کے اوپر آؤ تو ایک دیوار کے سامنے شیٹ پر بہت سے برش، پینٹ اور لکڑی کے ٹکڑے رکھے تھے۔ پہلے کی

نسبت تعمیراتی کام کی شکل کافی حد تک نکل آئی تھی۔ البتہ وہ دیوار ابھی تک نامکمل تھی۔ سامنے لمبے کاؤچ پر بدر بیٹھا تھا۔ پیروں پر کمبل اور ہاتھ میں موبائل تھا جس پہ کوئی ویڈیو چلی تھی۔ ساتھ ہلال بیٹھی تھی اور وہ چہرہ ان دونوں کی طرف موڑے ہوئے ان کی گفتگو سن رہی تھی۔

بیر بل فرید پہلوؤں پر ہاتھ رکھے کھڑا، ناقدانہ نظروں سے اس مورال کو دیکھ رہا تھا جو کشمالہ نے آدھا پینٹ کیا تھا اور اس وقت وہ ساتھ کھڑی اسے اس پینٹنگ کا مطلب سمجھا رہی تھی۔ جب بیر بل نے بور سا ہو کر چہرہ اس کی طرف موڑا۔

"پہلے یہ ڈیسائڈ کر لو کہ یہ بیکری میری ہے یا تمہاری؟"

مالا مسکرا دی۔ بھورا سوئیٹر پہنے جس کے آستین اونچے چڑھے تھے اور بال چھوٹی پونی میں بندھے تھے، اس سوال پہ اس کے اطمینان میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔

"بیکری تمہاری تھی اور تمہاری ہی رہے گی، بیر بل۔"

"تو ماہر بے کے اس stunt کا کیا جو انہوں نے تمہارے نام بیکری لگا کر کیا تھا؟"

بیر بل نے انگلیوں سے فضا میں دستخط کرنے کا اشارہ کیا۔ پھر ہونہہ میں سر جھٹکا۔

مالا نے بے اختیار مسکراہٹ روکی۔

" اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ بیکری کس کے نام ہے؟ یہ تمہاری تھی اور تمہاری ہی رہے گی۔ اور تم ہی اس کو چلاؤ گے۔"

بیر بل نے سینے پر بازو لپیٹ لیے۔ اس نے اوور سائز سفید سوئیٹر کے ساتھ ٹراؤزرز پہن رکھے تھے۔ کان میں بالی اور بال کس کے پونی میں بندھے تھے۔ بوریت سے دائیں بائیں دیکھا۔

"جہاں تک مجھے یاد ہے، میری بیکری گلابی رنگ کی تھی۔"

"اور جہاں تک مجھے یاد ہے تم اب گلابی رنگوں کا پیچھا کرنے والی عمر سے نکل چکے ہو۔"

بیربل نے خفگی سے اسے گھورا۔ بولا کچھ نہیں۔

"رنگ بہت اہم ہوتے ہیں، بی۔ میں نے بیکری کو ایک زیادہ باوقار لک دینے کی کوشش کی ہے۔"

"پرپل اور براؤن؟ ان دونوں رنگوں کو آپس میں مکس اینڈ میچ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" وہ چڑچڑا سا لگ رہا تھا۔ گزشتہ آدھے گھنٹے میں جب سے وہ لوگ یہاں موجود تھے، بیربل نے ہر چیز پہ اعتراض کیا تھا۔

"وہ رنگ مالا کے لئے اہم ہوں گے، بیربل بھائی۔ اٹس اوکے۔" ہلال نے پیچھے سے کہا تو مالا نے گردن موڑ کے اسے دیکھا۔ ہلال کے بال فرنچ چٹیا میں بندھے تھے اور وہ کوٹ پہنے ہوئے تھی۔ اندر آنے کے باوجود اس نے کوٹ نہیں اتارا تھا۔ بھوری شفاف آنکھیں بس سامنے کسی نقطے کو دیکھ رہی تھیں۔ مالا نے احتیاطاً ایک دوسری نظر بدر پہ ڈالی۔ ہر چند منٹ بعد اسے بدر کی طرف دیکھنے کی عادت تھی۔ وہ ہلال کے ساتھ کافی اٹیچ ہو چکا تھا۔ وہ محفوظ تھا۔ اس نے اطمینان سے چہرہ واپس بیربل کی طرف موڑا، جو اب اس کی پینٹ کردہ کسی شے پہ تبصرہ کر رہا تھا۔

بیربل ابھی کچھ کہہ رہا تھا جب مالا کسی خیال کے تحت ریلنگ پہ جھکی۔ نیچے جھانکا۔ نیچے کوئی نہیں تھا لیکن اس کی نگاہیں دروازے پہ جمی تھیں۔ وہ جانتی تھی وہ ابھی کھلے گا۔ اسے ماہر کے آنے سے پہلے ہمیشہ معلوم ہوتا تھا۔

ایک لمحہ۔ دوسرا۔ وہ مسکراہٹ دبائے دیکھے گئی۔

تیسرے ہی لمحے دروازہ کھلا۔ دروازے کا کونا گھنٹی سے ٹکرایا۔ چھن چھناہٹ گونجی۔ چوکھٹ سے اندر داخل ہوتے ماہر نے پہلے دائیں بائیں دیکھا۔ پھر اوپر۔ اسے دیکھ کے وہ مسکرا دیا۔

"ماہر آیا ہے۔" مالا نے مڑ کے ان سب کو بتایا۔ بیربل نے ایک نظر اس کے چہرے کو دیکھا جس پہ بے انتہا خوشی تھی۔

"پھر کیا ہوا؟ روز ہی دیکھتے ہیں ہم ماہر بے کو۔" ناک سے مکھی اڑا کے وہ دوسری دیوار کی طرف بڑھ گیا۔ البتہ وہ اسی طرح وہیں کھڑی ماہر کو دیکھے گئی۔ جب تک کہ وہ زینے چڑھتا اوپر نہ آ گیا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کے مسکرا رہے تھے۔ ماہر کے پیچھے شبنم بھی آئی پیڈ پکڑے اوپر آ رہی تھی لیکن مالا نے تو اسے دیکھا ہی نہیں تھا۔

"کہاں پہنچا تمہارا کام؟" وہ اس کے عین سامنے آ رکا تھا۔ اس نے بھی شاید وہاں موجود کسی دوسرے فرد کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ بھی صرف مالا کو دیکھ رہا تھا۔

"کچھ دن سے کام سست ہو گیا ہے۔ لیکن ہم اس مہینے کے آخر تک بیکری کو اوپن کر لیں گے۔" وہ مسکرا کے بتا رہی تھی۔

بیر بل نے مڑ کے ان دونوں کو دیکھا۔ نگاہوں نے ٹینس بال کی طرح ماہر سے مالا اور واپس ماہر تک کا سفر کیا۔ پھر چہرے پہ مزید بے زاریت اتر آئی۔ سر جھٹک کے واپس دیوار کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"یہاں آنے کی زحمت کیوں کی، ماہر بے؟ گھر میں آپ سے ملاقات ہو ہی جانی تھی۔"

ماہر نے چونک کر اس کی طرف دیکھا جو ان کی جانب پشت کیے، اکھڑا اکھڑا سا کہہ رہا تھا۔ پھر اس نے گہری سانس لی اور کھنکھارا۔ ایک نظر ان سب کو دیکھا۔ پھر ریلنگ سے نیچے جھانکا۔ وہاں چند ورکرز ابھی تک لگے تھے۔ شبنم ہلال کے قریب آ کھڑی ہوئی تھی۔ مسکرا کے سب کو سلام کیا۔ پھر استفہامیہ نظروں سے ماہر کو دیکھا، جیسے فیملی کے درمیان خود کو ساتھ لائے جانے کی وجہ جاننا چاہتی ہو۔ مالا بھی ماہر کو ہی دیکھ رہی تھی۔ ہلال کی توجہ بھی یہیں تھی۔ صرف بیر بل فرید تھا جو اس وقت اس وال مورال پہ تنقید کرنے میں مصروف تھا۔ جب ماہر ایک دفعہ پھر کھنکھارا۔ بیر بل اسی بے زاری سے پلٹا۔

"کیا ہے؟" سینے پر بازو لپیٹ لیے۔

وہ دونوں ساتھ ساتھ کھڑے تھے۔ بھورے سوئیٹر والی لڑکی۔ اور گرے لمبے کوٹ والا ماہر۔ وہ کھنکھار کے جیسے ان سب کی توجہ حاصل کرنا چاہ رہا تھا۔

"کہیے۔" بیربل نے بادل نخواستہ سننے پہ آمادگی ظاہر کی۔

"ہمیں آپ کو کچھ بتانا تھا۔"

شبنم بیٹھے بیٹھے ایک دم سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ "ہمیں" پہ پلکیں زور سے جھپکائیں۔ فوراً سے بیربل کو دیکھا۔ بیربل البتہ حیران نہیں ہوا تھا۔

"بتائیے؟" وہ صرف بےزار تھا۔

ایک لمحے کے لیے بیکری کی بالائی منزل پہ پلاسٹک شیٹس اور پینٹ کے ڈبوں کی مہک کے درمیان خاموشی چھا گئی۔ پھر ماہر کھنکھارا۔ اٹھی گردن اور چہرے پر مسکراہٹ کے ساتھ اس نے باری باری سب کے چہرے دیکھے۔

"میں اور مالا شادی کر رہے ہیں۔"

"واٹ؟" شبنم کا منہ ایک لمحے کے لئے کھل گیا۔ پھر جلدی سے اس پہ ہاتھ رکھا۔ اگلے ہی لمحے سب سے پہلے اس کی چہک گونجی۔

"بہت مبارک ہو، سر۔" وہ ایک کان سے دوسرے کان تک مسکرا رہی تھی اور بدقت اپنی خوشی چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"کیا واقعی؟" ہلال خوشگوار حیرت سے اٹھی اور جا کے ماہر کے گلے لگ گئی۔ پھر اس سے الگ ہو کے اس نے ٹٹول کے مالا کے بازو کو تھاما۔ وہ بھی اسی طرح مسکرا رہی تھی۔

"مجھے معلوم تھا... بدر اور میں ایک ساتھ بڑے ہوں گے۔" وہ مالا کے ہاتھ پکڑ کے جوش سے کہہ رہی تھی۔ اور سامنے کھڑا بیر بل فرید بازو سینے پر لپیٹے اکتاہٹ سے باری باری سب کو دیکھ رہا تھا۔ ہلال مالا کی طرف گئی تو ماہر نے بیر بل کو دیکھا۔ ایک ابرو اٹھایا۔

"اصولاً تو مجھے بھی کہنا چاہیے کہ مجھ سے مشورہ کیوں نہیں کیا گیا۔" وہ اسی انداز میں بولا، لیکن وہاں موجود کسی پہ اس کی اس خفگی کا اثر نہیں ہوا تھا۔ شبنم نے بس اسے گھورا۔ مالا ہنس دی اور ماہر اسی طرح اسے دیکھے گیا۔

بیر بل نے خود ہی کندھے اچکا دیے۔

"لیکن چونکہ میں ایک مشینی دل کا کنٹرول فریک نہیں ہوں، اس لئے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ تم لوگوں نے شادی کا فیصلہ مجھے بتائے بغیر کیا ہے۔ جو چاہو کرو۔" پھر آنکھیں گھما کے بڑبڑایا۔ "جیسے ہمیں تو پتہ ہی نہیں تھا کہ یہ شادی ہونے والی ہے۔"

شبنم نے اسے بری طرح گھورا۔ لیکن وہ اسی ڈھٹائی اور بے رخی سے کہتا جا رہا تھا۔

"ویسے بھی تم لوگوں کی خوشی چار دن کی ہو گی۔ اس کے بعد ایک دوسرے سے بے زار ہو جاگے اور لڑائیاں کرو گے۔ یہ ٹوتھ برش کس نے رکھا ہے؟ اور یہ تولیہ کس کا ہے؟ یہی بن جائے گی زندگی۔"

"کیا آپ تھوڑی دیر کے لیے کسی کی خوشی میں خوش ہو سکتے ہیں، بیر بل بھائی؟" اب کے ہلال بھی خفا ہوئی تھی۔

مالا نے مسکراہٹ بدقت روکی۔

"تمہیں اس کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بیر بل۔ کیونکہ ہم ہمیشہ سے لڑائی کرتے آئے ہیں۔"

"اوکے اوکے۔ مبارک ہو۔ واٹ ایور۔ کب ہونی ہے فیری ٹیل ویڈنگ؟" وہ بادل نخواستہ آگے بڑھا۔ ماہر کے کندھے سے اپنا کندھا اور بازو ملا کے جیسے اسے مبارک باد دی اور فوراً الگ ہو کے اس وال مورال کی طرف چلا گیا۔ ماہر نے بس مسکرا کے جیسے افسوس سے سر دائیں بائیں ہلایا۔

"پرپل اور براؤن بھی کوئی کلرز ہیں؟ ہونہہ!" ساتھ ہی ساتھ وہ بڑبڑا رہا تھا۔

"ہم ایک چھوٹا سا ایونٹ کریں گے۔ صرف فیملی کے لئے۔ اور شبنم، تم سارے انتظامات دیکھو گی۔ کیونکہ مجھے قرمزی عمارت کے افتتاح تک کسی شے کا وقت نہیں ملے گا۔" وہ شبنم کو ہدایات دیتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ہلال اب واپس ماہر کے کندھے سے جا لگی تھی اور اس کا دوسرا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔ اس کی بے نور آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں۔

ہلال کے گرد بازو پھیلائے کھڑے اور شبنم کو ہدایات دیتے ماہر نے کن انکھیوں سے دیکھا کہ مالا کاؤچ تک گئی ہے۔ پنجوں کے بل اپنے بیٹے کے سامنے بیٹھی ہے اور نرمی سے اس کے دونوں ہاتھ پکڑے ہیں۔ بدر نے چہرہ اٹھا کے مالا کو دیکھا کیونکہ وہ اس کی ویڈیو روک چکی تھی۔

"Mama is marrying this man." وہ نرمی سے اسے بتا رہی تھی۔

ماہر رک کے بے اختیار اس طرف دیکھنے لگا۔ ایک دم سے اس کا دل زور سے دھڑکا۔ جیسے اس چھوٹے سے بچے نے اپنی ماں کی اس چوائس کو اپروو کرنا ہو۔ جیسے اگر وہ انکار کر دے گا تو یہ سب نہیں ہو سکے گا۔

بدر نے ایک دم چونک کے چہرہ اٹھایا۔ پہلے اس نے ماہر کو دیکھا اور پھر سیڑھیوں کو۔ پھر واپس ماہر کو۔ اور پھر اپنی ماں کو دیکھنے لگا۔ وہ بار بار شاید وہی بات دہرا رہی تھی۔ اس امید پہ کہ اسے سمجھ میں آجائے گی۔

ماہر فرید بالکل ٹھہر کے اسے دیکھے گیا۔ بدر نے دو دفعہ دوبارہ سیڑھیوں کو دیکھا۔ ماہر نے اس کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ نیچے ورکرز کے کام سمیٹنے کی آواز آ رہی تھی۔ لیکن زینوں پہ اس وقت کوئی نہیں تھا۔

کیا وہ بچہ کچھ ایسا دیکھ رہا تھا جو ماہر نہیں دیکھ سکتا تھا؟

اس صبح اغوہ جانے سے پہلے بھی اس نے یہی منظر دیکھا تھا۔ بدر چونکا تھا۔ وہ کیوں چونکا تھا؟

اس کی کمر پر جیسے چیونٹیاں سی رینگنے لگیں۔ بہت سی پہیلیاں واپس ذہن میں سر اٹھانے لگیں۔ جنہیں وہ حل نہیں کر سکا تھا۔ پستہ اور فیروزی۔ پولیس اسٹیشن میں بیٹھی وہ عورت جو اپنے ایڈاپٹڈ بچے کے بارے میں بتا رہی تھی۔ کاٹن کینڈی مین اور اس کی شدید annoying بیٹی۔ بہت سے مناظر اس کے سامنے لہرائے۔ ان سب میں سب سے واضح آواز عالیان سادان کی تھی۔

("نگینہ بیگم بچے کیوں اغوا کرتی تھیں؟"

وہ دونوں سمندر کنارے بینچ پر بیٹھے تھے۔ آمنے سامنے۔ فضا میں نمکین پانی کی مہک تھی اور اوپر پورا چاند۔ جو اس گفتگو کا گواہ تھا۔

"نگینہ بیگم اس قدیم داستان کی ماننے والی تھیں جو سحر عشق سے پیدا ہوئے بچوں سے جڑی ہے۔"

"کیسی داستان؟" وہ دم سادھے سن رہا تھا۔

برسوں سے جس سوال نے اسے الجھا رکھا تھا عالیان سادان کے پاس اس کا جواب موجود تھا۔

"سحر عشق کی ابتدا کب ہوئی، ہم نہیں جانتے۔ لیکن یہ بادشاہ سلیمان کے زمانے میں بہت عروج پہ تھا۔ تب سے اب تک اس کی کئی شکلیں بدل چکی ہیں۔ اور برصغیر کے ہندو جادوگروں نے اس سے متعلق ایک لوک داستان بنا رکھی ہے۔ جس کے مطابق..."

عالیان ٹھہرا۔ چمکتی آنکھوں سے سانس روکے بیٹھے ماہر کو دیکھا۔

"جس کے مطابق سحرِ عشق سے پیدا ہونے والے بچے، جنات کے بچے ہوتے ہیں۔ یعنی وہ جن جس نے یہ جادو کرنے میں مدد دی ہوتی ہے، اس کا اس اولاد میں حصہ ہوتا ہے۔ اور وہ بچے خصوصی حسیات کے مالک ہوتے ہیں۔ ان کی چھٹی حس بہت تیز ہوتی ہے۔ وہ مستقبل دیکھ سکتے ہیں۔ اور شاید ماضی بھی۔ ایسے بچے بڑے ہو کے بہترین جادوگر بنتے ہیں۔ ذرا سا جادو سکھانے پہ ان کی اسکلز بہت حد تک پالش ہو جاتی ہیں۔ اور اپنی طاقت کے ذریعے وہ اس جادوگر کو ہمیشہ کی زندگی فراہم کر سکتے ہیں۔"

"ہمیشہ کی زندگی؟ یعنی immortality؟"

عالیان نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"نگینہ بیگم کو یہی چاہیے تھا ان بچوں سے۔ immortality۔ انہیں یقین تھا کہ سحرِ عشق سے پیدا ہوئے بچے اگر ان کی طاقت بن جائیں، تو وہ ہمیشہ زندہ رہیں گی۔"

"لیکن ان کو کینسر تھا۔"

"زندہ رہنے کے بہت سے طریقے ہیں، ماہر بے۔ ہندو جادوگروں کے مطابق ہمیشہ کی زندگی کسی جسم کے اندر نہیں ملتی۔ بلکہ روح کو مل جاتی ہے۔ اسی لیے نگینہ سلطان کو اپنی موت کا خوف نہیں تھا کیونکہ انہوں نے جتنا جادو پریکٹس کیا تھا، اس کے مطابق ان کی روح کو جسم سے نکلتے ہی ہمیشہ کی آزادی مل جائے گی۔ اور یوں وہ اس دنیا میں جب تک چاہیں رہ سکیں گی۔ جو چاہیں کر سکیں گی۔ کوئی انہیں دیکھ نہیں سکے گا۔ اور وہ جسم کی کمزوری اور قید سے آزاد ہوں گی۔ اور اس ہمیشہ کی زندگی کے ساتھ، یعنی اپنی روح کے ساتھ، وہ ان گنت جنات پہ حکومت کر سکتی ہیں۔ لیکن اس کے لیے انہیں ان بچوں کی روحیں چاہیے تھیں۔"

"کیا یہ سچ ہے؟"

عالیان دھیرے سے ہنس دیا۔

"اگر یہ سچ ہوتا تو آج ہمارے گرد بہت سی روحیں منڈلا رہی ہوتیں، جو ہماری زندگیاں خراب کر رہی ہوتیں۔ سوری ماہر بے، لیکن ایسا کچھ نہیں ہوتا۔ یہ ایک الوژن تھا جس کے پیچھے بہت سے جادوگر بھاگے ہیں اور اب تک بھاگ رہے ہیں۔ اور یہ اس لیے سچ نہیں ہے کیونکہ سحر عشق سے پیدا ہوئے بچے غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک نہیں ہوتے۔ نہ زیاد سلطان ایسا تھا۔ نہ عالیان سادان ایسا ہے۔ ہم سب نارمل بچے تھے۔ نگینہ سلطان نے اپنے پاس جتنے بچے قید کیے تھے، وہ سب نارمل تھے۔ ان میں سے کچھ نے جادو سیکھا اور کچھ کند ذہن ہی رہے۔ صرف ہلال تھی جو ان خصوصیات کی مالک تھی۔ لیکن یہ خصوصیات اس کو پیدائشی ملی تھیں۔ خدا کا تحفہ۔ جو کسی کو بھی مل سکتا ہے۔ کچھ لوگ اس کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں۔ کچھ لوگوں کو یہ تب ملتی ہے جب وہ شدید دکھ سے گزرتے ہیں۔ نگینہ سلطان نے سمجھا کہ وہ ان کے جادو کا نتیجہ ہے۔ اور اسی الوژن کے پیچھے بھاگتے ہوئے انہوں نے ہم سب کو جادو سکھایا۔"

"اسی لیے تم ہلال کے پیچھے جاتے ہو؟ تم اسے استعمال کرنا چاہتے ہو؟"

"کہانا، میں اب اس کے پیچھے کبھی نہیں جاؤں گا۔ ماضی میں جو ہوا، اس کو میں بدل نہیں سکتا۔ لیکن میں کسی بھی immortal زندگی کے الوژن کے پیچھے نہیں بھاگ رہا۔ میں اس دنیا میں صرف ایک کام کرنے آیا ہوں۔ اور وہ ہے پیسہ بنانا۔ جادوگری نے اس کام میں میری مدد کی ہے۔ اور اگر ہلال میرے ساتھ مل جاتی تو ہم مل کے اپنی اس ایمپائر کو بڑھا سکتے تھے۔ لیکن وہ آپ کی ہی بہن ہے۔ وہ ایسے کسی کام پہ راضی نہیں ہو گی۔ اس لیے میں اس کا پیچھا نہیں کر رہا۔"

"اور مالا کا بیٹا؟ بدر؟ کیا تم نے اسے اس لیے اغوا کیا کیونکہ تم اس کی غیر معمولی صلاحیتیں چیک کرنا چاہتے تھے؟"

عالیان دھیرے سے ہنس دیا۔

"بدر میں کوئی غیر معمولی صلاحیت نہیں ہے۔ وہ ایک autistic بچہ ہے جس کی ماں یہ ماننے پہ تیار نہیں ہے کہ وہ آٹسٹک ہے۔ وہ بول نہیں سکتا۔ اور وہ ایک عام ذہن کا عام بچہ ہے۔ مجھے بدر سے کچھ نہیں چاہیے تھا، سوائے تھوڑے

سے chaos کے۔ تھوڑی سی شرارت کے۔ اسی لیے میں نے آپ کو کہا نا، میں دوبارہ اس بچے کے قریب نہیں جاؤں گا۔ ریلیکس، ماہر بے۔ ریلیکس۔")

ہلال اس کے کندھے سے لگی کچھ کہہ رہی تھی۔ شبنم بھی ان کے ساتھ کھڑی تیز تیز بول رہی تھی۔ اور بیربل جواب میں بے زاری سے چند لقموں کا اضافہ کرتا تھا۔ البتہ ماہر فرید صرف اور صرف کاؤچ پر بیٹھے بچے کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اب اکیلا بیٹھا تھا۔ وہ ویڈیو نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ گاہے بگاہے گردن موڑ کے خالی زینوں کو دیکھتا۔ پھر واپس ماہر کو۔

ماہر نے ایک دفعہ پھر ان زینوں کی طرف دیکھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔

کیا واقعی عالیان ٹھیک کہہ رہا تھا؟ کیا وہ ایک عام ذہن کا عام بچہ تھا؟

یا وہ کچھ ایسا دیکھ رہا تھا جسے وہاں موجود کوئی شخص نہیں دیکھ سکتا تھا؟

خود ہلال بھی نہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ہسپتال کے سن روم میں اس وقت مریضوں کے ملاقاتیوں کا رش نہیں تھا۔ اندر ہال میں اپنے بیڈ پر مالک فرید ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ بازو سے لگی نالیوں میں بے رنگ دوا قطرہ قطرہ اتر رہی تھی۔ وہ عینک لگائے آئی پیڈ پہ کچھ دیکھ رہے تھے جب آہٹ پہ سر اٹھایا۔ بیڈ کی پائینتی کے ساتھ کوئی آ کے کھڑا ہوا تھا۔

"کیسے ہیں آپ؟"

کشمالہ مبین کو دیکھ کے ان کے ہونٹوں پر ایک موہوم سی مسکراہٹ ابھری۔ پھر ماند ہو گئی۔ آئی پیڈ کی اسکرین بجھا دی۔ اسی مشینی چہرے کے ساتھ اسے ساتھ رکھے اسٹول پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

وہ اپنا کیمل کوٹ پہنے ہوئی تھی۔ البتہ ٹوپی سر پہ موجود نہیں تھی۔ سارا دن ٹوپی میں بال بندھے رہنے کے باعث قدرے فلیٹ ہو گئے تھے اور اس نے انہیں کیچر میں باندھ لیا تھا۔ وہ اسٹول پر بیٹھی جو مالک فرید کے گھٹنوں کے قریب رکھا تھا۔ چند لمحے وہ اسے خاموشی سے دیکھے گئے۔ غور سے۔

"ماہر اور میں شادی کر رہے ہیں۔" یہ کہتے ہوئے مالا کو اپنا لہجہ اجنبی سا لگا۔ ماہر اور شادی کا لفظ ایک ہی فقرے میں بہت عجیب اور مختلف سا تھا۔ لیکن برا نہیں تھا۔

"جانتا ہوں۔ اس نے مجھے اسی دن بتا دیا تھا جب تم دونوں اغوہ گئے تھے۔" انہوں نے سر اثبات میں ہلایا۔ چہرہ بے تاثر تھا اور آنکھیں کشمالہ کو پڑھ رہی تھیں۔ مالا نے تھوڑی جھکا دی۔ اپنے گھٹنے سے ناخن رگڑتی رہی۔ پھر چہرہ اٹھایا تو وہ اسی طرح اسے دیکھ رہے تھے۔

"کیا آپ اس کے فیصلے سے خوش ہیں؟" وہ ان کی آنکھوں میں کچھ تلاش کرنا چاہ رہی تھی۔

"یہ اس کی زندگی ہے۔ اس کا فیصلہ ہے۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اگر تمہیں میری blessings چاہئیں، تو وہ تمہارے ساتھ ہیں۔"

"لیکن اس نے زارا کو چھوڑا ہے اور زارا آپ کی بیٹی ہے۔ اگر میں آپ کو وہ سب نہ بتاتی تو شاید یہ سب نہ ہوتا۔" وہ رک رک کے بول رہی تھی۔ مالک فرید اس کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے جن میں نمی آگئی تھی۔

"تم جو کہنا چاہتی ہو وہ کھل کے کہو۔ مجھے باتیں صاف اور ڈائریکٹ پسند ہیں۔"

"میں دو باتیں کہنے آئی ہوں۔" اس نے گہری سانس لی۔ جیسے بہت سے آنسو نیچے دھکیلے۔ "میں نہیں چاہتی کہ آپ یہ سمجھیں کہ میں نے زارا کے بارے میں وہ سب آپ کو اس لیے بتایا تھا کیونکہ میں خود ماہر کو حاصل کرنا چاہتی تھی۔"

"کیا تم نے زارا کے بارے میں مجھے وہ سب اس لیے بتایا تھا کیونکہ تم ماہر کو حاصل کرنا چاہتی تھیں؟"

"بالکل بھی نہیں۔" اس نے سر دائیں بائیں ہلایا۔ نگاہیں ان کی آنکھوں پہ جمی تھیں۔ امید اور خوف کے درمیان۔ اس ایک شخص کو وہ ناراض کر کے نئی زندگی نہیں شروع کرنا چاہتی تھی۔

"جب تم نے ایسا کچھ کیا نہیں تو پریشان کیوں ہو؟"

ان کا چہرہ آج بھی کسی بھی قسم کے جذبات سے عاری تھا۔ بوڑھا نحیف چہرہ جس پہ بیماری کا چڑچڑا پن اور عادتاً ناگوار تاثرات موجود تھے۔ شاید یہ بھی کشمالہ کا وہم تھا لیکن اسے لگتا تھا کہ جب وہ ان کے سامنے ہوتی تھی تو اس جھریوں زدہ چہرے میں ایک نرمی آجاتی تھی۔ وہ روبوٹ جیسا نہیں لگتا تھا۔

"میں بس یہ نہیں چاہتی کہ آپ مجھے غلط سمجھیں۔"

"میں تمہیں غلط نہیں سمجھتا، مالا۔" وہ سنجیدگی سے کہہ رہے تھے۔ "لیکن میں سچ بولتا ہوں۔ اور سچ یہ ہے کہ میں ماہر کے لئے پریشان ہوں۔"

مالا نے اثبات میں سر ہلایا۔

"آپ سمجھتے ہیں کہ مجھ سے شادی کر کے اس کی زندگی مشکل میں پڑ جائے۔"

"اس کی زندگی پہلے ہی مشکل میں پڑ چکی ہے۔ زیاد سلطان... اس کا کچھ کرنا ہوگا۔" انہوں نے نحیف مٹھی بھینچ لی۔

کشمالہ نے بے بسی سے کندھے اچکائے۔

"زیاد سلطان میری زندگی کا ایسا باب ہے جس کا میں کچھ نہیں کر سکتی، مالک صاحب۔ میں اس آسیب سے شاید کبھی پیچھا نہیں چھڑا سکتی۔ وہ میرے بچے کا باپ ہے۔" پھر وہ ہلکا سا کھنکھاری۔ انگلی پہ فاختہ والے نیکلیس کو لپیٹتے ہوئے بہت سی ہمت مجتمع کی۔

"اور جہاں تک بات ہے زیاد سلطان کی، تو اب میں اس دوسری بات کی طرف آتی ہوں جس کے لئے میں آپ کے پاس آئی ہوں۔"

اس نے ٹھہر ٹھہر کے کہنا شروع کیا۔

عبد المالک فرید قدرے چونکے اور پھر غور سے اسے سننے لگے۔

وہ جو کہنے جا رہی تھی، وہ ان کے لیے غیر متوقع تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سلطان احمت کی مسجد سے چند بگلے اڑتے ہوئے، ہوا میں اپنے پر پھڑ پھڑاتے، قریبی عمارتوں کی کھڑکیوں میں جا جا کے بیٹھ رہے تھے۔ ایسا ہی ایک بگلہ اس ہوٹل کی بالائی ترین منزل کی کھڑکی میں آ کے بیٹھا اور لوہے کی سلوں کے درمیان سے چونچ گزار کے شیشے پر دستک دی۔ البتہ اندر موجود منظر نامے پہ اس کی دستک نے کوئی اثر نہ ڈالا۔

اندر ہوٹل سوئیٹ صاف ستھرا اور روشنی سے بھرا تھا۔ بستر بنا دیا گیا تھا اور کمرے میں تازہ پھولوں کی مہک تھی۔ کبیرہ سادان کرسی پہ بیٹھی تھیں، ایسے کہ لمبے کاؤچ کے ساتھ کھڑا نوجوان ان کے عین سامنے تھا۔ وہ پی کیپ پہنے ہوئے تھا۔ ہڈی اور ٹراؤزر کے نیچے سفید جوگرز پہنے احتیاطاً دائیں بائیں دیکھ رہا تھا۔ اس کے چوکنے انداز کو دیکھ کے وہ مسکرائیں۔

"تم مجھ پہ بھروسہ کر کے ریلیکس ہو کے بیٹھ سکتے ہو، عالیان۔ کم از کم میں تمہیں پولیس کے حوالے نہیں کروں گی۔"

عالیان نے ہلکے سے کندھے اچکائے۔ جیسے بے پرواہی ثابت کی اور پھر صوفے کے کنارے بیٹھا۔ سنجیدگی سے ان کو دیکھتے ہوئے پی کیپ کا رخ موڑ دیا۔ اب پچھلا حصہ ماتھے پہ تھا اور وہ اس کا چہرہ بنا کسی سائے کے دیکھ سکتی تھیں۔

"بتائیے، کیا مدد کر سکتا ہوں میں آپ کی؟"

کبیرہ سادان نے انگوٹھیوں والی انگلیوں سے میز پر رکھے لیپ ٹاپ کی طرف اشارہ کیا۔ جس کے ساتھ ایک کھلا ہوا بیگ اور بہت سے کاغذ رکھے تھے۔

"چونکہ تم فائنانسز میں اچھے ہو اور یہی پڑھ رہے ہو، تو میں نے سوچا کہ اگر تم میری تھوڑی سی مدد کر دو، تو میرا کام بہت آسان ہو جائے گا۔"

" آپ نے فون پہ کہا تھا کہ آپ کو مالی نقصانات پیش آرہے ہیں۔ بہت سے leakages ہیں جن کو آپ روکنا چاہتی ہیں۔" وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔ کبیرہ بیگم نے اثبات میں سر ہلایا۔ کھڑکی کے شیشے پہ بگلہ چونچ سے ٹھک ٹھک کر رہا تھا۔ لیکن اندر آواز اتنی مدھم ہو کے سنائی دیتی تھی کہ ان دونوں کو محسوس تک نہ ہوئی۔

"اگر تم ایک نظر دیکھ لو تو شاید تم اس لیکیج کی نشاندہی کر سکو۔"

عالیان نے اثبات میں سر ہلایا۔ قدرے جھجھکتے ہوئے لیپ ٹاپ سامنے کیا۔ پھر کاغذات اٹھائے۔

بگلہ کچھ دیر کوشش کرتا رہا۔ پھر مایوس ہو کے چونچ سے اپنے جسم کو رگڑنے لگا۔ اس دوران کمرے میں کافی کا دور چل چکا تھا اور عالیان اپنی پیالی خالی کر کے ایک طرف رکھ رہا تھا۔

" آپ کے سارے مسئلے آپ کی اِن وائسنگ میں ہیں۔ اس کے باوجود مجھے بہت بڑے لیکیجز نظر نہیں آرہے۔"

کبیرہ بیگم غور سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ اس بات پہ مسکرائیں۔

"مجھے پیسے کی کمی نہیں ہے۔ پیسہ بہت ہے میرے پاس۔ بس یہ نہیں چاہتی کہ وہ خواہ مخواہ میں ضائع ہو۔"

عالیان نے آنکھیں اٹھا کے انہیں دیکھا۔ پھر قدرے بے دلی سے لیپ ٹاپ پرے دھکیلا۔

" آپ اس پیسے سے ایک ملازم بھی ہائر کر سکتی ہیں جو آپ کے گھر کھانا بنائے۔ آپ کو عنایہ کی شادی کر دینی چاہیے۔"

ان کی مسکراہٹ میں مزید نرمی آئی۔

"تمہیں اس کی فکر ہے، عالیان؟"

"مجھے نہیں پتہ۔" اس نے سر جھٹکا۔ "لیکن اگر آپ چاہتی ہیں تو میں اپنے کسی کلائنٹ کو اس کے ساتھ سیٹ اپ کر سکتا ہوں۔ تھوڑا سا love magic۔ اور اس کی زندگی سیٹ ہو جائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔ اس بارے میں دیکھیں گے۔" وہ دلچسپی سے اسے دیکھتے ہوئے گردن میں پڑا نیکلیس انگلیوں میں گھما رہی تھیں۔

"یہ سب کیسے آتا ہے تمہیں؟ جادو۔ جنات۔"

عالیان نے کندھے اچکائے اور واپس لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہوا۔ بے زاری سے چند کیز دبائیں۔

"آرٹ ہے یہ۔ سیکھنا پڑتا ہے۔ نگینہ بیگم نے مجھے بچپن سے سکھایا تھا۔ میں گفٹڈ نہیں ہوں، ہلال کی طرح۔ لیکن بہت کچھ کر سکتا ہوں۔ پھر اس کا اسکوپ بہت ہے۔ ہر شخص کو کسی نہ کسی سے بدلہ لینا ہے۔ ہر کسی نے کسی کا دل دکھایا ہے۔ میں اس دنیا کا توازن واپس قائم کر رہا ہوں۔"

پھر ایک دم اس نے چونک کے چہرہ اٹھایا۔ چند لمحے سوچتی نظروں سے انہیں دیکھے گیا۔

"وہ کہاں ہوتا ہے؟"

کبیرہ بیگم کے ابرو تعجب سے اکٹھے ہوئے۔

"کون؟"

"میرا باپ۔ سادان۔" نوجوان جادوگر کے چہرے پہ عجیب تلخی سی پھیل گئی تھی۔

کبیرہ بیگم کی مسکراہٹ میں زخمی پن ابھر آیا۔ وہ کھڑکی کو دیکھنے لگیں جہاں بیٹھا بگلہ ان سے مایوس ہو کے اب دور تک پھیلے پانی اور مسجدوں کے اونچے گنبدوں کو دیکھ رہا تھا۔

"وہ انگلینڈ میں ہوتا ہے۔ اپنی دوسری بیوی اور اس کے بچوں کے ساتھ۔ وہ میری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔"

"اور آپ کیا چاہتی ہیں؟"

کبیرہ بیگم نے چونک کے اسے دیکھا۔ آنکھیں سوچنے والے انداز میں چھوٹی کیں۔

"تم کیا کر سکتے ہو؟" ان کی آواز دھیمی ہوئی۔

"میں تکلیف دے سکتا ہوں۔ ایسی تکلیف جو انسان کو جانور بننے پہ مجبور کر دے۔ اتنی تکلیف کہ وہ تڑپتا رہے گا اور اس کو پناہ نہیں ملے گی۔" اس کی آواز میں سرد مہری تھی۔ سنگدلی۔

ایک سنسنی خیز لہر کبیرہ سادان کی ریڑھ کی ہڈی سے دوڑ گئی۔ پھر وہ جیسے کھل کے مسکرائیں۔

"اس کو تکلیف نہیں دینی۔ اس کے لیے آج بھی میرے دل میں ایک نرم گوشہ ہے۔ مگر اس کی بیوی کو تکلیف دینی ہے۔ اور اس کے بچوں کو۔ میں نہیں چاہتی کہ وہ خوش رہیں۔" پھر تلخ مسکراہٹ کے ساتھ اپنے موبائل فون کو دیکھا۔ "مجھے انہوں نے انسٹاگرام، فیس بک، ہر جگہ سے بلاک کر رکھا ہے۔ اپنی تصویریں تک باہر نہیں جانے دیتے۔ انہیں لگتا ہے میں انہیں نظر لگا دوں گی۔ لیکن مجھے ان کی خبریں مل جاتی ہیں۔ وہ آج کل ویکیشن پہ گئے ہوئے ہیں۔ مروکو Morocco۔"

"وہ المغرب میں چلے جائیں یا المشرق میں، میں ان تک اپنی انرجی پہنچا دوں گا۔ آپ جو چاہتی ہیں مجھے بتا دیجئے گا۔"

"میں تمہیں اس کے لیے پے کروں گی۔" ان کا لہجہ حتمی تھا۔

عالیان پہلی دفعہ مسکرایا۔

"اس کی فکر مت کریں۔ فرینڈز اینڈ فیملی ڈسکاؤنٹ۔" مسکرا کے اس نے آنکھ دبائی تو وہ کھل کے مسکرا دیں۔

"اچھا کما لیتے ہو اس کام سے؟"

عالیان کے تاثرات بدلے۔ ہلکے سے شانے اچکائے۔

"کمالیتا تھا۔ لیکن جب سے ماہر فرید اور مالا کے بچے والا مسئلہ شروع ہوا ہے، پولیس نے میری ڈارک ویب کی ویب سائٹ پہ نظر رکھنا شروع کر دی ہے۔ مجھے کچھ عرصے کے لیے اپنی سرگرمیاں روکنی پڑ گئی ہیں۔ بس اسی وجہ سے..." وہ ایک دم کہتے کہتے رکا۔

کبیرہ نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔ دل بے قراری سے دھڑکا۔

"اسی لیے تم آج کل مالی مشکلات کا شکار ہو؟"

عالیان کے چہرے پہ ایک پتھریلا سا تاثر در آیا۔ چند لمحے پہلے والی بے تکلفی اور مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ تھپ سے لیپ ٹاپ اسکرین بند کی۔

"میرے معاملات میرے ہیں۔ ساری زندگی میں نے انہیں خود ہی ڈیل کیا ہے۔ اپنے پیسے خود کمائے، خود خرچ کیے۔ آپ کو میرے مالی معاملات میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔" پھر اس نے ایک نظر بند لیپ ٹاپ کو دیکھا۔ ساتھ رکھے کاغذوں کو۔ اور دوبارہ سے کبیرہ سادان کو۔ اس کی آنکھوں میں کچھ تبدیل ہوا تھا۔

"کیا آپ نے مجھے اپنے فائنانسز یہ بتانے کے لئے دکھائے ہیں کہ آپ کے پاس بہت پیسہ ہے اور آپ میری مدد کر سکتی ہیں؟"

"نہیں، عالیان۔ تم غلط..."

اس نے ہاتھ اٹھا کے روک دیا۔

"اٹس اوکے۔ لیکن مجھے آپ کی مدد نہیں چاہیے۔ آپ کے مسئلوں کی نشاندہی کر کے میں نے لکھ دی ہے۔ دیکھ لیجئے گا۔" اس کے چہرے پہ کچھ تھا۔ ہرٹ ہونے کا سا تاثر۔

وہ گھبرا کے اٹھیں۔ لیکن وہ موبائل جیب میں ڈالتا تیزی سے باہر نکل گیا تھا۔ دروازہ بند ہوا تو وہ تنہا رہ گئیں۔ خالی ہاتھ۔ ایک دم بے جان سی۔

انہوں نے اسے ناراض کر دیا تھا۔ کیا اب وہ انہیں کال کرے گا؟ کیا اب وہ ان سے ملنے آئے گا؟ وہ تو صرف اس کی مدد کرنا چاہ رہی تھیں۔ لیکن کہاں سے سیکھی تھی اس نے یہ ہٹ دھرمی؟ شاید اپنے باپ سے۔ وہ بھی ایسا ہی تھا۔

وہ بے جان سی کرسی پر واپس گر سی گئیں۔ وہ کیسے اسے یقین دلائیں کہ وہ ان کی فیملی تھا؟

وہ کیسے اس کی مدد کریں اور اسے اس مشکل سے نکالیں جس میں اس نوجوان جادوگر نے اوور سمارٹ بنتے ہوئے خود کو پھنسا لیا تھا؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

زیاد سلطان ہسپتال کی عمارت کے باہر کھڑا تھا۔ سیاہ پینٹ پہ ہم رنگ جیکٹ پہنے۔ مفلر گردن کے گرد باندھے۔ سن گلاسز لگائے۔ وہ گھڑی کو دیکھتے ہوئے چوکنا انداز میں دائیں بائیں دیکھ رہا تھا۔ ہر سانس کے ساتھ ہونٹوں سے دھواں نکل کے فضا میں غائب ہوتا۔

ہسپتال کے عقبی طرف ایک باغیچہ بنا تھا۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ اس لیے کچھ مریض وہاں بیٹھے تھے۔ وہاں ایک فوارہ بھی تھا جس کا پانی موسم کے باعث یا کسی تکنیکی مسئلے کی وجہ سے سوکھا ہوا تھا۔

اس فوارے کی منڈیر پر کشمالہ بیٹھی تھی۔

وہ اس سے چند قدم کے فاصلے پر رک گیا۔ دائیں بائیں اُگے سرسبز پودے اور اونچے درخت جن کے پتے بھورے ہو چکے تھے۔ آسمان پر اڑتے پرندے اور سوکھا ہوا فوارہ۔ ہر شے ایک لمحے کے لیے پس منظر میں چلی گئی تھی۔ صرف کشمالہ مبین تھی جو وہاں بیٹھی تھی۔ کیمل کوٹ۔ سر پہ ٹوپی لیے۔ دونوں ہاتھ آپس میں رگڑتی۔ اور اس کے ساتھ وہ

بیٹھا تھا۔ سر جھکائے ایک بچہ۔ بھاری سی جیکٹ اور ٹراؤزرز میں۔ ٹوپی اور مفلر سے گردن اور سر کو ڈھکے۔ وہ دونوں ہاتھوں میں موبائل پکڑے کوئی ویڈیو دیکھ رہا تھا۔ ہر سانس کے ساتھ دھواں اس کے منہ سے نکلتا اور فضا میں گم ہوتا۔

زیاد سلطان کے حلق میں گلٹی سی ابھری جسے اس نے بہت کچھ نگلتے ہوئے نیچے دھکیل دیا۔ پھر قدم قدم ان کی طرف بڑھتا آیا۔ کشمالہ نے اسے دیکھ لیا تھا۔ اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔ وہ سیدھی اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ اس کے قریب آیا۔ چند قدم کے فاصلے پر رک گیا۔ وہ بچے کو نہیں دیکھ رہا تھا۔ صرف اسے دیکھ رہا تھا۔

"ہم یہاں کیوں مل رہے ہیں؟" یہ اس کا پہلا سوال تھا جس کا جواب فون پہ کشمالہ نے نہیں دیا تھا۔

"کیونکہ یہاں میں ہوں۔"

آواز پہ زیاد نے چونک کے دائیں جانب دیکھا۔ فوارے کے عقب سے ایک نوجوان وہیل چیئر دھکیلتا اس طرف آ رہا تھا۔ وہیل چیئر پر سفید بالوں والے نحیف اور لاغر سے مالک فرید بیٹھے تھے۔ انہوں نے سوئیٹر، کوٹ، مفلر، دستانے، ہر شے پہن رکھی تھی۔ اس کے باوجود سردی سے ان کی ناک سرخ ہو رہی تھی۔ آئی وی لائن لگی ہوئی تھی اور بوتل وہیل چیئر کے ڈنڈے کے ساتھ کھڑی تھی۔

زیاد نے چونک کے واپس کشمالہ کو دیکھا اور پھر انہیں۔

"آپ؟"

نوجوان نے وہیل چیئر کشمالہ کے عین ساتھ روک دی تھی۔ اب وہ تینوں ایک لائن میں تھے۔ وہیل چیئر۔ کھڑی ہوئی کشمالہ۔ بیٹھا ہوا ویڈیو دیکھتا بچہ۔ اور ان کے پیچھے سوکھا ہوا فوارہ۔

وہ اکیلا ان کے سامنے کھڑا تھا۔

"یہ ہم دونوں کا آپس کا معاملہ ہے۔" زیاد کی آواز میں سانپ کی سی پھنکار تھی۔

"یہ تم دونوں کا معاملہ نہیں ہے۔ یہ ہماری فیملی کا معاملہ ہے۔"عبد المالک فرید عین اس کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔ بیماری اور کمزوری کے باوجود ان کے چہرے کا رعب اور آواز کا دبدبہ ویسا ہی تھا۔

"فیملی؟"زیاد نے چونک کے کشمالہ کو دیکھا۔ ایک لمحے کے لیے جیسے وہ سانس نہیں لے سکا۔

"مالا ہماری فیملی ہے اور ہم اس کی۔ تم اس فیملی کا حصہ نہیں ہو، زیاد سلطان۔ تم اپنے بیٹے سے ملنے آئے ہو۔ مل سکتے ہو۔ لیکن تم اس کی زندگی میں نہیں رہو گے۔ اور یہ آج ہم یہیں پہ طے کریں گے۔"

جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑے زیاد نے جواب نہیں دیا۔ لب بھینچے خاموشی سے عبد المالک فرید کو دیکھے گیا۔

"میں تم سے کوئی کانٹریکٹ سائن نہیں کرواؤں گا کیونکہ تم کسی معاہدے کی پاسداری نہیں کر سکتے۔ میں تمہیں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مالا اکیلی نہیں ہے۔ ہم سب اس کے ساتھ ہیں۔ اور تم یوں بنا اجازت اس کی زندگی میں دوبارہ داخل نہیں ہو سکتے۔"

زیاد نے مالا کو دیکھا۔ وہ سینے پر بازو لپیٹے اسی سپاٹ چہرے کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی۔ یہ وہ لڑکی نہیں تھی جس کو وہ عرصے سے جانتا تھا۔ کچھ تھا جو اس میں بدل گیا تھا۔ ایک بے نیاز سانڈر پن۔

"تم اپنے بیٹے سے ملو۔ اس کے ساتھ وقت گزارو۔ اور جب میری گھڑی کی سوئیاں بارہ پہ پہنچ جائیں، تو تم یہاں سے چلے جاؤ گے۔ تم تین مہینے کے بعد اپنے بیٹے سے ملنے آسکتے ہو۔ اس سے کم نہیں۔ اس سے زیادہ نہیں۔"

زیاد قدم قدم اس بچے کی طرف بڑھا۔ سینے پر بازو لپیٹے کشمالہ نے زور سے مٹھی سے کہنی بھینچ لی۔ البتہ چہرہ سپاٹ ہی رکھا۔

"اس کو تم ایک زبانی معاہدہ سمجھو یا میری وارننگ، لیکن تم اب مالا کی زندگی میں دخل اندازی نہیں کرو گے۔ کیونکہ وہ اکیلی نہیں ہے۔"

زیاد گھٹنوں کے بل اس بچے کے قریب بیٹھا۔ دھیرے سے اس کے گھٹنے پر ہاتھ رکھا۔ مالا کے ناخن کہنی میں پیوست ہو گئے۔ البتہ دانت پہ دانت جمائے وہ خود کو ضبط سے کھڑے کیے رکھی۔ وہ پہلی بار اپنے بیٹے سے مل رہا تھا۔ وہ بیٹا جو اس کو نہیں چاہیے تھا۔ وہ بیٹا جس کو ڈھونڈنے میں اس نے مالا کی کوئی مدد نہیں کی تھی۔ وہ بیٹا جس کو وہ مار دینا چاہتا تھا۔ آنسو اس کے حلق میں پھنسنے لگے۔ لیکن چہرہ اسے پتھر جیسا ہی رکھنا تھا کیونکہ وہ اکیلی نہیں تھی۔

زیاد نے بچے کے گھٹنے پر ہاتھ رکھا تو اس نے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ چند لمحے خاموش نظروں سے اسے دیکھے گیا۔ پھر فوراً سے ماں کی طرف چہرہ اٹھایا۔

"This man is your father." وہ دھیمی آواز میں بولی تھی۔ بہت سے آنسو اندر اتار کے۔ یہ ایک ایسی حقیقت تھی جسے کوئی نہیں بدل سکتا تھا۔ ماہر کا سائن کیا کاغذ بھی نہیں۔

بدر نے واپس اس آدمی کو دیکھا۔ اس کی سن گلاسز میں اسے اپنا عکس دکھائی دیا تھا شاید۔ اور پھر اس نے چہرہ فون پہ جھکا دیا۔

"کیا تم اسے کہہ سکتی ہو کہ یہ مجھے ایک دفعہ بابا کہہ دے؟" زیاد نے گردن اٹھا کے اسے دیکھا تو مالا کو وہم سا ہوا کہ اس کی آواز بھیگی ہوئی ہے۔ البتہ سن گلاسز کے باعث وہ اس کی آنکھیں نہیں دیکھ سکتی تھی۔

"میں اسے نہیں کہہ سکتی، کیونکہ وہ نہیں بولتا۔"

زیاد سلطان چند لمحے اسے دیکھے گیا۔ پھر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ چند قدم پیچھے ہوا۔ پھر عبد المالک فرید کو دیکھا۔

"آپ لوگ ایک فیملی کی طرح رہیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ میرا اس بچے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ میں اس کی زندگی میں دوبارہ آنا چاہتا ہوں۔"

ایک بوجھ سا تھا جو کشمالہ کے کندھوں سے اترنے لگا۔اس نے بے اختیار مالک صاحب کو دیکھا جو گردن اٹھائے آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھ رہے تھے۔

"اگر تمہیں دوبارہ بچے سے ملنا ہو گا تو تم اس کے لئے سیدھا راستہ اپناؤ گے۔اگر تم نے ٹیڑھے راستوں سے آنے کی کوشش کی، تو یاد رکھنا، صرف تم نہیں ہو جسے آگ اور بارود کے کھیل آتے ہیں۔"

زیاد نے نفی میں سر ہلایا۔

"میں نے کہا نا، میں اس بچے سے دوبارہ نہیں ملنا چاہتا۔" وہ دو قدم پیچھے ہٹا تھا۔

"یاد رکھنا کہ تم میری نظر میں ہو۔ تمہارا ایک غلط قدم تمہاری زندگی ختم کر دے گا۔میری بات مت بھولنا۔میں مر گیا تب بھی میری روح تم پہ نظر رکھے گی، زیاد سلطان۔" وہ اسی بھاری اور اونچی آواز میں کہہ رہے تھے۔

زیاد نے باری باری ان دونوں کو دیکھا۔ سپاٹ چہرے والی لڑکی جس کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی تھی۔اور وہیل چیئر پر بیٹھا بوڑھا آدمی۔ پھر ایک نظر اس کے پیچھے کھڑے نوجوان پہ ڈالی۔بچے کو دوبارہ دیکھنے کی جیسے اس میں ہمت نہیں تھی۔اس نے سر اثبات میں ہلایا اور پلٹ گیا۔

وہ دور چلا گیا تو کشمالہ کے ہونٹوں سے گہری سانس نکلی۔ بہت سا دھواں بھی ٹھنڈی فضا میں غائب ہو گیا۔وہ بے اختیار مالک فرید کی طرف مڑی۔

"تھینک یو۔ تھینک یو سو مچ۔" آنسو اس کی آنکھوں سے پھسلنے لگے تھے۔

"امید ہے وہ مجھے اب تنگ نہیں کرے گا۔"

عبد المالک فرید نے کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے۔ پھر بند کر دیے۔ پھر سر کو اثبات میں ہلایا۔

"امید ہے۔" پھر عمار کو اشارہ کیا۔وہ کال پہ کسی کو بلانے لگا جو مالا کو گھر چھوڑنے جا رہے تھے۔

جب وہ اور بدر وہاں سے چلے گئے، تو عمار واپس ان تک آیا۔ وہیل چیئر پیچھے سے تھامی اور اسے آگے دھکیلنے لگا۔ ان کا رخ ہسپتال کی عمارت کے اندرونی حصے کی جانب تھا۔

"کیا وہ واقعی اب اپنے بچے سے دستبردار ہو جائے گا؟"

"نہیں۔ وہ جھوٹ بول رہا تھا۔ وہ وہی کرے گا جو اس نے کرنا تھا۔ لیکن میں مالا کی خواہش پوری کرنا چاہتا تھا۔"

عمار نے چونک کے انہیں دیکھا۔

"پھر آپ نے اسے یہ کیوں کہا کہ آپ کو امید ہے وہ ایسا کچھ نہیں کرے گا؟"

عبدالمالک فرید نے گہری سانس لی۔ اس سانس میں آزردگی بھی اور یاسیت بھی۔

"کیونکہ وہ برسوں بعد خوش ہوئی ہے۔ میں اس کی خوشی خراب نہیں کرنا چاہتا۔" پھر گردن کندھے تک لے کر گئے۔

"عمار، اس آدمی پہ نظر رکھنا۔ یہ ماہر کو نقصان پہنچائے بغیر اس شہر سے نہیں جائے گا۔"

عمار نے سر اثبات میں ہلایا۔

"اس نے وہ ہوٹل چھوڑ دیا ہے۔ لیکن میں اسے ڈھونڈ لوں گا۔"

وہ وہیل چیئر دھکیلتا اندر لے کر جا رہا تھا۔ دور اندر پہلی دفعہ عمار کو اس روز ماہر کو اس معاملے کا حصہ بنانے پہ افسوس ہوا تھا۔ یہ آدمی جس کو آج اس نے دیکھا تھا، اس کو اس روز انہیں ختم کر دینا چاہیے تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

فرید لار میں اس صبح چہل پہل سی تھی۔ بظاہر کچھ نہیں بدلا تھا۔ فیضی خانم کچن میں اپنے کام نپٹا رہی تھیں۔ ہلال لونگ روم میں بیٹھی ٹیپسٹری کے تانے بانے بُن رہی تھی۔ بدر اندر کمرے میں سو رہا تھا۔ اور کچن کاؤنٹر کے اسٹول پر شبنم

بیٹھی تھی۔ بظاہر کچھ بھی نہیں بدلا تھا۔ لیکن اس گھر کے تمام مکینوں کے چہروں پہ رونق، جوش اور ایکسائیٹمنٹ تھی۔ فیضی خانم بار بار امڈ کے آتی مسکراہٹ چھپانے کی کوشش کرتیں۔ پھر ہر تھوڑی دیر بعد شبنم کے قریب جا کے زور سے آہ بھرتیں۔

"اتنا انتظار کیا میں نے اس دن کا، کہ جب ماہر بے کو اپنی خوشی ملے گی۔"

میز پر بہت سے کارڈز اور رِبن پھیلائے بیٹھی شبنم نے مسکرا کے چہرہ اٹھایا۔ جوڑے کے ساتھ عینک لگائے اس کا چہرہ بھی ویسا ہی کھلا ہوا تھا۔

"ہم نے بھی اس دن کا بہت انتظار کیا ہے، فیضی خانم۔ جب ماہر بے ایک دن کے لیے روبوٹ نہیں ہوں گے۔"

بالکونی کے دروازے کے ساتھ کھڑا عمار فون پہ بات کر رہا تھا۔ فون رکھ کے ان کی طرف آیا۔ اسی سنجیدگی سے شبنم کو دیکھا۔

"ماہر بے نے کہا تھا کہ وینیو کے تمام انتظامات آپ کریں گی۔"

شبنم نے بنا پلک جھپکائے اسے دیکھتے ہوئے سر اوپر نیچے ہلایا۔ عمار اب اسی سنجیدگی سے اپنے آئی پیڈ کی اسکرین پہ اسے کچھ دکھا رہا تھا۔ گیسٹ لسٹ۔ ایک چھوٹا سا ایونٹ۔ پھولوں کا ڈیکور۔ سیکیورٹی کے انتظامات۔ شبنم گال پہ ہاتھ رکھے اس کو دیکھتے ہوئے پلکیں تھوڑی تھوڑی دیر بعد جھپکاتی تھی۔ چند لمحے گزرے۔ عمار نے اسی مشینی انداز میں اپنی بات کا خلاصہ بیان کیا اور پھر خدا حافظ کہہ کے راہداری کی طرف بڑھا۔

راستے میں وہ رکا کیونکہ بیر بل فرید اسی پل اپنے کمرے سے باہر آتا دکھائی دیا تھا۔ ٹراؤزرز پہ ڈھیلا ڈھالا سوئیٹر پہنے اس نے ایک نظر عمار کو دیکھا۔ سر کے اثبات سے اس کے سلام کا جواب دیا اور آگے آیا۔ گھنگھریالے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے ربر بینڈ ان پہ باندھا۔ ایک نظر شبنم پہ ڈالی اور پھر دھپ سے کرسی کھینچ کے ساتھ بیٹھا۔ سوالیہ نگاہوں سے میز پر رکھے سیمپلز کو دیکھا۔

"یہ کیا ہے؟"

شبنم گردن موڑ کے عمار کو جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ چونک کے اس کی طرف مڑی۔ پھر مسکرائی۔ پلکیں دو تین دفعہ جھپکائیں۔

"ہمارے باس کی شادی ہو رہی ہے۔ اور ہمارا کام ہے اس کو پرفیکٹ فیری ٹیل ویڈنگ بنانا۔"

بیربل کے چہرے کے زاویے بگڑے۔ ہونہہ میں سر جھٹکا۔

"فیری ٹیل وغیرہ کچھ نہیں ہوتا۔ دیکھنا ہنی مون پیریڈ گزرے گا تو یہ دونوں بھی لڑ رہے ہوں گے۔"

شبنم نے بہت مشکل سے ہونٹوں پہ آئی مسکراہٹ روکی۔

"تمہاری جیلسی ابھی تک ختم نہیں ہوئی؟"

بیربل نے جواب میں ایک نظر اسے گھورا اور پھر فیضی حانم کو اپنا ناشتا کہنے لگا۔

"اچھا سنو، مجھے ماہر بے کے لیے سوٹ منتخب کرنا ہے۔" شبنم نے چند کپڑوں کے سیمپل اس کی طرف دھکیلے۔ "وہ اتنے مصروف ہیں قرمزی عمارت میں کہ انہوں نے ہر چیز میرے اوپر چھوڑ دی ہے۔ سوٹ، رومال کا رنگ، شرٹ، ٹائی۔ سب مجھے ہی چوز کرنا ہے۔"

"وہ ڈارک گرے پہنے گا۔"

شبنم اور بیربل نے چونک کے اس طرف دیکھا۔ اسٹول پر بیٹھی ہلال کی ان کی جانب پشت تھی اور جھک کے وہ دھاگوں کی گرہ لگا رہی تھی۔

"وہ ڈارک گرے پہنے گا۔ اور مالا سفید پہنے گی۔ مالا کے پھولوں کا رنگ جامنی ہو گا۔ جامنی سفید اور سبز پتے۔ اور ماہر کے ہاتھ میں بھی پھول ہوں گے۔ سفید رنگ کے۔ وہ دونوں خوش ہوں گے۔ اور میں پستہ رنگ پہنوں گی۔" وہ

آنکھیں سامنے خلا میں جمائے دھاگوں کو انگلیوں پر لپیٹتی کہہ رہی تھی۔ شبنم تھوڑی پہ ہاتھ رکھے سحر زدہ سی اسے دیکھ رہی تھی۔ ہلال کی بات ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی۔

"اور پھر ہم سب ساتھ رہیں گے۔ میں اور بدر ایک ساتھ بڑے ہوں گے۔" وہ یوں کہہ رہی تھی جیسے کوئی فلم سی اس کے سامنے چل رہی ہو۔

فیضی خانم نے کافی بیربل کے سامنے رکھی تو ٹھپ کی آواز پہ وہ دونوں چونکے۔ بیربل گردن موڑ کے تنقیدی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"اور وہ مالا کا سیریل کلر شوہر؟ وہ ہونے دے گا یہ سفید اور جامنی پھولوں والی شادی؟" منہ بگاڑ کے وہ بولا تھا۔

ہلال نے کندھے اچکائے۔

"پتہ نہیں۔ اندھیرا ہے اس کے سامنے۔ وہ اس شہر سے بہت جلدی چلا جائے گا۔"

ساتھ ہی ہلال نے جیسے جھرجھری سی لی۔

بیربل نے خفگی سے اسے دیکھا۔

"یہ تمہارا mojo میری دفعہ کام کیوں نہیں آیا جو میں اس چڑیل کے ساتھ پھنس گیا تھا؟"

ہلال نے بے بسی سے شانے اچکائے۔ ابھی تک اس کی ان کی طرف پشت تھی۔

"مجھے نہیں پتا یہ کیسے کام کرتا ہے، بیربل بھائی۔ میں اس کو کنٹرول نہیں کر سکتی۔ جو سمجھ آتا ہے وہ کہہ دیتی ہوں۔"

"جو سمجھ آتا ہے وہ کہہ دیتی ہوں۔" بیربل نے نقل اتارتے ہوئے چہرہ واپس موڑا تو شبنم آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھ رہی تھی۔

"کیا ہے؟"

شبنم قدرے آگے کو ہوئی۔ اس کی آنکھوں میں چمک سی تھی۔

"یہ مالک صاحب کا سیکریٹری عمار..."

"دیکھ رہا ہوں بہت نظر رکھنے لگی ہو تم اس پہ۔"

"سنگل ہے عمار؟"

بیربل نے کافی کا گھونٹ بھر کے زور سے اسے میز پر رکھا۔

"نہ صرف سنگل ہے بلکہ اپنے سنگل ہاتھوں سے بندوں کو کچا چبا بھی جاتا ہے۔"

شبنم بدمزہ سی ہو کے پیچھے ہوئی۔

"میں سنجیدہ ہوں۔"

"تمہاری دال عمار کے ساتھ نہیں گلے گی۔ وہ مالک کا صرف دایاں ہاتھ نہیں ہے بلکہ اس کے سارے زیر زمین کاموں کی نگرانی بھی کرتا ہے۔ بہتر ہے تم اس سے دور رہو اور اپنے جیسا کوئی nerd ڈھونڈو۔"

شبنم کے چہرے پہ بہت سی ناراضی اتری۔ ٹھک ٹھک کر کے سارے سیمپلز اکٹھے کیے اور انہیں تھیلے میں ڈالنے لگی۔

"تم سوزین کے ساتھ اس لیے پھنسے تھے کیونکہ تمہیں عورتوں کی پہچان ہی نہیں ہے۔"

"اب ہو چکی ہے۔ بہت شکریہ۔" وہ اسی جلے کٹے انداز میں بولا اور کافی کے بڑے بڑے گھونٹ بھرنے لگا۔ اس سے پہلے کہ شبنم کچھ کہتی...

"عمار تمہارے لیے نہیں ہے، شبنم۔"

شبنم کا ایک لمحے کے لیے سانس رک گیا۔ چونک کے اسے دیکھا۔ وہ اب دانتوں سے ایک دھاگے کی گانٹھ لگا رہی تھی۔

"بیر بل بھائی ٹھیک کہہ رہا ہے۔ وہ اور طرح کا آدمی ہے۔ تم اس کے ساتھ کبھی خوش نہیں رہو گی۔ اور ابھی تم کسی کے بھی ساتھ خوش نہیں رہو گی۔ کیونکہ تم بہت جلدی مردوں کے ساتھ obsessed ہو جاتی ہو۔ پھر ان کے ہر عمل کے بارے میں بہت دفعہ سوچتی رہتی ہو۔ ہر بات کو over-analyze کرتی ہو۔ ابھی کچھ عرصہ کے لیے ان سے دور رہو۔ پانچ چھ سال تک انتظار کرو۔ پھر تمہارے راستے کسی سے ٹکرائیں گے۔ وہ ہو گا تمہارے لئے۔"

ہلال ایک لمحے کے لیے رکی۔ پھر گہری سانس لی۔

"شاید۔"

شبنم جو بالکل مسحور سی ہو کے سن رہی تھی، دونوں ابرو اٹھائے۔

"شاید؟"

"شاید اس لیے کیونکہ میں خدا نہیں ہوں۔ کوئی بھی مستقبل نہیں جانتا۔ مجھے جو بتایا جاتا ہے، بس وہی بتا دیتی ہوں۔"

شبنم جیسے دل مسوس کر رہ گئی۔ پھر بے اختیار بیر بل کو دیکھا جو پہلی دفعہ مسکرا رہا تھا۔

"یعنی اگلے پانچ چھ سال تک تم اکیلی ہی رہو گی... ہاہاہاہا..." سوزین سے طلاق کے بعد وہ پہلی دفعہ کھل کے ہنسا تھا۔ شبنم کے ماتھے پر بل پڑے۔ غصے سے اپنی چیزیں سمیٹیں۔ اپنا Stanley کپ اٹھایا۔ اسٹرا ہونٹوں میں ڈال کے دو گھونٹ بھرے۔ اور اس دوران وہ غصے سے بیر بل کو گھورتی رہی تھی۔

"مل جائے گا مجھے بھی کوئی۔"

بیر بل اسی طرح ہنستا جا رہا تھا۔

"پانچ چھ سال۔ ہاہاہاہا..."

شبنم کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔ اسے گھورتے ہوئے وہ فیضی خانم کو آخری ہدایات دے کے راہداری کی طرف بڑھ گئی۔

بیر بل اب ٹوسٹ پر پینٹ بٹر لگا رہا تھا۔ فیضی خانم نے رک کے پہلے اسے دیکھا۔ پھر پینٹ بٹر کی موٹی تہہ کو۔ پھر واپس بیر بل کو۔ وہ ان کی نگاہوں کو دیکھ کے کندھے اچکا کے رہ گیا۔

"پھر کیا کروں؟ طلاق ہوئی ہے میری۔ کچھ دن تو کاربز کھاؤں گا نا۔" بے پروائی سے دانت ٹوسٹ میں گاڑے۔ فیضی خانم گہری سانس لے کر رہ گئیں۔ اگر ماہر فرید نے اس کو یہ سب کھاتے دیکھا ہوتا تو اگلے ہی لمحے اسے عاق کر دیتا۔

"لیکن ہم یہاں نہیں رہیں گے۔"

ہلال کی بڑبڑاہٹ جاری تھی۔ بیر بل نے بے زاری سے مستقبل کا خبرنامہ سننے کی کوشش کی۔

"وہ یہ گھر نہیں ہو گا جہاں مالا، میں، بھائی اور بدر رہیں گے۔ وہ کوئی اور گھر ہو گا۔ اس گھر میں جامنی بوگن ویلیا کے پھول ہوں گے۔ اور باغیچے میں ایک بینچ رکھا ہو گا۔ اس کے ساتھ مرمریں بطخیں بنی ہوں گی۔ اور ایک پتھر کا خرگوش۔"

وہ بولتی جارہی تھی اور بیر بل بے توجہی سے ٹوسٹ کی بائٹ لیتا جارہا تھا۔

دفعتاً کسی احساس کے تحت ٹھہرا۔ جگہ سے اٹھا اور ہلال کے پیچھے آ کھڑا ہوا۔ لقمہ چباتے ہوئے غور سے اس ٹیپسٹری کو دیکھا۔

"یہ گھنٹی... یہ کیا بنا رہی ہو، لالی؟"

"پتہ نہیں۔" اس نے شانے اچکائے۔ وہ غور سے اس گھنٹی کو دیکھ رہا تھا۔ ٹیپسٹری الٹی تھی لیکن وہ گھنٹی کو الٹے ہونے کے باوجود بھی پہچان سکتا تھا۔

"ایک سین ہے... مجھے نظر آتا ہے... بار بار... وہی بنا رہی ہوں۔" وہ اب دھاگوں کو ٹٹولتی ہوئی ٹانکہ لگا رہی تھی۔

"یہ تو مالا کی گھنٹی..."

"شش... اس کو نہیں دکھانی یہ۔" وہ ایک دم بولی تو بیر بل نے تعجب سے اسے دیکھا۔

"کیوں؟"

"پتہ نہیں۔ بس اس کو نہیں دیکھنا چاہیے۔ اسے دکھ ہو گا۔"

بیر بل چند لمحے الجھن سے اسے دیکھے گیا جو واپس اپنے دھاگوں میں مصروف ہو گئی تھی۔ پھر کندھے اچکا کے "اف تمہارا موجو" کہتا توس کی بائٹ لیتا آگے بڑھ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اسٹریٹ کے کونے والا گھر آج بھی اسی طرح تھا۔ اردل نے سیاہ کار سفید باڑ کے باہر روکی، تو مالا باہر نکلی۔ تعجب سے پہلے اس گھر کو دیکھا جس کے باغیچے میں جامنی بوگن ویلیا کا درخت تھا۔ پھر اردل کو جس نے مسکرا کے سر کو خم دیا تھا۔

"ماہر بے نے یہیں بلایا ہے آپ کو۔"

مالا نے نرم مسکراہٹ کے ساتھ اس کو شکریہ کہا۔ پھر کندھے پر بیگ کا اسٹریپ درست کرتی قدم قدم آگے بڑھنے لگی۔ اس کے بوٹس کی ہیلز سڑک پر ٹھک ٹھک بجنے لگی تھیں۔ پھر آگے گھاس شروع ہو گئی۔ باغیچے کے گرد سفید لکڑی کی باڑ تھی۔ چھوٹا دروازہ جو اس کی ٹانگوں تک آتا تھا۔ اس نے ہاتھ سے آگے دھکیلا اور اندر داخل ہوئی۔ وہ ایک خوبصورت گھر تھا۔ نہ بہت بڑا، نہ بہت چھوٹا۔

باغیچے میں ایک درخت تھا جو دونوں اطراف میں پھیلا ہوا تھا۔ سبز پتوں کے درمیان جامنی پھول جو استنبول کے اس سرمئی موسم میں بھی اپنے رنگ بکھیر رہے تھے۔ درخت کے نیچے ایک بینچ رکھا تھا۔ ساتھ گھاس کے کنارے

مرمریں بطخوں کی شکلوں کے گملے تھے۔ مقابل سمت میں کچھ گملے سفید خرگوشوں کی صورت میں بنے ہوئے تھے اور ہر ایک میں سرسبز پودے لگے تھے۔ اس گھر میں موجود ہر پودا اور درخت سدا بہار تھا۔ باہر پھیلے موسم اور سردی کی شدت کا جیسے اس پہ کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

وہ ابھی تک داخلی روش پر کھڑی تھی۔ تعجب سے دائیں بائیں دیکھ رہی تھی جب اندرونی دروازہ کھلا اور وہ دکھائی دیا۔ مالا کو دیکھ کے اس کے قدم وہیں رک گئے۔

سفید باڑ کے ساتھ کھڑی لڑکی جس نے کیمل رنگ کا لمبا کوٹ پہن رکھا تھا۔ سر پر ٹوپی تھی جس کے اوپر بنی فر کی بال پیچھے کو لٹک رہی تھی۔ شاید وہ آج بھی جلدی میں بدر کی ٹوپی پہن آئی تھی۔ بال کندھوں تک گر رہے تھے اور سبز آنکھیں خوشگوار حیرت سے دائیں بائیں دیکھ رہی تھیں۔ تب ہی اس کی نگاہ ماہر پہ پڑی۔ وہ مسکرا دی۔ اور بھورے بوٹس سے چلتی روش پر آگے بڑھنے لگی۔

وہ موسم کی شدت کے باوجود کوٹ نہیں پہنے ہوئے تھا۔ بلکہ ایک گرے اُونی سوئیٹر پہنے ہوئے تھا جس کے آستین پیچھے چڑھے تھے۔ اسے دیکھ کر مسکرا کے باغیچے کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ کس کا گھر ہے؟" وہ بوگن ویلیا کے درخت تلے بینچ پر بیٹھ گئی۔ بیگ اتار کے گود میں رکھ لیا۔ بھورے بوٹس کی ہیلز سبز گھاس میں پیوست ہو گئیں۔

"مجھے ماہی کی کال آئی تھی۔" ماہر نے جیسے اس کی بات سنی نہیں تھی۔ وہ بینچ کے دوسرے کنارے پر بیٹھا۔ ایسے کہ رخ اس کی جانب تھا۔ اسے بے اختیار اغوہ کی پہاڑی کے وہ پتھر یاد آئے۔

"کیا کہہ رہی تھی؟" مالا نے غور سے مسکراہٹ دبائے اسے دیکھا۔ ماہر نے جھرجھری لی۔

"دھمکی دے رہی تھی مجھے۔"

مالا بے اختیار ہنس دی۔ گردن پیچھے پھینک کے۔ وہ چند لمحے اسے ہنستے ہوئے دیکھتا رہا۔

"کس قسم کی دھمکی؟" وہ جیسے بہت محظوظ ہوئی تھی۔

"یہی کہ اگر میں نے تمہیں چھوڑا تو وہ سات براعظموں تک میرا پیچھا کرے گی۔ چڑیل نہ ہو تو۔"

مالا ہنستی جارہی تھی اور وہ مسکرا کر اسے دیکھے گیا۔ شاید یہ بات ہنسنے والی نہیں تھی۔ یا شاید وہ بالآخر کھل کے ہنسنا چاہتی تھی۔

"تمہیں لگتا ہے وہ سات براعظموں تک آئے گی تمہارے پیچھے؟"

"پہلے ہی ائرپورٹ پہ پھنسی بیٹھی ہو گی۔" اس نے ہونہہ میں سر جھٹکا تھا اور وہ پھر سے ہنس دی۔

"میرا خیال تھا ماہی تمہیں پسند کرتی ہے۔" وہ اب انگلی کی نوک سے آنکھ کے کنارے صاف کر رہی تھی جو ہنسنے کے باعث بھیگ گئے تھے۔

"کچھ دن پہلے تک میرا بھی یہی خیال تھا۔" اس دفعہ وہ ہنسی لیکن آہستہ سے۔ جیسے ہنستے ہنستے تھک گئی ہو۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"لیکن وہ تمہارے معاملے میں بہت حساس ہے اور اسے بالکل بھی یقین نہیں ہے کہ میں کمٹمنٹ پوری کر سکتا ہوں۔ اس لیے اسے بہت مشکل سے یقین دلایا ہے کہ میں تمہیں چھوڑ کے کہیں نہیں جاؤں گا۔"

"کیا اسے یقین آ گیا؟"

ماہر نے سر دائیں بائیں ہلایا۔

"میرا نہیں خیال میں اسے صرف باتوں سے یقین دلا سکتا ہوں۔"

چند لمحے خاموشی سے گزر گئے۔ وہ مسکراتی بھیگی سبز آنکھوں سے اسے دیکھے گئی۔ پھر ابرو سے گھر کی طرف اشارہ کیا۔

"ہم یہاں کیوں مل رہے ہیں؟"

ماہر نے گردن اٹھا کے بوگن ویلیا کے درخت کو دیکھا۔

"کیونکہ یہ ہمارا خیمہ ہے۔"

وہ چند لمحے کے لیے کچھ بول نہ سکی۔

"ہمارا خیمہ؟" آنکھوں میں خوشگوار حیرت اور بے یقینی اتری۔

"جب میں نے یہ گھر دیکھا تھا تو میں جان گیا تھا کہ مجھے ایسے ہی گھر میں تمہارے ساتھ زندگی شروع کرنی ہے۔ ایسا گھر جس میں وہ درخت ہوں جو تمہاری ماں اپنے گھر میں لگایا کرتی تھیں۔"

مالا کی انگلی ابھی بھی حیرت سے سینے پر جمی تھی۔ (ہمارا خیمہ؟) اس بات پہ چونک کے سر اٹھایا۔ دائیں بائیں دیکھا۔ سدا بہار درخت۔ سدا بہار پودے۔ یہ اس کی ماں کے آنگن جیسا آنگن تھا۔ اس کی آنکھیں پھر سے بھیگنے لگیں۔ لیکن اس دفعہ ان کی وجہ ہنسی نہیں تھی۔

"تمہیں یاد تھا؟" ایک لمحے کے لئے اس کی ساری زندگی کسی فلم کی طرح سامنے چلی تھی۔ اور اس فلم کا پہلا باب کیف تھا۔

"میں کبھی بھولا ہی نہیں تھا۔" اس نے گردن اونچی اٹھائی اور ایک کمرے کی جانب اشارہ کیا جس کی شیشے کی کھڑکی تھی۔

"یہاں تمہارا اسٹوڈیو ہو گا۔"

مالا نے گردن موڑ کے اس کمرے کو نہیں دیکھا۔ وہ بس اسے دیکھ رہی تھی۔

"اور فرید لار؟"

"وہاں بیر بل رہے گا۔ وہ دونوں اپارٹمنٹس اسی کے ہوں گے۔ یا جیسے اس کی مرضی۔" اس نے کندھے اچکائے۔

ماہی کو لگتا تھا کہ وہ اسے چھوڑ کے چلا جائے گا۔ حالانکہ وہ تو ایک فیملی بنانے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ مالا، ماہر، ہلال اور بدر۔ آنسو اس کے گال پر خود بخود لڑھک گیا۔ البتہ وہ مسکرا رہی تھی۔

"یعنی یہ ہمارا خیمہ ہے۔"

ماہر نے اثبات میں سر ہلایا۔

"پیپرز میں یہ تمہارا ہو گا۔"

مالا کے آنسو رک گئے۔ ابرو تعجب سے اکٹھے ہوئے۔

"کیا مطلب؟"

پھر ایک دم سمجھ آنے پہ تیزی سے کچھ بولنے لگی۔ لیکن ماہر نے ہاتھ اٹھا کے اسے خاموش کرا دیا۔

"پہلے میری بات سنو۔ ماہی کی کال سے مجھے احساس ہوا کہ کچھ چیزیں طے ہونی چاہئیں۔"

مالا کے ابرو خفگی سے اکٹھے ہو چکے تھے۔ پیشانی پہ بل تھے جو ٹوپی کے باعث چھپ گئے تھے۔ البتہ وہ خود کو کچھ کہنے سے روکے ہوئے تھی۔

"نہیں، میں بالکل یہ نہیں کہہ رہا کہ ماہی کے پریشر میں، میں نے یہ فیصلہ لیا ہے۔ لیکن میں ایک فیملی مین ہوں، مالا۔ اور اگر میں نے اپنی فیملی بنانی ہے تو مجھے اس فیملی کو کچھ سکیورٹی دینی ہو گی۔"

"پیسہ اور جائیداد سکیورٹی نہیں ہوتا، ماہر۔"

"سیکیورٹی نہیں ہوتا، لیکن یہ ایک کوشش ہوتی ہے جو ایک مرد اپنی فیملی کے لیے کر سکتا ہے۔ میں نے اپنی کمپنی کے شیئرز، یہ گھر اور کچھ چیزیں تمہارے نام منتقل کی ہیں۔ میں تمہیں چھوڑ کر کبھی نہیں جاؤں گا لیکن..." اس نے جیسے تھوک نگلا۔ گردن میں گلٹی سی ابھر کے معدوم ہوئی۔

"لیکن اگر کسی صورت میں ہم الگ ہو گئے، ایسی صورت جس پہ میرا کوئی کنٹرول نہ ہوا، تو میں چاہتا ہوں کہ تمہیں مالی تحفظ دے کر جاؤں۔"

کسی چیز نے زور سے کشمالہ مبین کے دل کو مٹھی میں لے کے بھینچ دیا تھا جیسے۔

"تم ایسے کیوں کہہ رہے ہو؟" اس کی رنگت سفید پڑنے لگی تھی۔

"میں حقیقت پسندانہ بات کر رہا ہوں۔ میں اپنی طرف سے تم سے یہ وعدہ کر سکتا ہوں کہ میں تمہیں کبھی بیچ راستے کے نہیں چھوڑوں گا۔ اپنی کمٹمنٹ نہیں توڑوں گا۔ لیکن زندگی زندگی ہے۔ کچھ چیزیں انسان کے لئے لکھی ہوتی ہیں۔ مکتوب۔ اگر مجھے کچھ ہوا تو میں نہیں چاہتا کہ تم اور بدر ان چیزوں کی وجہ سے مشکل میں رہو، جو میرے ایک دستخط سے تمہاری ہو سکتی تھیں۔"

مالا نے بے اختیار ہونٹ دانتوں سے کاٹا۔ اس کی آنکھیں پھر سے بھرنے لگی تھیں۔

"میں نے تمہاری زندگی مشکل بنا دی ہے، ماہر۔ میری وجہ سے تم خطرے میں ہو۔"

وہ زخمی سا مسکرایا اور نفی میں سر ہلایا۔

"کوئی کسی کی وجہ سے خطرے میں نہیں ہوتا، مالا۔ جیسے کوئی کسی کو بچا نہیں سکتا، ویسے ہی کوئی کسی کو مار بھی نہیں سکتا۔ سب لکھا ہوا ہوتا ہے۔ یہ صرف ایک انشورنس ہے۔ میری اپنی تسلی کے لیے۔"

مالا نے گیلی سانس ناک سے اندر کھینچی اور سر اثبات میں سر ہلا دیا۔

"مجھے اس کی ضرورت نہیں تھی۔"

"لیکن مجھے تھی۔ جیسے تمہیں بدر کے گارڈین شپ کی انشورنس چاہیے تھی۔ ویسے ہی مجھے اپنی فیملی کے لئے ایک انشورنس چاہیے۔ تمہیں بس کچھ پیپرز سائن کرنے ہوں گے۔ کل آفس میں۔"

مالا نے مٹھی کی پشت سے آنکھیں رگڑیں اور سر اثبات میں ہلا دیا۔ پھر گردن موڑ کے اس باغیچے کو دیکھا جس پہ موسم کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

"اس روز کنسٹرکشن سائیٹ پہ میں تمہیں پروپوز نہیں کرنا چاہتا تھا۔"

اس نے سنا ماہر کہہ رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے ماہر کی ساری دل کو اداس کر دینے والی باتیں بھلا کے وہ مسکرا دی۔

"آئی ایم سوری میں نے تمہیں بہت push کیا۔"

ماہر نے مسکرا کے نفی میں سر ہلایا۔

"غلطی میری ہے۔ مجھے پہلے سے کچھ ارینج کرنا چاہیے تھا۔"

"اٹس اوکے، ماہر۔ ہم نہ اس عمر میں ہیں نہ اسٹیج میں جب پھولوں اور انگوٹھیوں کی اہمیت ہو۔ ہمیں intentions چاہیے ہوتی ہیں۔"

"جانتا ہوں۔ لیکن مجھے انگوٹھی لینی چاہیے تھی جو کہ میں نے لے لی ہے۔"

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا، مالا نے ہاتھ اٹھا کے اسے روکا۔

"وہ انگوٹھی تم مجھے ہمارے ایونٹ پہ دو گے۔ ابھی نہیں۔ کیونکہ ہمارے کلچر میں انگوٹھی اسی روز پہنائی جاتی ہے۔"

"تمہیں افسوس نہیں ہوگا کہ میں وہ سب کچھ نہیں کر سکا؟ فیری ٹیل پرپوزل۔ انگوٹھی۔ پھول۔"

"ہم ایک خیمہ ساتھ لگانے جا رہے ہیں۔ کیا تمہیں لگتا ہے مجھے ایسی چیزوں کی پرواہ ہوگی؟" وہ کھل کے مسکرا رہی تھی۔ آنسو بھی چہرے پہ لڑھک رہے تھے۔ سردی سے اس کی ناک اور گال سرخ پڑ رہے تھے۔

اور اس لمحے جامنی پھولوں تلے رکھے بھورے بنچ پر بیٹھے ماہر فرید کو لگا کہ اسے کچھ بھی پرفیکٹ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ہر چیز ویسی ہی ہو رہی تھی جیسی ہونی چاہیے تھی۔

مکتوب۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ان سے کئی میل دور زارینہ فرید ایک نیل سیلون پر بیٹھی تھی۔ ایک ہاتھ مینیکیور آرٹسٹ کے ہاتھوں میں تھا جس کا وہ نرمی سے مساج کر رہی تھی۔ اس کے بالوں میں رولرز لگے تھے اور وہ دوسرے ہاتھ سے موبائل کی اسکرین اسکرول کر رہی تھی جب ایک غیر شناسا نمبر جلنے بجھنے لگا۔

زارا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ در آئی۔ اس نے بے اختیار فون کان سے لگایا۔

"تم نے کہا تھا کہ تم مالا کو ماہر سے دور رکھنے کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار ہو۔"

زیاد سلطان کی آواز اس کی سماعت میں گونجی تو زارا کے چہرے پر مسکراہٹ در آئی۔

"تمہیں کیا چاہیے؟"

"بس ایک چھوٹا سا کام۔" وہ کہہ رہا تھا اور زارا غور سے سن رہی تھی۔

اتنی سی بات تھی۔ وہ یہ با آسانی کر سکتی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ان دونوں اپارٹمنٹس کی بالکونیاں رات کے اس پہر خاموش پڑی تھیں۔ نیچے بہتے پانی کے کنارے بندھی کشتیوں میں سے اٹھتی موسیقی کی مدھم بازگشت بالکونی سے ٹکرا کے فضا میں گم ہو جاتی تھی۔ آسمان سیاہ اور دھندلا تھا۔

ایسے میں ریلنگ کے دہانے کھڑی مالا گرم مگ کو دونوں ہاتھوں میں پکڑے کھڑی تھی۔ کمبل نما شال لپیٹے، ٹوپی سر پہ تھی۔ گھونٹ بھر کے مگ نیچے کرتی تو ہونٹوں سے دھواں سا نکل کے آسمان کے دھندلے پن میں شامل ہو جاتا۔ دفعتاً آہٹ ہوئی تو اس نے آہستہ سے چہرہ موڑا۔ جانتی تھی کون ہو گا۔

وہ اپنی بالکونی سے نکلتا دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے جیکٹ اور سر پر ٹوپی پہن رکھی تھی جس سے کان ڈھکے ہوئے تھے۔ ناک چند سیکنڈز میں ہی سردی سے سرخ پڑنے لگی تھی۔ اپنی ریلنگ کے دہانے وہ رکا اور مسکرا کے اسے دیکھا۔ مسکرانے سے گال میں گڑھا سا بنتا تھا جس سے وہ برسوں سے شناسا تھی۔

"تمہاری بالکونی کی روشنی دیکھی تو سوچا پوچھ لوں کہ ابھی تک کیوں جاگ رہی ہو؟"

مالا نے کمر ریلنگ کی طرف موڑ دی۔ یوں کہ رخ ماہر کے سامنے تھا۔ پھر ابرو سے دہانے کی طرف اشارہ کیا۔ ماہر کی نگاہ اس طرف اٹھی۔

"یہ تم لائی ہو؟"

وہاں ایک گملہ رکھا تھا جس میں جامنی رنگ کا پودا اگا تھا۔ لیونڈر۔

"کیا یہ اس موسم میں سروائیو کر سکے گا؟" اس نے تعجب سے مالا سے پوچھا تھا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کندھے اچکا دیے۔

"جنگلی پودا ہے۔ ہر موسم میں سروائیو کر لے گا۔" پھر کپ ہونٹوں کے قریب کیا تو اس میں سے نکلتا دھواں ایک لمحے کے لئے بالکونی کی کھڑکیوں اور مالا کے درمیان چھا گیا۔ اس نے چونک کے مگ نیچے کیا۔ وہ غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں۔ ایک آئیڈیا آیا تھا۔ بتاتی ہوں۔" پھر جیسے یاد آیا۔ "تم نے شام میں ٹیکسٹ کیا تھا کہ مجھے صبح آفس آنا ہے۔"

ماہر نے گہری سانس لی اور رخ پانی کی جانب موڑ لیا۔ شاید وہ یہ سب کہتے ہوئے اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"بتایا تھا نا، کچھ کاغذات پر تمہارے دستخط چاہئیں۔ کچھ چیزیں تمہارے نام کرنا چاہتا ہوں۔" وہ اپنی بالکونی کے بالکل سرے پہ آ کھڑی ہوئی۔ گردن ترچھی کر کے غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"مجھے تمہاری دولت اور اثاثے نہیں چاہئیں۔"

ماہر کہنیاں ریلنگ پر رکھے جھکا۔ اب وہ نیچے لنگر انداز کشتیوں کو دیکھ رہا تھا جو ہولے ہولے سے پانی میں دائیں بائیں جھول رہی تھیں۔

"صرف ایک انشورنس ہے، مالا۔ اگر میں نہ رہا تو کم از کم تمہارے پاس کچھ ہونا چاہیے۔"

"اگر تم نہیں رہے تو..." اس کی آواز گیلی ہو گئی۔ "تو ان چیزوں کا کیا فائدہ ہو گا؟"

"نقصان بھی نہیں ہو گا۔" وہ اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ نیچے دیکھ رہا تھا۔

"ہم نے زیاد سے بات کی تھی۔ میں نے۔ مالک صاحب نے۔ وہ چلا جائے گا اس شہر سے۔ وہ کچھ نہیں کرے گا۔" وہ اس سے زیادہ جیسے خود کو تسلی دے رہی تھی۔ ماہر کے ہونٹوں پہ تلخ سی مسکراہٹ ابھری۔ وہ کہنیاں ریلنگ سے ہٹا کے سیدھا ہوا اور اس کا چہرہ دیکھا۔ دونوں کے درمیان چند فٹ کا خلا تھا۔ یقیناً مالک صاحب اسے بتا چکے تھے۔

"میں زیاد سلطان سے نہیں ڈرتا۔ اس نے جو کرنا ہے کر لے۔ میں بس اتنا جانتا ہوں کہ میں تمہیں چھوڑ کے نہیں جانا چاہتا۔ ہم نے بہت سے برس اپنی انا اور غلط فہمیوں میں ضائع کیے ہیں۔ میں اب مزید وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔"

"کیا تمہیں پچھتاوا ہے؟"

"کس چیز کا؟" وہ رکا اور پھر ہونٹوں پر اداس مسکراہٹ ابھری۔ "کس کس چیز کا؟"

وہ بھی اسی اداسی سے مسکرا دی۔

"لاہور میں مجھے چھوڑ کے آنے کا۔ مجھے اپنی حقیقت خود نہ بتانے کا۔ زیاد کو میرے سامنے ایکسپوز نہ کرنے کا۔ ہمیشہ آدھا سچ بولنے کا۔"

ماہر نے ہلکے سے شانے اچکا دیے۔

"ہے افسوس۔ پچھتاوا بھی۔ اسی لیے تو میں ہمیشہ کہتا ہوں کہ کاش ہم مختلف حالات میں ملے ہوتے۔" پھر جیسے کچھ سوچ کے وہ چونکا۔

"کیا تمہیں کوئی پچھتاوا ہے؟"

کشمالہ مبین نے بالکونی کے دروازے کو دیکھا۔

پھر ہاتھ میں پکڑے مگ کو جس سے دھواں اٹھ اٹھ کے اوپر جا رہا تھا اور شیشے کی کھڑکیوں کو لمحے بھر کے لیے دھندلا کر دیتا تھا۔

پھر اس نے ننھے گملے کو دیکھا جس میں لیونڈر کا تن تنہا پودا اگا تھا۔

پھر اس نے ماہر کو دیکھا۔

پھر اس کے اوپر دھندلے آسمان کو جہاں اِکا دکا تارے چمک رہے تھے۔

پھر اس نے نیچے پر سکون بہتے پانی کو دیکھا اور اس کے کنارے پہ لرزتی کشتیوں کو۔

ان کے رنگ برنگے قمقموں کو۔

اور اس میں بیٹھے کپتان اور اس کے ساتھیوں کے قہووں کی پیالیوں کو۔

اور پھر اس نے کہنا شروع کیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ماہر نے اسے صبح گیارہ بجے آفس پہنچنے کے لئے کہا تھا اور اردل کو بھیج بھی دیا۔ وہ کیب کر کے بھی آ سکتی تھی۔ لیکن جب سے ماہر نے فیملی میں اناؤنس کیا تھا کہ وہ دونوں شادی کر رہے ہیں، اس کا رویہ تھوڑا سا بدل گیا تھا۔ وہ ہر جگہ اس کے لیے ڈرائیور بھیجتا تھا۔ کبھی کسی ملازم کو ساتھ کر دیا۔ کبھی کسی کو مدد کے لیے بھیج دیا۔ مالا کو اپنے سارے کام خود کرنے کی عادت تھی۔ لیکن زندگی میں پہلی دفعہ کسی مرد کی مدد لیتے ہوئے برا نہیں لگ رہا تھا۔ اسے ان چیزوں کی عادت ڈالنی پڑے گی۔ لیکن عادت ڈالنا ناپسندیدہ نہیں رہا تھا۔

اردل البتہ سارا راستہ زیر لب مسکراتا آیا تھا۔ گو کہ اس نے مرریوں اونچا کر رکھا تھا کہ وہ مالا کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ (ایک بھولا بسرا ڈرائیور یاد آیا تھا) لیکن وہ اس کا نیم رخ دیکھ سکتی تھی۔ اس کو دیکھتے ہوئے پہلے جہاں اردل اس کی خوش اخلاقی کے باعث صرف مسکراتا تھا، اب اس کی مسکراہٹ ایک کان سے دوسرے تک پھیلی ہوئی تھی۔ بات بات پہ پوچھتا اس کو کچھ چاہیے تو نہیں۔ وہ جانتی تھی وہ اسے دل میں زارا سے کمپیئر کرتا ہے۔ اور اس موازنے میں وہ اردل کی نگاہوں میں زارا سے جیت چکی تھی۔

وہ کیف کی عمارت میں داخل ہوئی تو سورج بادلوں کے پیچھے تھا۔ اس نے لابی میں آتے ہی ٹوپی اتار دی۔ بال قدرے چارج ہو گئے تھے۔ انگلیوں سے انہیں سیدھا کیا۔ کیمل کوٹ اور بوٹس پہنے وہ ریسیپشن تک آئی تو وہاں موجود لڑکی تیزی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں آپ کو اوپر تک چھوڑ کے آتی ہوں۔"

مالا نے صرف اس سے کارڈ ایکسس مانگی تھی۔ لیکن وہ اسٹول سے اتری اور بھاگ کے اس کے لیے لفٹ کھولی۔ اسے بے اختیار اس بلڈنگ میں تین مہینے پہلے اپنا پہلا دن یاد آیا تھا جب اسے کئی گھنٹے بٹھایا گیا تھا۔ وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑی مسکرا کے اس ریسپشنسٹ کو لفٹ کے بٹن دباتے، کارڈ ٹیپ کرتے، اور تمام ہدایات دیتے ہوئے سنتی رہی۔ یقیناً شبنم کی اس لڑکی سے دوستی ہو گی اور اس نے اس کو بتا دیا ہو گا۔ حالانکہ ماہر نے کہا تھا کہ وہ اپنی ذاتی زندگی کے بارے میں کوئی خبر اسٹاف کو نہیں دینا چاہتا۔ لیکن کوئی بات نہیں۔ مالا نے شبنم کو گوسپ کا مارجن دے دیا۔ ایک ریسپشنسٹ ہی تو تھی۔ اس کو معلوم ہو بھی گیا تو کیا ہوا؟

لفٹ کے دروازے کھلے اور وہ مرکزی ہال میں داخل ہوئی تو بہت سے سر اس کی طرف اٹھے۔ ایک ایک چہرے پر اس کی نگاہ پڑی تو اس نے بہت سے رنگ وہاں اترتے دیکھے۔ مسکراہٹیں۔ معنی خیز نظریں۔ ایک دوسرے کی طرف جھکتے سر۔ سرگوشیاں۔ چند لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ پورے جوش سے اس کو سلام کیا گیا۔

مالا کی گردن کے پیچھے کے بال کھڑے ہونے لگے۔ گال دہکنے لگے اور وہ چہرہ بظاہر پرسکون رکھے قدم قدم آگے بڑھتی گئی۔ شبنم اپنے ڈیسک سے فوراً سے اٹھی اور مسکرا کے سامنے آئی۔ اس کا انداز، اطوار، کن انکھیوں سے دکھائی دیتے بہت سے چہرے، اس نے بے اختیار تھوک نگلا۔ (اف۔ شبنم نے سب کو بتا دیا تھا۔)

ایک دم ہر طرف سے سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ وہ بظاہر رسمی مسکراہٹ کے ساتھ ماہر کے آفس کے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ ابھی وہ دروازے کے قریب ہی تھی کہ وہ اندر سے کھل گیا۔

شاید اسے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ آ گئی ہے۔ اب وہ اس کے سامنے دروازہ کھولے کھڑا تھا۔ شرٹ کے آستین پیچھے چڑھائے، مسکرا کے اس کو ویلکم کہہ رہا تھا۔

مالا کن انکھیوں سے ہال کے کیبن زمیں سے نکلے سر اور اٹھی گردنیں اس طرف متوجہ دیکھ سکتی تھی۔ شیشے کی ایک دیوار میں ماہر کا دروازہ کھولے کھڑا عکس سب کو دکھائی دے رہا تھا۔ اف۔ وہ تیزی سے اندر آئی۔(دروازہ تو وہ کھول ہی سکتی تھی۔ اس کو اٹھ کے دروازہ کھولنے کی کیا ضرورت تھی؟سب نوٹس کر رہے تھے۔)

آفس میں پہلے سے ہی دو لوگ موجود تھے۔ سامنے کچھ کاغذ پڑے تھے۔ وہ جب تک کرسی پر بیٹھی، اس کا چہرہ سرخ اور ہاتھ پسینے سے نم ہو چکے تھے۔ پھر توجہ ان کی طرف مرکوز کی۔

ماہر اپنی سیٹ پر واپس بیٹھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"ہم یہ کاغذات اوپر کانفرنس روم میں بھی سائن کر سکتے ہیں۔ وہاں ذرا بہتر ہو جائے گا۔" شاید وہ جگہ کی کمی کی وجہ سے کہہ رہا تھا کیونکہ میز چھوٹی تھی اور اس کے گرد رکھی کرسیاں اس جگہ کو تنگ کر رہی تھیں۔

"نہیں، یہیں پہ کر لیتے ہیں۔" وہ تیزی سے بولی۔ ایک دفعہ پھر اس ہال سے گزر کے اوپر جانا اور ان گردنوں اور معنی خیز نظروں اور شرارتی مسکراہٹوں کو دیکھنا؟ نہیں، وہ یہیں ٹھیک تھی۔

ماہر نے ریسیور اٹھاتے اٹھاتے رک کے اسے دیکھا۔ پھر ابرو اٹھایا۔

"آر یو شیور؟" کوٹ پیچھے رکھا تھا اور وہ شرٹ ٹائی میں ملبوس ہمیشہ کی طرح تیار اور مصروف لگ رہا تھا۔

اس نے جلدی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔ گال ابھی تک سرخ تھے۔

اس کا وکیل اب چند مخملیں فولڈرز والی فائلز اس کے سامنے رکھ رہا تھا۔ پھر کچھ جگہوں پر انگلی سے دستک دے کے اس سے دستخط مانگ رہا تھا۔ اس نے قلم اٹھایا تو ہاتھوں میں ذرا سی لرزش تھی۔ شاید وہ ٹھنڈے تھے۔

سماعت بالآخر پوری طرح ان کی طرف متوجہ ہوئی۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"اس prenuptial کے مطابق ماہر بے کو کچھ ہونے کی صورت میں آپ ان کے ساٹھ فیصد اثاثوں کی مالک ہوں گی۔"

قلم ہاتھ میں پکڑے کشمالہ نے چونک کر اسے دیکھا۔ماہر سنجیدہ چہرہ لئے ہتھیلیاں میز پر رکھے آگے کو جھکا بیٹھا تھا ۔جیسے ایک روٹین کی کاروائی ہو۔

مالا نے واپس وکیل کو دیکھا۔

"کچھ ہونے کی صورت میں؟" پھر سے ماہر کا چہرہ دیکھا۔انشورنس اور سکیورٹی کی حد تک یہ بات ٹھیک تھی۔لیکن کیا وہ کسی چیز کی تیاری کر رہا تھا؟

"طلاق اور موت... دونوں صورتوں میں یہ کمپنسیشن آپ کو ملے گی۔"

اس نے دھیرے سے قلم نیچے رکھ دیا۔لوہے کے کاغذ سے ٹکرانے کی آواز آئی۔

"طلاق؟" باری باری دونوں کا چہرہ دیکھا۔ماہر اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"صرف روٹین کی کارروائی ہے،مالا۔"

"ہم شادی کر رہے ہیں یا ٹریجڈی کی تیاری؟" اسے اپنی آواز پھنسی پھنسی سی لگی۔ایک دم سے اس آفس کی دیواریں قریب آچکی تھیں۔اتنی قریب کہ تمام لوگ دھندلے ہوگئے تھے۔یا شاید وہ تمام لوگ دیواروں میں چن دیے گئے تھے۔صرف وہ تھی۔میز۔اس پر رکھا کاغذ قلم۔اور چار دیواریں۔اس کا سینہ تنگ ہونے لگا۔سانس گھٹنے لگا۔

"مالا...مالا..." وہ اسے پکار رہا تھا۔

اس نے ایک دم فائل پرے دھکیلی۔پھر کھڑی ہوئی۔

"مجھے کچھ وقت چاہیے۔ میں آتی ہوں۔" کسی سے نگاہ ملائے بغیر وہ تیزی سے باہر نکلی۔ اس نے دیکھا کہ وہ اس کے پیچھے اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ لیکن شاید اس کے وکیل نے اس کے ہاتھ کو پکڑا تھا۔ تبھی وہ رک گیا۔

اب کی دفعہ وہ آفس سے نکلی تو اسے دائیں بائیں کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ نہ گردنیں۔ نہ جوش والی سرگوشیاں۔ نہ شرارتی مسکراہٹیں۔ وہ تیزی سے ہال عبور کرتی ہے بغلی راہداری میں بڑھتی گئی۔

ریسٹ روم کا دروازہ کھولا تو سامنے آئینے سے ڈھکی دیوار سے آگے تین سنک لگے تھے۔ وہ وسطی سنک کے سامنے آ رکی۔ سنگ مرمر پر دونوں ہاتھ رکھے اور گہرے گہرے سانس لینے لگی۔ پھر اپنا عکس دیکھا تو چہرہ سفید تھا۔ سرخی بھی ساری ختم ہو چکی تھی۔

اب وہاں صرف سفیدی تھی۔

وہ ایک دفعہ پھر trapped تھی۔

وہ اپنا خیمہ لگانے جا رہی تھی۔ لیکن ماہر اس دن کا سوچ رہا تھا جب وہ خیمہ اکھڑ جائے گا۔ وہ موت اور طلاق کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ یا شاید وہ طلاق کو بھول گئی تھی۔ یہ رشتہ تو تین الفاظ میں کسی دن ختم ہو سکتا تھا۔

وہ ایک دفعہ پھر اس کمرے میں قید تھی جس میں ایک بک شیلف رکھا تھا۔ اسے یہ بک شیلف اپنے صیاد پہ گرا کے گھر سے باہر نکلنا تھا۔

وہ میرج مارکی کے باتھ روم میں کھڑی تھی۔ اس کی گردن کو کسی نے زور سے دبایا تھا۔ انگوٹھی کا نگینہ اس میں پیوست ہوا تھا۔

وہ برفیلے کنٹینر کے اندر زمین پر بیٹھی تھی۔ سردی اس کی رگوں میں گھس رہی تھی اور وہ برف کا مجسمہ بننے جا رہی تھی۔

وہ trapped تھی۔

وہ کچن گارڈن کی مٹی پر گھٹنوں کے بل بیٹھی تھی۔ انگلی کے ناخنوں سے زمین کھودتی وہ اس فاختہ کو اس کے اندر ڈال رہی تھی۔ فاختہ کا سانس بند تھا۔ جیسے اس کا سانس بند تھا۔

وہ گلاطہ کے قریبی کافی شاپ کی بالائی منزل پہ بیٹھی تھی۔ انہوں نے اس کا ڈرائیونگ لائسنس لے لیا تھا۔ وہ اس کو وہاں سے جانے نہیں دے رہے تھے۔ وہ ماہر کا انتظار کر رہی تھی۔

وہ ایک دفعہ پھر ٹریپ ہو چکی تھی۔

"ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔"

وہ آواز کہیں دور سے سنائی دی تھی۔ وہ چونک کے گھومی۔ دائیں بائیں دیکھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ یہ آواز اسے کیوں سنائی دے رہی تھی؟ یا شاید کوئی تھا جو اس آواز کو اس کی طرف بھیجتا تھا؟

ظہیر کی آواز۔ کورس میں بہت سے لوگوں کے گنگنانے کی آواز۔

سنگ مرمر کے واش بیسن پر ہاتھ رکھے اپنے عکس کو دیکھتے کشمالہ مبین نے چند گہرے گہرے سانس لیے۔

ایک۔ دو۔ تین۔ اسے خود کو کمپوز کرنا تھا۔ اس کا سانس اسے واپس کمپوز کرے گا۔ جیسے ایک بوڑھے مہربان نے کبھی اس کو سکھایا تھا۔

اس نے نل کھولا۔ پھر پانی چہرے پر ڈالا۔ مسکارہ بہہ گیا تھا۔ اسے نفاست سے صاف کیا۔ بالوں میں انگلیاں چلائیں۔ اور راہداری سے نکلی۔ اب کی دفعہ ہال عبور کرتے ہوئے اس کی گردن بالکل سیدھی تھی۔

وہ دوبارہ جب ماہر کے آفس میں داخل ہوئی تو وہ فکر مندی سے اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ مالا پھیکا سا مسکرائی۔

"آر یو او کے؟" وہ جیسے پریشان ہوا تھا۔

اس نے مسکرا کے اثبات میں سر ہلایا اور کرسی کھینچ کر واپس بیٹھی۔

"سوری، جینٹل مین۔" پھر فائل اپنے قریب کی۔ "کہاں دستخط کرنے ہیں؟"

"مالا۔" اس نے قلم اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو ماہر نے قلم پہ ہاتھ رکھ دیا۔ مالا نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ اسی فکر مندی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"اگر تمہیں یہ ڈسٹرب کر رہا ہے تو ہمیں یہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" اس نے اردو میں کہا تھا۔

وہ اسی اداسی سے مسکرائی اور نفی میں سر ہلایا۔

"میں ایک traumatized عورت ہوں، ماہر۔ اور میں مکمل طور پہ heal نہیں ہوئی۔ بہت سی چیزیں مجھے ڈسٹرب کریں گی اور مجھے trapped محسوس کروائیں گی۔ لیکن میں اپنی عقل پہ بھروسہ کرنے کے بجائے تمہارے اوپر بھروسہ کرنا چاہتی ہوں۔ اگر تم کہہ رہے ہو یہ کیا کرنا ہے، تو پھر یہ کیا کرنا ہے۔"

ماہر ہلکا سا مسکرا دیا۔ قلم سے ہاتھ اٹھایا۔ مالا نے قلم پکڑ لیا اور اسی سنجیدگی سے ان سے پوچھنے لگی۔

"کہاں دستخط کرنے ہیں؟"

وہ اس کو بتاتے گئے اور وہ دھڑا دھڑ سائن کرتی گئی۔

دور ذہن کے کسی نہاں کونے میں ظہیر کی ہیپی برتھ ڈے ٹو یو کی آواز اسے سنائی دے رہی تھی۔

اس کا خیمہ ایک دفعہ اُکھڑا تھا۔ دوبارہ خیمہ بناتے ہوئے ہر قدم پہ وہ یونہی منجمند ہو گی۔ خوفزدہ ہو گی۔

وہ trapped ہو جائے گی۔ اور شاید وہ ہمیشہ trapped رہے گی۔

لیکن وہ اس ٹریپ سے نکلنے کی کوشش نہیں چھوڑے گی۔

وہ ایک کے بعد ایک کاغذات پہ سائن کرتی جارہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اور بالآخر وہ دن آن پہنچا تھا۔

یہ استنبول کی ان صبحوں میں سے ایک صبح تھی جب بادل آسمان پہ کسی دھمکی کی طرح پھیلے ہوتے تھے۔ نہ برستے تھے۔ نہ پیچھے ہٹتے تھے۔ کبھی کبھی سورج کو درزوں میں سے چمکنے کا موقع دیتے اور پھر اس کا راستہ روک دیتے۔ ایسے میں اس شہر کے باسی اس کشمکش میں ہی رہتے کہ آج وہ چھتریاں لے کر نکلیں یا بھیگنے کا خطرہ مول لیں۔

اپنے سفید اور خالی خالی سے اپارٹمنٹ کی کھڑکی سے کشمالہ مبین نے آسمان کا رنگ دیکھا۔ پھر افسوس سے سر دائیں بائیں ہلایا۔

آج ماہر کے لیے ایک بہت بڑا دن تھا۔ آج اس کی برسوں سے بنائی جانے والی عمارت کا افتتاح تھا۔ آج کے دن بادلوں کو نہیں برسنا چاہیے تھا۔ آج کے دن انہیں سورج کو قرمزی عمارت کے اٹھائیس شیڈز پہ چمکنے کا موقع دینا چاہیے تھا۔

آج کے دن انہیں ماہر فرید کو کسی کشمکش میں نہیں ڈالنا چاہیے تھا۔

وہ کھڑکی سے ہٹی اور بیڈروم کے کونے میں کھڑے آئینے کے سامنے آئی۔ ایک نظر خود پہ ڈالی۔ اس نے سفید ہائی نیک سوئیٹر پہن رکھا تھا جو ہاتھ سے بنا تھا۔ اور نیچے بھورے رنگ کی اسکرٹ تھی۔ عادتاً سوئیٹر کے آستین پیچھے کو چڑھائے۔ ایسے کہ کلائیوں کے بریسلیٹ اور انگوٹھیاں دکھائی دینے لگیں۔ پھر بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے تنقیدی نظروں سے اپنا عکس دیکھا۔ وہ ابھی ابھی نہا کر نکلی تھی۔ بال ڈرائی کر لیے تھے لیکن ان میں نمی موجود تھی۔

ابھی تقریب میں کافی وقت تھا۔ سو وہ جانے سے پہلے انہیں اسٹائل کرلے گی۔ تقریب دوپہر میں تھی اور اس کی ساری اس تیاری اس نے پچھلی رات کر رکھی تھی۔

بیڈ پر کپڑے، کوٹ، لئیرز، بیلٹ، جیولری، سب کچھ بچھا تھا۔ نیچے جوتے سجے تھے۔ وہ آج نیلے رنگ کا لباس پہن رہی تھی۔ نیلا اور سفید۔ سرخ عمارت کے سامنے کھڑے ہوئے وہ بہت اٹھے گا۔ موتیوں کی جیولری بھی نیلے گاؤن کے اوپر رکھی تھی۔ آج اسے میک اپ کرنا تھا اس لئے (اس نے پلٹ کے آئینے میں چہرہ دیکھا) اس نے صبح کے وقت اسکن کو سانس لینے دینا تھا۔ ڈریسنگ ٹیبل سے ایک سیریم اٹھایا۔ ڈراپر نکالا اور تھوڑی اونچی کر کے چند قطرے ماتھے اور گالوں پر ٹپکائے۔ پھر انگلیوں سے انہیں نرمی سے جلد میں مل لیا۔ اس کا چہرہ چمکنے لگا تھا۔ گردن دائیں بائیں موڑی۔ ایک بھی دانہ نہیں تھا۔ اس کی اسکن بالکل صاف تھی۔ مسکرا کے اس نے خود کو دیکھا۔

دو دن بعد اس کا اور ماہر کا نکاح تھا۔ بس تب تک کوئی پمپل واپس نہیں آنا چاہیے۔

ہلکا سا موائسچرائزر لگایا اور پھر اسے ہاتھوں پر بھی مل لیا۔ ایک دم سے خود سے وینیلا کی خوشبو آنے لگی تھی۔ اونی ٹوپی سر پر پہنی۔ بیگ اٹھایا۔ ایک نظر سوتے ہوئے بدر پہ ڈالی۔ اور اپنی ٹوپی کانوں کے نیچے اڑستے ہوئے وہ باہر نکل آئی۔ گارڈ کو ایک دفعہ پھر سے ہدایت کی۔ وہ ہدایت جو وہ ہر دو منٹ کے لئے بدر کو چھوڑتے وقت کرتی تھی۔ گارڈ نے اپنے ازلی صبر سے اسے یقین دہانی کرائی کہ وہ یہاں سے نہیں ہٹے گا اور اپارٹمنٹ کی بالکونی پر لگے کیمراز کو وہ مسلسل دیکھ رہا ہے۔

وہ لفٹ سے نیچے آئی اور لابی سے باہر نکلی تو ٹھنڈی ہوا نے استقبال کیا۔

مالا نے ایک دفعہ پھر گردن اونچی کر کے آسمان کے رنگ کو افسوس سے دیکھا۔ آج ان کو نہیں برسنا چاہیے۔ آج کے دن میں کوئی خلل نہیں آنا چاہیے۔ ماہر نے کئی برس اس دن کا انتظار کیا تھا۔

اپارٹمنٹ بلڈنگ کے قریب چند سو قدموں کے فاصلے پہ اس کی پسندیدہ کافی شاپ موجود تھی۔ اسی کافی شاپ سے ڈونٹ اور کافی کی خریداری کے بدلے میں ماہر فرید نے اسے بیکری دی تھی۔

جب وہ کاؤنٹر پہ کھڑی ہوئی تو وہ واقعہ یاد آیا۔ مسکرا کے اس نے موبائل نکالا۔ ماہر کا کوئی میسج نہیں آیا تھا۔ وہ یقیناً اپارٹمنٹ میں ہوگا اور تیار ہو رہا ہوگا۔ حالانکہ تقریب میں ابھی کافی وقت تھا۔ لیکن وہ ماہر کو جانتی تھی۔ اس کی anticipation anxiety اس کو وقت سے پہلے قرمزی عمارت پہنچنے پر مجبور کرے گی۔ جب تک وہ خود سر پہ نہیں کھڑا ہوگا اس کے خیال میں کچھ درست نہیں ہوگا۔ کنٹرول فریک نہ ہو تو۔

اس میں کال کا بٹن دبایا اور فون کان سے لگایا۔ گھنٹی جا رہی تھی اور اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ باریستا نے کافی بناتے ہوئے مسکرا کے اسے دیکھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ کسی خاص شخص کو کال کر رہی ہے۔

"صبح بخیر۔"

"میری صبح کافی پہلے ہو گئی تھی۔" وہ اسی خوشگوار انداز میں کہہ رہی تھی۔

باریستا نے کافی مشین چلا دی۔ زور سے آواز آئی۔ دھواں اٹھنے لگا اور ساتھ ہی روسٹ ہوئے کافی کے دانوں کی مہک فضا کو معطر کرتی گئی۔

"میں تو شاید رات میں سویا ہی نہیں۔"

"معلوم تھا۔ میں نیچے آئی ہوں کافی لینے۔ تمہارے لئے کچھ لے آؤں؟"

"ان کے پاس کوئی ایسی کافی ملتی ہے جس سے اینگزائٹی کم ہو جائے؟"

مالا دھیرے سے ہنس دی۔

"معلوم تھا۔ خود کو ریلیکس رکھو۔ ایک افتتاح ہی تو ہے۔ تمہیں شوگر رش چاہیے۔"

جواب میں ماہر فرید نے شوگر کی سات نسلوں کی شان میں کچھ بڑبڑا کے کہا تھا۔

"جو بھی کہنا ہے میری زبان میں کہو۔"

"اٹس او کے۔ جو اپنے لیے لا رہی ہو، میرے لیے بھی لے آؤ۔"

کشمالہ نے بے اختیار مسکراہٹ دبائی۔

"کھالو گے؟"

"سو فیصد۔"

کال کاٹ کے اس نے فون نیچے کیا اور چہرہ اٹھایا تو باریستا اسی مسکراہٹ سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ شو کیس پہ آگے آئی۔ اس میں لگے بہت سے میٹھے لوازمات کو دیکھا۔ وہ لوازمات جو ماہر فرید نے کبھی مکمل نہیں کھائے تھے۔ چاہے وہ لاہور میں ٹوٹی ہوئی نان خطائی ہو۔ وین کوور کی فارمرز مارکیٹ کا چاکلیٹ لگی ہو۔ یا اسی بیکری کا ڈونٹ۔ وہ ہمیشہ ان چیزوں کو آدھا ادھورا چھوڑ دیتا تھا۔ اس کا دل رکھنے کے لیے بھی نہیں کھاتا تھا۔ وہ شو کیس پہ جھکی۔ شیشے میں مدھم سا اپنا عکس دکھائی دیا۔ وہ عکس ابھی تک شرارت سے مسکرا رہا تھا۔ ایک جگہ شیشے پہ انگلی سے دستک دی۔

"ان کا پورا باکس چاہیے۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ماہر فرید کے سفید سیاہ کمرے کی کھڑکی سے دکھائی دیتے بادل اس کی اینگزائٹی کم کرنے میں بالکل بھی مددگار ثابت نہیں ہو رہے تھے۔ ویدر فورکاسٹ کے مطابق آج مطلع صاف ہونا تھا۔ پھر یہ بادل کہاں سے چلے آئے تھے؟

قد آور آئینے کے سامنے کھڑے ٹائی کی گرہ باندھتے ماہر نے ناپسندیدگی سے سوچا تھا۔ سفید بے داغ شرٹ، ڈارک گرے پینٹس، اور کنٹراسٹنگ ٹائی۔ اس نے تنقیدی نظر سے ٹائی کے رنگ کو دیکھا۔ پھر دو انگلیوں سے گرہ نوچ کے

کھول دی۔ ٹائی کو پیچھے اچھالا اور وارڈروب تک آیا۔ تبھی فون بجنے لگا۔ کان میں لگے ایئر پوڈ کو چھوا تو مالا کی آواز سنائی دی۔ وہ شاید ناشتا لینے نیچے گئی تھی۔

"صبح بخیر۔" وہ وارڈروب تک آیا دراز کھولا۔ وہاں رول شدہ بہت سی ٹائیز رکھی تھیں۔

"میں تو شاید رات میں سویا ہی نہیں۔" ایک ٹائی نکالی۔ اسے پیچھے اسٹینڈ پہ آویزاں کوٹ کے ساتھ لے جا کے رکھا۔

"ان کے پاس کوئی ایسی کافی ملتی ہے جس سے اینگزائٹی کم ہو جائے؟" اس نے سنگھار میز کا دراز کھولا۔ بہت سی گھڑیاں چمک رہی تھیں۔ وہ ایک سلور سیاہ گھڑی نکالنے لگا۔ پھر ٹھہر گیا۔

"اٹس اوکے۔ جو اپنے لیے لا رہی ہو، میرے لیے بھی لے آؤ۔" دراز مزید آگے کھینچا۔ پیچھے کونے میں ایک گھڑی پہ نگاہ ٹھہر گئی۔ اس کے چہرے پہ مدھم سی مسکراہٹ آئی۔ قاسم فرید کی گھڑی۔ آج کے دن اسے ایک گڈ لک چارم چاہیے تھا۔ اس نے وہ گھڑی اٹھالی۔

"کھالو گے؟" مالا پوچھ رہی تھی۔

"سو فیصد۔"

اب وہ بالوں کو ہیئر موز سے سیٹ کر رہا تھا۔ کال بند ہوئی تو اس نے ایئر پوڈ پہ انگلی رکھی۔

"کال چنگیز۔" دو الفاظ میں Siri کو حکم جاری کیا۔ چند لمحوں بعد چنگیز کی آواز سماعتوں میں گونجی۔

"کیا کر رہے ہو؟"

"تمہارے ایونٹ کی سکیورٹی کو یقینی بنا رہا ہوں۔" چنگیز اس وقت اس صحن میں کھڑا تھا جو قرمزی عمارت کے وسط میں تھا۔ چاروں طرف عمارت کے اونچے برآمدے اور راہداریاں تھیں جن کی دیوار ابھی تک سرمئی تھی اور اس پر کوئی

آرٹ ورک نہیں بنا تھا۔ اس صحن میں بہت سے ورکرز دائیں بائیں پھر رہے تھے۔ ایک اسٹیج لگایا جا رہا تھا۔ لائٹنگ ۔ پھول۔ آرائش۔ ایسے میں چنگیز گردن اٹھا کے آسمان کو افسوس سے دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"جس جگہ تم نے کھڑے ہونا ہے، وہ مجھے ہائی رسک لگ رہی ہے۔ اوپر عمارت کی کسی بھی راہداری سے کوئی بھی اسنائیپر تمہارا شاٹ لے سکتا ہے۔"

"کم آن، چنگیز۔ جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ میرا آج کا دن سکیورٹی کی وجہ سے خراب مت کرو۔"

"تم بار بار بھول جاتے ہو کہ ایک سیریل کلر اس شہر میں موجود ہے جس کی ایکس وائف سے تم شادی کرنے جا رہے ہو۔ اس کی فیملی مکمل ہونے میں صرف تم رکاوٹ ہو۔ سو ایسا ہو نہیں سکتا کہ وہ کوشش نہ کرے۔ اس لیے میں تمہارا سٹیج موو کروا رہا ہوں۔"

"وہ سیریل کلر اتنا تربیت یافتہ ہے کہ اگر اس نے مجھ پر گولی چلانی ہوئی تو بند کمرے میں بھی چلا دے گا۔ میرے اسٹیج کی جگہ کو تم نہیں چھیڑو گے۔ بجائے مجھے کسی ڈربے میں بند کرنے کے اپنی سکیورٹی پہ محنت کرو۔"

"محنت کر رہے ہیں، یار۔ اپنی طرف سے پوری کوشش کر رہے ہیں۔"

"ہم دفاعی اپروچ کیوں استعمال کر رہے ہیں، چنگیز؟ اسے اس شہر میں کھلا کیوں چھوڑا گیا ہے؟ تمہیں اس کے ہینڈلر سے بات کرنی چاہیے تھی۔ انہوں نے تمہیں کہا تھا نا وہ دو مہینے کے لئے آیا ہے اور واپس چلا جائے گا؟ تو وہ ابھی تک واپس کیوں نہیں گیا؟ اس کے دو مہینے کب مکمل ہوں گے؟" کف لنکس پہنتے ہوئے اپنے عکس کو دیکھتے ہوئے ماہر کو چہرے پر بہت سی جھنجھلاہٹ دکھائی دی تھی۔

"مجھے کیا معلوم اس کے دو مہینے کب مکمل ہوں گے۔ تاریخیں تو نہیں بتائیں انہوں نے مجھے۔" چنگیز بھی اکتا کے بولا تھا ۔ "بہت مشکل سے اتنا اگلوایا ہے کہ وہ واقعی آفیشل اسائنمنٹ پہ موجود ہے۔ اس کا ہینڈلر مزید کوئی انفارمیشن دینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ زیاد سلطان کی زندگی کی حفاظت بھی اس کے ہینڈلر نے کرنی ہے۔"

"واٹ ایور۔ بس میرا دن خراب مت کرنا۔" اس نے کال کاٹ دی۔ پھر خود کو آئینے میں دیکھتے ہوئے چند گہرے سانس لیے۔ سنگھار میز پر رکھی موم بتی کا جار اٹھایا۔ ڈھکن کھولا اور چہرے کے قریب لے جا کے سونگھا۔ آنکھیں بند کیں۔ لیونڈر اور موتیے کی ملی جلی خوشبو اندر تک اتر گئی۔ اس خوشبو سے بہت کچھ یاد آیا تھا۔ اس خوشبو سے بہت کچھ جڑا تھا۔ آج کے دن اسے اس خوشبو کی ضرورت تھی۔

ابھی وہ کوٹ پہن رکھا تھا جب چنگیز کی دوبارہ کال آنے لگی۔

"تمہاری جگہ تبدیل نہیں کر رہا۔ لیکن تم بالکل آخر میں پہنچو گے۔"

ماہر فرید کے چہرے پہ بہت سی بے زاری ابھری۔

"میں آخر میں نہیں پہنچ سکتا۔ مجھے بہت سے انتظامات دیکھنے ہیں۔"

"میری سیکیورٹی خراب کرنے کے بجائے اپنی ٹیم سے کہو کہ وہ محنت کریں۔" چنگیز نے اسی کی بات طنز سے اس کو لوٹائی۔ "تمہارا یہاں اوپن میں بہت دیر ہونا ٹھیک نہیں ہے۔ ایونٹ کے قریب قریب پہنچنا۔"

ماہر نے جواب دیے بغیر کال کاٹ دی۔ اب چنگیز اسے بتائے گا کہ کیا کرنا ہے؟ یہ اس کی قرمزی عمارت تھی۔ کوئی اس کو نہیں بتا سکتا تھا کہ اس نے عمارت میں کب پہنچنا ہے، یا اس کا رنگ کیا رکھنا ہے۔

اس نے کوٹ پہن کے ایک آخری نگاہ خود پہ ڈالی اور باہر نکل آیا۔ اسے فیضی خانم کو ہدایات دینی تھیں کہ وہ اس کا دوسرا سوٹ بھی گاڑی میں رکھوا دیں۔ ہو سکتا ہے اسے لباس ایک دفعہ پھر تبدیل کرنا پڑے۔ آج کے دن اس کے لباس پر شکن نہیں دکھائی دینی چاہیے تھی۔

وہ باہر آیا تو الفاظ منہ میں رہ گئے۔

مالا لونگ روم میں کھڑی تھی۔ ٹوپی پہنے۔ بھورے اسکرٹ پہ سفید ہاتھ سے بنا سوئیٹر پہنے سے وہ کاؤنٹر پر کچھ رکھ رہی تھی۔ آہٹ پہ چہرہ اس کی طرف موڑا اور مسکرائی۔

ایک دم سے ماہر کی ساری اینگزائٹی وجود سے خارج ہو گئی۔ کندھے ہلکے پھلکے ہو گئے۔ چنگیز، زیاد، سیکیورٹی انتظامات ، ہر شے جیسے منظر نامے سے ہٹ گئی۔ وہ سامنے تھی اور جیسے کوئی مشکل، مشکل نہیں لگ رہی تھی۔

"کیا لائی ہو؟" وہ مسکرا کے کاؤنٹر تک آیا۔

مالا نے کافی کا کپ اس کی طرف دھکیلا اور باکس کی طرف اشارہ کیا۔ ماہر نے بیکری کے باکس کا اسٹیکر اتارا اور احتیاط سے اسے کھولا۔ اندر بقلاوہ کے چار ٹکڑے اس کا منہ چڑا رہے تھے۔ اس نے نگاہیں اٹھا کے مالا کو دیکھا۔ پھر بقلاوہ کو۔ پھر واپس مالا کو۔

" بقلاوہ؟ سیریئسلی؟"

مالا نے زبردستی مسکراہٹ روکتے ہوئے کندھے اچکائے۔

"شوگر رش۔" یاد دلایا۔

ماہر نے جبراً مسکراتے ہوئے ڈھکن بند کیا۔ اثبات میں سر ہلایا۔

" تم جانتی ہو اس شہر میں فارنرز کے علاوہ کوئی اس چیز کو نہیں کھاتا؟" اس نے بہت دقت سے اس ڈبے کو ڈسٹ بن میں ڈالنے سے جیسے خود کو روکا تھا۔

" اور ہم فارنرز ہی ہیں۔" وہ سینے پر بازو لپیٹے مسکرا کے اسے دیکھ رہی تھی۔

" کھانا۔"

ماہر نے جیسے تھوک نگلا۔ ڈھکن دوبارہ کھولا۔ ایک دفعہ پھر مالا کو دیکھا۔ وہ انہی مسکراتی نظروں سے جیسے اس کے کھانے کی منتظر تھی۔ اس نے دو انگلیوں سے ایک ٹکڑا اٹھایا۔ بقلاوہ کا گھی اور شیرہ انگلیوں پر لگ گیا۔ بہت دقت سے ماہر فرید نے چہرے کے تاثرات نارمل رکھے۔ ایک ذرا سی بائٹ لی کیونکہ کشمالہ مبین سے کچھ بعید نہیں تھا۔ وہ پرسوں کا فنکشن کینسل ہی نہ کر دے۔ لیکن ایک بائٹ سے زیادہ وہ اس میٹھے زہر کو اندر نہیں اتار سکتا تھا۔ اس نے ادھ کھایا بقلاوہ واپس ڈبے میں رکھا۔ اسے چباتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا۔ بدقت نگلا۔ اور جبری مسکراہٹ کے ساتھ بہت ضبط سے الفاظ جوڑے۔

"تھینک یو، میرے لیے یہ لانے کے لئے۔"

ڈبہ بند کیا اور ٹشو کے لئے ہاتھ بڑھایا تو مالا نے کاؤنٹر پر رکھا ٹشو باکس اس کے سامنے کیا۔ وہ اسی طرح مسکراہٹ دبائے اسے دیکھ رہی تھی۔

"پورا باکس ختم کرنا۔" انگلی اٹھا کے نصیحت کی اور دروازے کی طرف مڑنے لگی۔ پھر رک کے واپس پلٹی۔

"ہم نے ایونٹ پہ کس وقت جانا ہے؟"

"میں ابھی نکل رہا ہوں۔ تم لوگ آرام سے آنا۔ اردل مجھے ڈراپ کر کے تمہارے پاس آ جائے گا۔ وہ تمہیں اور فیضی حانم کو لے آئے گا۔" پھر رک کے جیسے اس سے پوچھا۔

"بدر اور ہلال بھی آئیں گے، رائٹ؟"

مالا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"آف کورس۔ ہم سب کو وہاں ہونا چاہیے۔"

"میں ابھی اردل کو لے کے جا رہا ہوں۔ جب تمہیں ڈرائیور چاہیے ہو تو اس کو بلوا لینا۔ یہ تم لوگوں کو لے جائے گا۔" ماہر نے پھر سے جیسے تاکید کی تھی۔

"ہیلو؟ میں بھی اس گھر میں رہتا ہوں۔ میرے پاس بھی ایک کار ہے۔"

کسی کونے سے آواز آئی تو ان دونوں نے گردن موڑی۔ لاؤنج کے صوفے پر آلتی پالتی کیے بیر بل فرید نائٹ سوٹ میں کمبل اوڑھے بیٹھا تھا۔ بال اور چہرے سے لگتا تھا کہ اس نے صبح اٹھنے کے بعد منہ نہیں دھویا۔ گود میں پلیٹ لیے، وہ ٹوسٹ پر کچھ لگائے کھا رہا تھا۔

"تم ایونٹ تک جاگ جاؤ، یہی بہت ہے۔" ماہر نے ناپسندیدگی سے اس کے ٹوسٹ پر لگی شے کو دیکھا اور افسوس سے سر دائیں بائیں ہلایا۔ بیر بل نے اس کی نظریں دیکھ لی تھیں۔ اس نے پراسیسڈ کریم چیز کا جار اٹھایا، چمچ بھر کے اندر سے نکالا، اور ماہر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اسے ٹوسٹ کے اوپر گرا دیا۔ پھر چمچ کی پشت سے اسے پھیلانے لگا۔

"ماہر بے، آپ جائیں۔ اپنی عمارت کا خیال کریں۔ اپنے مزدوروں کو ہراس کریں۔ ہم لوگ ایک ساتھ آ جائیں گے۔"

ماہر نے کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے کہ بیر بل نے ہاتھ اٹھا دیا۔

"ماہر یار... تم جتنی جلدی اس گھر سے چلے جاؤ گے، ہمارا یہ وقت سکون سے گزرے گا۔ کیونکہ تمہاری اینگزائٹی اور ڈانٹ ڈپٹ سے ہم سب کی مینٹل ہیلتھ بہت بری طرح متاثر ہونے والی ہے۔" پھر ماہر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ٹوسٹ کی بائٹ لی۔

اف۔ ماہر نے ضبط سے دانت پہ دانت جمائے۔ سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے۔ لیکن ان سب کو وقت پہ لے آنا۔" پھر مالا کو دیکھا جو اب تیار ہونے کا کہہ کے واپس جا رہی تھی۔ وہ فیضی حانم کو اپنے سوٹ کا بتانے لگا۔ چند ہدایات دیں۔ چند کچن میں بکھری چیزوں پہ تنقید کی۔

پھر ائیر پوڈز کو چھوا اور ایک کے بعد ایک کال ملانے لگا۔ لاؤنج میں دائیں بائیں چکر کاٹتے ہوئے اس نے تین چار لوگوں کو فون پہ چند باتیں سنائیں۔ یہاں تک کہ بیر بل فرید کا ناشتا حرام ہو چکا تھا۔ وہ ٹوسٹ کے بائٹ لیتے ہوئے کینہ توز نظروں سے اسے لونگ روم میں دائیں بائیں ٹہلتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ فون بند ہوا تو بیر بل نے نوالہ نگلتے ہوئے اسے ٹوکا۔

"یار، تم وہیں چلے جاؤ۔ ہمارے سر پہ کیوں کھڑے ہو؟"

پہلوؤں پہ ہاتھ رکھے کھڑے مضطرب سے ماہر فرید نے گردن موڑ کے اسے دیکھا۔

"تم ابھی شروع کرو گے تو ایونٹ تک تیار ہو گے۔ مگر تمہارا ناشتا ہی ختم نہیں ہوا۔"

"میرے ناشتے کو نظر مت لگاؤ۔ میں نے کہا میں وقت پر پہنچ جاؤں گا اور سب کو پہنچا دوں گا، تو مسئلہ کیا ہے؟"

"مجھے تمہاری ٹائم مینجمنٹ پہ بھروسہ ہوتا تو آج ہم یہاں نہ ہوتے۔" وہ درشتی سے بولا۔

بیر بل فرید پہ کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ اطمینان سے نوالہ نگلا اور پھر سوچتی نظروں سے ماہر کو دیکھا۔

"شبنم بتا رہی تھی تم نے اپنی وصیت تیار کر لی ہے۔ میرے نام کچھ لگایا ہے، یا سب کچھ مالا کے نام کر دیا ہے؟"

کچن میں کام کرتی فیضی حانم نے ایک دم پریشانی سے ان دونوں کو دیکھا۔ پھر گڑبڑا کے سر نیچے کر لیا۔ بیر بل اسی طرح لقمہ چباتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"کر تو ویسے تم بھی وہی رہے ہو جو میں نے کیا۔ ہر چیز اپنی پسندیدہ عورت کے نام کر دی۔ لیکن تم کرو گے، تو ٹھیک ہو گا۔ بیر بل نے کیا، تو غلط تھا۔ ڈبل اسٹینڈرڈز۔" پھر سے ایک بائیٹ لی۔ ماہر چند لمحے ضبط سے اسے گھورے گیا، پھر سر جھٹکا۔

اسی پل ہلال کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ اس سے پہلے کہ ہلال کی آواز آتی، لونا بھاگتی ہوئی اندر سے نکلی اور بھونکتی ہوئی ان کے قریب آئی۔ ماہر فوراً سے پیچھے ہوا۔

"ہلال، اس کو سائیڈ پہ کرو۔ مجھے اپنے کپڑوں پہ اس کے بال نہیں چاہئیں۔" وہ کوفت سے اونچا چلایا تھا۔ فیضی خانم بھاگ کے اس کی طرف آئیں اور لونا کو کالر سے پکڑا۔ وہ نیچی آواز میں "کاؤں کاؤں" بھونکتی ماہر کے پیروں کے گرد چکر کاٹنے کی کوشش کر رہی تھی۔ فیضی خانم نے بدقت اسے پکڑا اور سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس کو پیار سے کچھ کہنے لگیں۔ لیکن لونا اسی طرح بے چین تھی۔

"پتا نہیں اس کو کیا ہوا ہے، بھائی۔ یہ صبح سے ایسے ہی بے چین ہے۔" ہلال دروازے کے ساتھ کھڑی کہہ رہی تھی۔ چہرے پہ پریشانی تھی اور آنکھیں دور دیوار پہ جمی تھیں۔ وہ بھی شاید ابھی اٹھی تھی۔

"وہ کہتے ہیں نا، کتوں کو وقت سے پہلے مستقبل کی خبر ہو جاتی ہے۔"

ماہر نے گھور کے بیر بل کو دیکھا جو اب کریم چیز کا بھرا ہوا چمچ زبان سے چاٹ رہا تھا۔

"کسی کو وقت سے پہلے مستقبل کی خبر نہیں ہوتی۔" پھر راہداری کی سمت بڑھ گیا۔

گارڈ مالا کے دروازے کے باہر اسی طرح کھڑا تھا۔ ماہر نے گھنٹی بجائی۔ ایک گھنٹی۔ پھر دوسری۔ اگلے ہی لمحے مالا نے دروازہ کھولا۔ ایسے کہ اس کے ایک کان پہ فون تھا۔ فون کے اسپیکر پہ ہاتھ رکھے اس نے سوالیہ ابرو اٹھائے۔

"بیر بل کہہ رہا ہے کہ وہ تم لوگوں کو لے آئے گا۔ لیکن میں بیر بل کو جانتا ہوں۔ وہ دیر کر دے گا۔" وہ کہنے لگا۔ اسی پل ائیر پوڈز کے اندر Siri کی آواز سنائی دینے لگی۔ وہ اسے ایک آنے والی کال کا بتا رہی تھی۔

"اگر بیر بل دیر کرے تو تم اردل کو بلوا لینا۔ اوکے؟" کال مسلسل آ رہی تھی۔ اس نے ڈپٹ کے Siri کو کہا۔

"Answer it."

اب کان میں عمار کچھ کہہ رہا تھا۔

اس کی بات سنتے ہوئے اس نے دروازہ کھولے کھڑی مالا کو دیکھا، جو ماہر کو اثبات میں سر ہلا کے فون پہ اوکے اوکے کر رہی تھی۔ ساتھ ہی اسے ہاتھ سے ایک اشارہ کیا۔ ماہر نے ابرو تعجب سے اکٹھے کیے۔

"کیا؟"

"ٹھیک ہے۔ نو پرابلم۔" بات جاری رکھتے ہوئے مالا نے فون کان اور کندھے دونوں کے درمیان رکھا اور دونوں ہاتھوں کو اکٹھا کر کے اشارہ کیا۔ پھر جیسے مکھی اڑاتے ہوئے ہاتھ سے جھٹکا۔ جیسے کہہ رہی ہو، چھوڑو کوئی بات نہیں۔ اب وہ واپس مڑ گئی تھی۔ وہ فون پہ بات کر رہی تھی۔ اوپر سے عمار اس کے کان میں ایک نیا مسئلہ سنا رہا تھا۔

مالا واپس پلٹ گئی تھی اور دروازہ چوکھٹ کے قریب جا رہا تھا۔

ایک درز سی تھی جس سے وہ اسے دکھائی دے رہی تھی۔ ٹوپی سے نکلتے ہوئے بالوں کی پشت۔

وہ عمار کی بات سنتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ کیا کہہ رہی تھی؟ وہ کس چیز کا اشارہ کر رہی تھی؟ وہ اسے کوئی بات یاد کروا رہی تھی۔

دروازہ واپس جگہ پہ آ رہا تھا اور ماہر فرید کا روزن چھوٹا ہو رہا تھا۔ اوپر سے کان میں بولتا ہوا عمار۔ وہ پلٹ گیا۔

کسی نے جیسے دل میں کہا کہ اسے نہیں پلٹنا چاہیے۔ اسے یہ بات ادھوری نہیں چھوڑنی چاہیے۔ لیکن عمار کی بک بک مسلسل جاری تھی۔

"آرہا ہوں میں۔ دیکھ لوں گا سارے مسئلے۔ دو منٹ کے لیے تم لوگ کوئی چیز ہینڈل نہیں کر سکتے۔" وہ برہمی سے کہتا لفٹ کی جانب بڑھ گیا۔

سارا موڈ خراب ہو چکا تھا۔ اردلی نیچے اس کے لیے گاڑی کا دروازہ کھولے کھڑا تھا۔ کار میں بیٹھنے سے پہلے ماہر نے رک کر اسے دیکھا۔

"فون آن رکھنا۔ بیربل نے کہا ہے کہ وہ ساری فیملی کو لے آئے گا۔ لیکن مجھے معلوم ہے وہ دیر کر دے گا۔ ایونٹ شروع ہونے سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے مالا کو کال کر کے پوچھ لینا کہ اسے تمہاری ضرورت ہے یا نہیں، اور وقت سے چلے جانا۔" اس نے سنجیدگی سے ہدایات دیں۔ فربہ سے اردلی نے سر اثبات میں ہلایا۔ وہ اندر بیٹھا اور فون کی اسکرین روشن کر کے سامنے کی۔ ایک کے بعد ایک مسئلے۔ آخری منٹ کرنے والی چیزیں۔ پھر وہ مہمان جنہوں نے آنا تھا۔ کچھ جو نہیں آسکتے تھے۔ اوپر سے یہ بادل۔

کار آگے بڑھنے لگی۔ آج ٹریفک بہت تھا۔ یا شاید ہر چیز وقت کی مناسبت سے ہوتی نہیں دکھائی دے رہی تھی۔ ذرا ذرا دیر بعد کار ٹھہرتی تو وہ چڑچڑے انداز میں باہر دیکھتا۔ پھر ضبط سے واپس اسکرین کی طرف متوجہ ہو جاتا۔

چند لمحے کے لیے جب ساری کالز تھم گئیں اور کوئی مزید مسئلہ سامنے نہیں آیا، تو ماہر نے فون رکھا۔ ایئر پوڈز کان سے نکالے۔ کھڑکی کے باہر سڑک اور اوپر سرمئی آسمان کو دیکھا۔

وہ اسے کیا کہہ رہی تھی؟ وہ دونوں ہاتھوں کا چوکور بنائے کس چیز کی طرف اشارہ کر رہی تھی؟ وہ اسے کیا یاد کروا رہی تھی؟ اسے یہ گفتگو ادھوری نہیں چھوڑنی چاہیے تھی۔ وہ ہر چیز ادھوری چھوڑ دیتا تھا۔ نان خطائی بھی۔ ککیز بھی۔ ڈونٹ بھی۔ بہت سی باتیں بھی۔ اسے یہ گفتگو مکمل کرنی چاہیے تھی۔ اسے رک کے مالا کی کال مکمل ہونے کا انتظار کرنا

چاہیے تھا۔ لیکن ماہر فرید کو ہمیشہ جلدی ہوتی تھی۔ لندن چھوڑ کے جانے کی۔ قرمزی عمارت بنانے کی۔ لاہور سے واپس جانے کی۔

بہت سے خیالات ایک دم سے آپس میں خلط ملط ہونے لگے۔ اس نے بے اختیار ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی۔ اسے جیسے گھٹن ہو رہی تھی۔ شاید ہیٹر تیز تھا۔ شاید اسے مالا کی بات سننی چاہیے تھی۔ شاید اسے رک کے اسے آخری نظر دیکھنا چاہیے تھا۔ لیکن آخری نظر کیوں؟ ابھی ایونٹ پہ وہ دونوں ساتھ ہوں گے۔ اردل اسے وقت پہ لے آئے گا۔ پھر کیا مسئلہ تھا؟ اس نے بیک ویو مرر میں اردل کا چہرہ دیکھا۔ پھر کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی۔ وقت کی سوئیوں کا ذہنی کیلکولیٹر پہ حساب کیا۔

اسے چیزیں ادھوری نہیں چھوڑنی چاہئیں تھیں۔ اسے لاہور سے واپس نہیں جانا چاہیے تھا۔ اسے وین کوور کے بعد مالا کو مزید ای میلز کرنی چاہیے تھیں۔ اسے اس کا غصہ ٹھنڈا ہونے کا انتظار کرنا چاہیے تھا۔ اسے اتنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے تھا۔

"کار واپس موڑو۔"

اردل نے بے اختیار گردن پوری موڑ کیا سے دیکھا۔

"سر، واپس؟"

"ابھی ایونٹ میں کافی ٹائم ہے۔ ویسے بھی چنگیز نے کہا تھا کہ میں دیر سے آؤں۔ واپس موڑو۔ مجھے اپارٹمنٹ جانا ہے۔" وہ جیسے جلدی میں تھا۔ کوئی چیز تھی جو ذہن میں چبھ سی گئی تھی۔ کسی کانٹے کی طرح۔

برفیلے پہاڑوں کے درمیان کسی شگاف کی طرح۔

کچی برف پر پاؤں رکھا اور پہاڑ نے انسان کو نگل لیا۔ کوئی ایسی خلش سی تھی۔

اپارٹمنٹ بلڈنگ کی لابی سے لفٹ اور لفٹ سے اوپر تک کا سفر اس نے عجیب بے چینی میں گزارا تھا۔ عمار کی پھر سے کال آرہی تھی لیکن اس نے کاٹ دی۔ راہداری میں تیز قدموں سے بڑھتا وہ مالا کے اپارٹمنٹ تک آیا۔ بیل بجائی۔ ایک گھنٹی۔ دوسری گھنٹی۔ تیسری دفعہ گھنٹی پر ہاتھ رکھنے لگا کہ قریب کھڑا گارڈ کھنکھارا۔

"وہ گھر پہ نہیں ہیں۔"

ماہر نے چونک کر اسے دیکھا ہے۔

"کہاں ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ وہ ابھی باہر نکلی تھیں۔"

"تو پہلے بتاؤنا۔" اسے جھڑک کے وہ اپنے اپارٹمنٹ کی طرف آیا۔ لاؤنج میں سامنے کا منظر اب قدرے تبدیل ہوتا نظر آیا۔ بیربل لمبے کاؤچ پر لیٹا ریموٹ سے ٹی وی کے چینل بدل رہا تھا۔ قالین پر بہت سے بلاکس بکھرے تھے۔ بدر اور ہلال وہیں چوکڑی مارے آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ اور ہلال بلاکس اٹھا اٹھا کے اس کے ہاتھوں میں دے رہی تھی۔ بدر نے بس چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ ہلکا سا مسکرایا۔ بدر واپس مسکرایا اور سر نیچے کر لیا۔ اس کا اور ماہر کا تعلق بس اتنا ہی تھا۔ ایک نرم مسکراہٹ جیسا۔ وہ واپس فیضی حانم کی طرف متوجہ ہوا۔

"مالا کہاں ہے؟"

"وہ کسی ضروری کام سے گئی ہے۔ بیس منٹ تک آجائے گی۔" وہ تیزی سے ہاتھ چلاتی کچھ بنا رہی تھیں۔ انڈے ،ٹوسٹ، اواکاڈو، اورنج جوس۔ اس نے کاؤنٹر پر پھیلی چیزوں کو دیکھا۔ یہ بدر کا ناشتا تھا۔ وہ اس کو ناشتا نہیں کرا کے گئی تھی۔ کیوں؟ وہ اتنی جلدی میں کیوں گئی تھی؟ وہ بات ادھوری چھوڑ کر کیوں گئی تھی؟ وہ کیا کہہ رہی تھی؟

"اس نے کوئی پیغام دیا تھا؟" وہ فون نکالتے ہوئے بے چینی سے پوچھ رہا تھا۔ فیضی خانم نے نفی میں سر ہلا دیا اور اواکاڈو کا گودا چمچ سے نکالنے لگیں۔ ماہر نے موبائل پر اس کا نمبر ملایا اور فون کان سے لگایا۔ ائیر پوڈز تب تک وہ نوچ کے اتار چکا تھا۔ گھنٹی جا رہی تھی۔ پھر مالا کا ہیلو سنائی دیا۔

"کہاں ہو، مالا؟"

"میں بس آتی ہوں۔ ایک ضروری کام سے گئی تھی۔" اس کی آواز سن کے اسے جیسے اطمینان سا ہو گیا تھا۔

"کتنی دیر ہے؟" ماہر نے کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی۔ "میں بھی نہیں گیا۔ تم واپس آ کر تیار ہو جاؤ۔ ہم ساتھ میں جائیں گے۔"

لمبے صوفے پر بیٹھے بیربل فرید نے چہرہ موڑ کے اسے دیکھا اور پھر افسوس سے سر دائیں بائیں ہلایا۔

"یعنی میرے اوپر کسی کو اعتبار ہی نہیں؟" اونچی آواز میں بولا تھا۔ ماہر نے ہاتھ سے اسے چپ ہونے کا اشارہ کیا اور واپس فون کی طرف متوجہ ہوا۔

"اوکے نو پرابلم۔ میں بس آتی ہوں کچھ دیر میں۔" وہ جلدی میں لگ رہی تھی۔ مصروف سا انداز۔

ماہر نے فون نیچے رکھ دیا۔ اب اسے انتظار کرنا تھا۔ بیس پچیس منٹ کی ہی بات تھی۔ بیس پچیس منٹ کے لئے وہ مالا کا انتظار کر سکتا تھا۔ جہاں اتنے برس اس نے انتظار کیا تھا، وہاں چند منٹ اور سہی۔

چند منٹ اسی طرح گزر گئے۔ بیربل لمبا لیٹا ڈھٹائی سے ٹی وی دیکھے گیا۔ اس سے بات کرنا ہی فضول تھا۔ وہ دونوں خاموشی سے بلاکس جوڑتے گئے۔ فیضی خانم کی کچن میں کٹنگ کی آواز آتی رہی۔ اور ماہر فرید اسی طرح مضطرب اور بے چین ونگ چیئرز کے سامنے دائیں بائیں ٹہلتا فون پہ بہت سے لوگوں کو بہت سی باتیں سناتا گیا۔ وہ ٹہلتے ٹہلتے بار بار ٹی وی کی اسکرین کے سامنے آ جاتا تھا۔ اور ہر دفعہ بیربل فرید کے چہرے کے زاویے بگڑتے۔ لونا جو کھڑکی کے قریب جا

بیٹھی تھی، ماہر کے آنے کے بعد بار بار لپک کیاس کے قریب بھاگتی۔ اور فیضی خانم کو پھر سے کچن چھوڑ کے اس کی طرف آنا پڑتا۔ کال کے درمیان ماہر نے برہمی سے اس کو دیکھا جو ایک دفعہ پھر بھونکنے لگی تھی۔

"ہلال، خدا کے لئے اس کو کنٹرول کرو، ورنہ میں اسے کسی ڈاگ شیلٹر میں چھوڑ آؤں گا۔" اس کا ضبط جواب دے چکا تھا۔

"چچ چچ۔" بیر بل کی جانوروں کے حقوق کی رگ پھڑک اٹھی۔ کسی طنز کے لئے منہ کھولا کہ ماہر نے ہاتھ اٹھا کے اسے خاموش کرایا۔ پھر اتنی ہی درشتی سے فون میں کہا۔

"میں یہاں سے بیٹھ کے الیکٹرک سپلائی کے مسئلے کو حل نہیں کر سکتا، عمار۔ کسی ٹیکنیکل آدمی کو کال کرو اور اس سے کہو کہ وہاں پہنچے۔"

اس ساری بے چینی، مالا کا انتظار، بلڈنگ کے مسئلے، اور بیر بل کی بک بک کے درمیان کن انکھیوں سے اسے دکھائی دیا تھا کہ.....

بلاکس جوڑتے بدر نے ایک دم چہرہ اٹھا کے اسے دیکھا تھا۔ پھر راہداری کو۔

ساری آوازیں ایک دم سے جیسے بند ہو گئیں۔ عمار کچھ کہہ رہا تھا لیکن ماہر نے فون نیچے کر دیا۔

وہ رک کے بدر کو دیکھنے لگا۔ لونا کی کاؤں کاؤں بھی اب جیسے سنائی نہیں دے رہی تھی۔

بدر کی سبز آنکھیں بنا پلک جھپکائے راہداری پہ جمی تھیں۔ پھر اس نے واپس ماہر کو دیکھا۔ پھر دوبارہ راہداری کو۔ ان آنکھوں میں کچھ تھا۔

ماہر نے ان کے تعاقب میں راہداری کو دیکھا۔ وہ خالی تھی۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔

کیا بدر کو کچھ نظر آرہا تھا جو وہ نہیں دیکھ سکتا تھا؟

وہ ایک دم اس کے سامنے آیا۔ بلاکس ہاتھ سے پرے کیے۔ پنجوں کے بل بیٹھا اور نرمی سے دونوں ہاتھ اس کے کندھوں پر رکھے۔

"بدر، ادھر دیکھو میری طرف۔"

بدر جو ابھی تک راہداری کو دیکھ رہا تھا، چہرہ ماہر کی طرف اٹھایا۔ اس کی معصوم بڑی بڑی سبز آنکھیں کچھ کہہ رہی تھیں۔ کچھ تھا ان میں۔ ایک تاثر جو وہ کبھی کبھی دیکھتا تھا۔

"وہاں کوئی ہے؟" وہ جانتا تھا وہ بچہ نہیں بولے گا۔ وہ اس کی آنکھوں میں اپنا جواب ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا تھا۔ بدر نے پھر سے راہداری کو دیکھا۔ پھر چہرہ واپس موڑ لیا۔ سر جھکا کے وہ اپنے بلاکس اٹھانے لگا۔ ماہر نے اس کے کندھوں سے ہاتھ ہٹا دیے۔

وہ ایسے کیوں کرتا تھا؟ ایسا کیا تھا جو وہ دیکھ رہا تھا؟ جسے نہ ماہر فرید محسوس کر سکتا تھا، نہ ہلال شمس۔

"کیا ہوا، بھائی؟" ہلال بھی اچھنبے سے پوچھ رہی تھی۔

"بدر کبھی کبھی ایسے چونک جاتا ہے۔ جیسے وہ کچھ دیکھتا ہے۔ کچھ ہے جو میں سمجھ نہیں پا رہا۔"

"ڈونٹ ٹیل می کہ اس بچے کے پاس بھی سپر پاورز ہیں۔" بیربل جلدی سے پیر سمیٹ کے اٹھ بیٹھا۔ چہرے پہ ایک دم ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ "تم خود تو چلے جاتے ہو، مجھے سارا دن ان دو creepy بچوں کے ساتھ گزارنا پڑتا ہے۔ پلیز مجھے بتاؤ، اس کو بھی تو کوئی چیزیں نظر نہیں آتیں؟"

ماہر نے جیسے اس کی طرف دھیان نہیں دیا۔ راہداری کی طرف دیکھا۔ بدر کی طرف۔

کیا ہوا تھا اس لمحے جب بدر نے وہاں دیکھا تھا؟ کیا ہوا تھا ان تمام لمحوں میں جب اس نے بدر کو یوں ہی چونکتے دیکھا تھا؟

کیا ہوا تھا؟

"وہ کیا دیکھتا ہے، بھائی؟" ہلال الجھن سے پوچھ رہی تھی۔

"یار ایک تو سب ہی سائیکو ہیں اس گھر میں۔ کوئی دیکھتا ہے۔ کوئی سنتا ہے۔ میں کہیں اور شفٹ ہوتا ہوں۔"

"سنتا ہے۔ شاید وہ دیکھتا نہیں ہے۔ سنتا ہے۔" وہ جیسے خود سے بڑبڑایا۔

ایک پزل تھا جو آنکھوں کے سامنے تھا۔ بہت سے ٹکڑے جو اپنی جگہوں پر نہیں تھے۔

اور ایک ٹکڑے کی جگہ خالی تھی۔

ایک مقناطیسی پزل، جس میں اگر وہ ایک ٹکڑا فٹ کرلے، تو سارے ٹکڑے کھینچ کے اپنی جگہوں پر آجائیں گے۔

"کیا سنتا ہے؟"

لونا بھونکنا چھوڑ چکی تھی۔ ٹی وی کی آواز خاموش تھی۔ فیضی خانم کے کچن سے بھی چاپ سنائی نہیں دیتی تھی۔ اور ماہر فرید اپنے سوٹ کی پروا کئے بغیر اس بچے کے سامنے پنجوں کے بل بیٹھا تھا۔

"وہ کیا سنتا ہے؟"

اس نے ایک نگاہ اپنے فون پہ ڈالی۔

"کسی ٹیکنیکل آدمی کو بلاؤ۔" ماہر بڑبڑایا تھا۔ "ٹیکنیکل آدمی۔"

"کیا؟" ہلال کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ لیکن اس کی سمجھ میں آنا ضروری بھی نہیں تھا۔

وہ دونوں اغوہ جا رہے تھے اور مالا جانے سے پہلے بدر کو ہدایات دے رہی تھی۔ وہ اس پولیس والے کے بارے میں بتا رہی تھی جس کو وہ اس کی حفاظت کے لیے چھوڑ کے جا رہی تھی۔

"وہ ایک اچھا آدمی ہے، بدر۔ He is a good man."

بدر نے چونک کے راہداری کو دیکھا تھا۔

وہ بیکری میں کھڑے تھے۔اور وہ کاؤچ پہ بیٹھے بچے کے سامنے بیٹھی تھی۔

"Mama is marrying this man."وہ نرمی سے اسے بتا رہی تھی۔

بدر نے چونک کے بیکری کی سیڑھیوں کو دیکھا تھا۔

ماہر کچھ دیر پہلے دائیں بائیں ٹہلتا فون پہ کہہ رہا تھا۔

"کسی ٹیکنیکل آدمی کو بلاؤ۔"

اور بدر نے فوراسے دروازے کی سمت میں دیکھا تھا۔

"آدمی۔"ماہر پھر بڑبڑایا۔"Man۔"

اگلے ہی لمحے بدر نے کرنٹ کی طرح سر اٹھا کے اسے دیکھا۔اس کی آنکھوں میں وہی تاثر تھا۔ماہر فرید بنا پلک جھپکائے اسے دیکھے گیا۔

"Man."اس نے دہرایا۔بدر سانس روکے اسے دیکھ رہا تھا۔پھر اس نے راہداری کو دیکھا۔

کمرے میں سناٹا تھا۔

ایک منظر ساذہن کے پردے پہ لہرایا۔

وہ بالکونی کے دروازے کے ساتھ کھڑا تھا۔ہاتھ میں بھاپ اڑاتا مگ تھا۔سامنے صوفے پر مالا ایک تصویر دکھاتے ہوئے اس کو کہہ رہی تھی۔

"This man is your father."

"Man." وہ بڑبڑایا اور بدر پلک جھپکائے بنا اسے دیکھے گیا۔

پزل کا ٹکڑا اسے مل گیا تھا۔ اسے صرف اس کو خالی چوکھٹے میں رکھنا تھا اور مقناطیسی قوت سے سارے ٹکڑے کھنچ کے اپنی اصل جگہوں پر آ جانے تھے۔

"وہ زیاد کو اس کے نام سے نہیں پہچانتا۔ وہ زیاد کو باپ کے لفظ سے بھی نہیں پہچانتا۔ مالا ہمیشہ اسے کہتی تھی کہ وہ "آدمی" تمہارا باپ ہے۔ وہ اس کو man کے لفظ سے پہچانتا ہے۔" وہ دھیرے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"تو پھر؟" بیربل کی آواز کہیں سے سنائی دی۔

"جب تم لوگ man کا لفظ استعمال کرتے ہو، تو وہ سمجھتا ہے کہ اس کا باپ آ گیا ہے، اور وہ اس لئے دروازے کی طرف دیکھتا ہے۔"

"مطلب؟"

ماہر نے نفی میں سر ہلایا۔ اس کا چہرہ سفید ہو رہا تھا اور ہاتھ برف۔

"وہ اسے man کے نام سے پہچانتا ہے۔" وہ بڑبڑا رہا تھا۔ دو انگلیوں سے اس نے وہ آخری مسنگ ٹکڑا خالی چوکھٹے میں رکھا۔

بس ایک لمحے کا کھیل تھا اور سارے ٹکڑے دوڑتے ہوئے اپنی اپنی جگہوں پر آ گئے۔ فٹ۔ مکمل۔ Occam's razor۔ سب سے سادہ جواب درست جواب ہوتا ہے۔

"وہ اپنے باپ کو man کہتا ہے۔" اس نے چہرہ ان سب کی طرف موڑا۔ ہلال کی بے نور آنکھیں دیوار پہ جمیں تھیں اور بیربل اسی ناسمجھی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"گلاطہ ٹاور کے سامنے جب وہ چند لمحے کے لئے کھویا تھا، تومالا کی دوست نے اس سے پوچھا تھا کہ اسے کاٹن کینڈی کس نے دی؟ کاٹن کینڈی مین نے؟ اور بدر نے سر اثبات میں ہلایا تھا۔"

چند لمحے کوئی کچھ بول نہ سکا۔

"کاٹن کینڈی مین کوئی نہیں تھا۔ اسے وہ کاٹن کینڈی زیاد نے دی تھی۔ اس نے اپنے باپ کو دیکھا تھا۔ وہ مین کے لفظ پہ سر ہلا رہا تھا۔"

اب پزل دیوار پر اس کے سامنے تھا۔ ہر ٹکڑا اپنے چوکھٹے میں بالکل درست طریقے سے فٹ ہو چکا تھا۔ ایسے کہ ساری تصویر سامنے تھی۔ روز روشن کی طرح عیاں۔

"بدر کو عالیان نے نہیں زیاد نے اغوا کیا تھا۔ میں درست تھا۔"

"لیکن زیاد سلطان اس وقت جیل میں تھا۔ اور تم نے خود ہی کہا کہ وہ جادوگر عالیان، اس نے وہ کاٹن کینڈی بچے کو دی تھی۔"

"کاٹن کینڈی مین کوئی نہیں تھا۔ عالیان اس وقت وہاں موجود نہیں تھا۔ اس بوڑھے دکاندار کی بیٹی ٹھیک کہہ رہی تھی۔ وہ اپنے باپ کو جھوٹ بولنے سے روک رہی تھی۔ عالیان نے اس کو جھوٹ بولنے کے لیے کہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ ہم یقین کر لیں کہ اس وقت وہاں عالیان موجود تھا۔ عالیان نے کبھی بدر کو اغوا کیا ہی نہیں تھا۔ میں درست تھا۔ میں ہمیشہ سے درست تھا۔"

اس نے چہرہ ان کی طرف موڑا تو اس کی رنگت سفید تھی۔

"بدر کو اس کے باپ نے ہی اغوا کیا تھا۔ بدر اتنے مہینے زیاد سلطان کے پاس ہی تھا۔"

اور اس لمحے فیروزی اور پستہ عمارت کی پہیلی اس پزل کی طرح سامنے آ گئی تھی۔

"پھر عالیان کو کیسے معلوم ہوا کہ بچہ کس عمارت میں ہے؟"

"اسے بالکل ٹھیک سے نہیں معلوم تھا۔ اس نے پہلے کہا تھا فیروزی۔ اور میں نے اس پہ یقین کر لیا کیونکہ وہ درست کہہ رہا تھا۔ اپنی طرف سے عالیان سچ بول رہا تھا کیونکہ اس کو اس کے جنات نے بتایا تھا کہ بچہ فیروزی عمارت میں ہے۔ کیونکہ وہاں ایک اور بچہ بھی تھا جسے غیر قانونی طور پہ وہاں رکھا گیا تھا۔ اور عالیان کے جنات نے ہمیشہ کی طرح غلطی کر دی تھی۔ جیسے انہیں لگا تھا کہ مالا اور میں ایک چھت تلے رہتے ہیں۔ ویسے ہی انہوں نے عالیان کو غلط خبر دی تھی۔ میں نے اس کا یقین اس لیے کیا کیونکہ اس کی آنکھوں میں سچ تھا۔"

وہ دائیں بائیں ٹہل رہا تھا۔ سارے تانے بانے اس کے ہاتھ میں آ چکے تھے۔

"لیکن جب پولیس کو بچہ فیروزی عمارت سے نہیں ملا، تو عالیان نے اپنے موکل سے کسی طرح کمیونیکیٹ کیا۔ وہیں ہمارے سامنے بیٹھے۔ اور اس کے موکل نے تصحیح کر دی کہ بچہ ساتھ والی عمارت میں ہے۔ جنات ایسی غلطیاں کرتے ہیں۔ عالیان میرے سامنے یہ ماننے کو تیار نہیں تھا کہ اس سے غلطی ہوئی ہے۔ کیونکہ اس کی انا کو یہ گوارا نہیں تھا اور وہ اس شرارت کو جاری رکھنا چاہتا تھا۔"

"مگر وہ ایسا کیوں کر رہا تھا؟"

لیکن ماہر اس کو نہیں سن رہا تھا۔ سارے سوالات کے جواب اس کے سامنے تھے۔

"میں درست تھا۔ ماہر فرید ہمیشہ درست ہوتا ہے۔ میں نے پہلے دن سے کہا تھا کہ اس بچے کو زیاد سلطان نے ہی اغوا کیا ہے۔ اس کا ایک ہی مقصد تھا کہ بچے کو ڈھونڈنے کے لئے مالا اور وہ ایک ہو جائیں گے۔ لیکن پھر عالیان کو اس اغوا کے بارے میں علم ہو گیا۔ اور زیاد کی دشمنی میں اس نے وہی کیا جو وہ ہمیشہ کرتا تھا۔ اس نے تھوڑا سا chaos برپا کیا۔ تھوڑی سی شرارت کی۔ تاکہ زیاد اور مالا اکٹھے نہ ہو سکیں۔ یہ اس کا زیاد سلطان سے انتقام تھا۔ اس نے بچے کے اغوا کا

الزام اپنے سر لے لیا۔ اس نے مالا کو ایسے خواب دکھائے جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ ایک نیا سرکار استنبول میں موجود ہے جس کے پاس اس کا بچہ ہے۔ جبکہ عالیان کے پاس وہ بچہ نہیں تھا۔ وہ ہمیشہ سے اپنے باپ کے پاس ہی تھا۔"

"لیکن تم بھول رہے ہو کہ زیاد سلطان اس وقت جیل میں تھا۔"

ماہر نے نفی میں سر ہلایا۔

"وہ اس وقت جیل میں نہیں تھا کیونکہ ہمیں وہ تاریخیں نہیں معلوم جن میں وہ استنبول آیا تھا۔ چنگیز نے کہا کہ اس کے ہینڈلر کے مطابق اس کو دو مہینے کا ایک اسائنمنٹ ملا تھا۔ ایسے اسائنمنٹس کی تاریخوں کا تعین تو نہیں کیا جاتا۔ پھر ان کو دو مہینے کا وقت کیسے معلوم تھا؟ صرف اس صورت میں جب دو مہینے پہلے ہی مکمل ہو چکے تھے۔ زیاد سلطان نے واقعی یہاں پہ ایک اسائنمنٹ کیا تھا۔ لیکن گرمیوں میں۔ آج سے کئی مہینے پہلے۔ وہ اپنا اسائنمنٹ کر کے واپس جیل چلا گیا تھا۔ اور پھر دنیا دکھاوے کے لیے چند مہینوں کے بعد اس کو ریلیز کیا گیا۔ وہ سب کچھ جسے ہم حال میں ہوتا ہوا سمجھ رہے تھے، وہ ماضی میں ہو چکا تھا۔ اس وقت وہ اس شہر میں کسی اسائنمنٹ کے لئے موجود نہیں ہے۔ وہ آزاد ہے۔ اور وہ یہاں ایک ہی مقصد کے لیے آیا ہے۔"

اس نے چونک کے بدر کو دیکھا۔ وہ اب واپس اپنے بلاکس جوڑ رہا تھا۔

مالا اس کے باپ کا نام نہیں لیتی تھی۔ وہ اس کو مین کہتی تھی۔ اسی لئے اس نام سے اس کی کوئی انسیت نہیں تھی۔ نہ وہ اس نام پہ چونکتا تھا۔

"تمہیں نقصان پہنچانے۔" بیربل نے پریشانی سے اسے دیکھا۔ "وہ اس شہر میں صرف تم سے انتقام لینے آیا ہے، ماہر۔"

ماہر اسی طرح لونگ روم کے وسط میں کھڑا تھا۔ آنکھیں چھوٹی کر کے وہ دور کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھ رہا تھا۔ وہ نقطہ بڑا ہو کے ایک کاٹیج بن گیا تھا۔ پانی اور درختوں کے درمیان ایک کاٹیج۔ اور وہ دونوں اس کے باہر آمنے سامنے کھڑے تھے۔

"تم ابھی میرے کام کرنے کے طریقے سے واقف نہیں ہو۔" زیاد سلطان نے برسوں پہلے کہا تھا۔

"تمہاری زندگی میرے ہاتھوں ہی ختم ہو گی۔"

ماہر فرید زیر لب بڑبڑایا۔

"میری زندگی اس کے ہاتھوں ختم ہو گی۔"

اور پھر سارے سوالیہ نشان ختم ہو گئے۔ اس کے دل پہ جیسے کسی نے بھاری بوٹ رکھ دیا۔

"میری زندگی..." اس نے تیزی سے موبائل نکالا۔

"وہ مجھے نہیں مارنا چاہتا۔" مالا کا نمبر ملا کے اس نے فون کان سے لگایا۔

"وہ مالا کو مار دے گا۔ وہ میری زندگی ہے۔" اس نے خود کو خوف اور بے یقینی سے کہتے سنا تھا۔

"وہ اس شہر میں مالا کو مارنے آیا تھا۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کشمالہ مبین نے شیشے کے شوکیس پر انگلی رکھی۔ باریستا نے گردن ترچھی کر کے دیکھا۔ وہ مسکراہٹ دبائے بقلاوہ کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔

وہ جانتی تھی وہ بقلاوہ نہیں کھائے گا۔ اتنا خستہ، چکنائی اور میٹھے سے بھرا بقلاوہ، ماہر بے کے حلق سے نہیں اترے گا۔ وہ بہت سی چیزوں کی طرح اس کو بھی ادھورا چھوڑ دے گا۔ لیکن آزمانے میں کیا حرج تھا؟

وہ جب بقلاوہ اور کافی لئے اس کے اپارٹمنٹ میں آئی اور کچن کاؤنٹر پر رکھا، تب وہ باہر نکل رہا تھا۔ سوٹ، ٹائی اور بوٹس، سب پرفیکٹ تھا لیکن وہ قدرے جھنجھلایا ہوا، قدرے مضطرب تھا۔ مالا نے بہت مشکل سے خود کو مسکرانے سے روکے رکھا اور سنجیدگی سے بقلاوہ کی پیشکش کی۔ وہ اس کا ضبط دیکھ سکتی تھی۔ اسے امید نہیں تھی کہ وہ ایک بھی بائٹ لے گا۔ لیکن کم از کم ایک لقمہ اس نے ماہر کو اپنے سامنے حلق سے اتارتے دیکھ لیا تھا۔ گڈ۔

اس کے بعد ماہر اور بیربل کسی بحث میں پڑتے دکھائی دیے، تو وہ اپنے اپارٹمنٹ کی طرف آ گئی۔ بدر اٹھ چکا تھا۔ اسے اس کو ناشتا کروانا تھا اور پھر ایونٹ کی تیاری کرنی تھی۔ وہ بعد میں ٹیکسی سے بھی جا سکتی تھی۔ لیکن ماہر چاہتا تھا اس کو ذرا سی بھی تکلیف نہ ہو۔ ویسے بھی آج بارش ہونی ہی ہونی تھی۔ اور بارش میں استنبول میں ٹیکسی بہت مشکل سے ملتی تھی۔

وہ ابھی فریج سے ناشتے کی چیزیں نکال رہی تھی، جب فون بجنے لگا۔

"کشمالہ خانم؟ آپ کی کال آئی تھی، پارسل کے لیے۔"

"میں کل سے کال کر رہی ہوں۔ میرا پیکیج ابھی تک مجھے ڈیلیور نہیں ہوا۔ دو دن بعد میری شادی کا فنکشن ہے اور مجھے اپنا ڈریس چاہیے۔" نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی آواز تلخ ہو گئی۔ اتنا بڑا برانڈ جو ماہر کے کہنے پر اس نے لیا تھا۔ کیونکہ شبنم کا ماننا تھا کہ اس سے نیچے کسی ٹیگ سے اسے شاپنگ نہیں کرنی چاہیے۔ لیکن وہ وقت پہ اسے اس کا ڈریس نہیں پہنچا سکے تھے۔

"آپ کا پیکیج آج صبح ہی ڈیلیور ہو گیا تھا۔"

مالا نے چونک کے دروازے کی سمت میں دیکھا۔

"مگر مجھے کوئی پیکیج نہیں ملا۔" (کہیں انہوں نے ساتھ والے اپارٹمنٹ میں تو نہیں دے دیا؟) وہ ایک دم پریشان ہوئی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ ماہر اس ڈریس کو دیکھے۔ وہ سرپرائز تھا۔ اس شہر کے کلچر نے تھوڑا بہت اس کے اوپر اثر کر دیا تھا۔

"مجھے چیک کرنے دیں۔" سیلز مینیجر مصروف سے انداز میں کہہ رہی تھی۔ چند کیز پریس کرنے کی آواز آئی۔ دوسری طرف گھنٹی بجی۔ وہ فون کان سے لگائے دروازے کی طرف گئی۔

"آپ کا پیکیج کل شام بیربل کی بیکری میں ڈیلیور ہوا ہے۔ نشانتشی میں۔"

"واٹ؟" وہ جھنجھلا کے بیچ راستے میں رکی۔ "وہاں کیوں؟"

"آپ نے یہی ایڈریس دیا تھا۔"

"اف۔" اس نے بے اختیار ماتھے کو چھوا۔ وہ سارا وقت بیکری پہ ہوتی تھی۔ شاید اسی لیے اس نے وہ ایڈریس دے دیا تھا۔

"آپ کے نمبر پہ میں پیکیج کی تصویر بھیج رہی ہوں۔ وہ بیکری کے دروازے پر پڑا ہے۔"

اس شہر کے رائیڈرز کا اصول تھا کہ پیکیج ڈیلیور کر کے وہ دروازے پر اس کی تصویر کھینچ کے بھیجتے تھے۔ اس نے فون کان سے ہٹا کر اسکرین دیکھی۔ تصویر سامنے تھی۔ اتنا بڑا ڈبہ دروازے پر پڑا تھا۔ ابھی بارش آئی تو سب بھیگ کے تباہ ہو جائے گا۔ اس نے بے اختیار فون کان سے لگایا۔

"آپ کو مجھے انفارم تو کرنا چاہیے تھا۔"

دوسری گھنٹی بجی تو اس نے جلدی سے آگے بڑھ کے دروازہ کھولا۔ سیلز مینیجر کچھ کہہ رہی تھی لیکن مالا نے فون قدرے نیچے کر کے اس کی بات سننی چاہی۔ وہ چوکھٹ میں کھڑا اسے کچھ بتا رہا تھا۔

"میں جارہاہوں۔ بیربل تمہیں لے آئے گا۔ ورنہ گاڑی منگوالینا۔"

اس نے جلدی جلدی ساری بات سنی۔ کان پر لگے فون میں ساتھ ہی بولی۔ پھر ایک دم کچھ یاد آیا۔ ہاتھ ہلا کے ماہر کو ایک آخری تاکید کی۔ وہ سمجھ جائے گا۔ اور پھر پلٹ گئی۔

"سوری ہمیں پیکج یوں نہیں چھوڑنا چاہیے تھا۔ میں آپ کی طرف سے شکایت ریکارڈ کروادیتی ہوں۔"

"نہیں ٹھیک ہے۔ نو پرابلم۔" وہ فون کان سے لگائے پلٹ گئی۔ "لیکن کیا آپ مجھے وہ گھر پر ڈیلیور کرواسکتے ہیں؟"

"میم، اس وقت تو مشکل ہو گی۔ کیا آپ وہ خود پک کر سکتی ہیں؟"

ویک اینڈ شروع ہونے والا تھا۔ جمعے کی نماز کے ساتھ اس شہر کے سارے سست لوگ کام کرنا بند کر دیتے تھے۔ دروازہ پیچھے بند ہو چکا تھا۔ مالا نے فون کان سے ہٹایا۔ اسے خود ہی کچھ کرنا تھا۔ بیکری زیادہ دور نہیں تھی۔ بیس منٹ کی ڈرائیو۔ اس نے جلدی جلدی بدر کی چیزیں اٹھائیں۔ اس کو بستر سے نکالا۔ جب تک وہ باہر آئی، ماہر جا چکا تھا۔ بدر کو فیضی خانم کے پاس چھوڑا۔ اس کا ناشتا سمجھایا۔ بہت سی تاکید کی۔ اور سوئیٹر اور اسکرٹ کے اوپر کوٹ پہنتی، اونی اسکارف گردن کے گرد لپیٹتی، وہ تیزی سے لفٹ کی طرف بھاگی۔

ٹیکسی آسانی سے مل گئی تھی۔ ابھی بادل برسنا شروع نہیں ہوئے تھے۔ وہ جانتی تھی کہ پہلی بوند کے ساتھ جہاں زمین کے سارے کیڑے باہر آجائیں گے، وہیں ساری ٹیکسی زز زیر زمین چلی جائیں گی۔

آج سڑکوں پر رش معمول سے زیادہ تھا۔ وہ مسلسل کھڑکی کے باہر دیکھتی، پریشانی سے انگلیاں چٹخ رہی تھی۔ دروازے کے اوپر پیکیج کون رکھتا ہے؟ بارش آگئی یا کسی نے فٹ پاتھ پر پانی گرادیا، تو وہ بھیگ جائے گا۔ اس کا کامدار لباس تباہ ہو جائے گا۔ پہلے ہی ماہر کا اتنا خرچہ ہوا تھا اس پہ۔ اف۔

ٹیکسی آگے بڑھ رہی تھی۔ بہت سے ہارن۔ وائپر چلنے کی آواز۔ ٹپ ٹپ گرتے قطرے۔ اور سب میں دور کسی کونے سے آواز سنائی دینا شروع ہوئی۔

"ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔" کورس میں جیسے بہت سے لوگ بولے تھے۔ ظہیر کی آواز ان میں سب سے نمایاں تھی۔

مالا نے چونک کے دائیں بائیں دیکھا۔ وہ ٹیکسی میں اکیلی تھی۔ شیشے دھندلے ہو رہے تھے اور پانی ٹپ ٹپ گرتا جا رہا تھا۔

"ہیپی برتھ ڈے ٹو یو۔"

ظہیر کی آواز اسے کیوں سنائی دیتی تھی؟ اور یہ آواز پہلی دفعہ کب آئی تھی؟

برسوں پہلے جب اسے کال کر کے بتایا گیا تھا کہ اوشن میں آگ لگ گئی ہے۔ وہ اپنے قیمتی ڈاکومنٹس اور ڈائمنڈز بچانے کے لیے جو اوشن کے لاکر میں پڑے تھے، بھاگ کے وہاں آئی تھی۔ اور راستے میں اس نے کسی کو گاڑی تلے دے دیا تھا۔

کیا کوئی اس کی گاڑی کے نیچے آنے والا تھا؟ اس نے چونک کے ڈرائیور کو دیکھا۔

"دھیان سے چلانا۔" وہ بے اختیار بولی۔

کچھ تھا جو اس سب میں غلط تھا۔ وہ جب تک اوشن میں پہنچی تھی، تو اندر اندھیرا تھا۔ کوئی آگ نہیں تھی۔ اور پھر ایک دم سے ساری بتیاں جل اٹھی تھیں۔ اس کی سالگرہ کا کیک اس کے سامنے تھا۔ ظہیر سمیت بہت سے لوگ تالیاں بجاتے ہوئے ہیپی برتھ ڈے کہہ رہے تھے۔ وہ ٹھیک سے مسکرا بھی نہیں سکی۔ وہ جلدی میں ایکسیڈنٹ کر آئی تھی۔ اور وہ لوگ اس کو پرینک کر رہے تھے۔

"مادام؟ مادام؟" ٹیکسی ڈرائیور کے پکارنے پہ وہ چونکی۔

وہ ٹیکسی بیکری کے دہانے پر روک چکا تھا اور اب مشین سامنے کیے اسے کارڈ ٹیپ کرنے کے لئے کہہ رہا تھا۔ مالا نے گم صم سی ہو کر دروازے کے باہر دیکھا۔ شیشہ بار بار پانی کے باعث دھندلا ہو رہا تھا۔

کیا یہ کوئی پرینک تھا؟

کیا کوئی اس کی میموریز کے ساتھ کھیل رہا تھا؟

"مادام؟" ٹیکسی ڈرائیور کی آواز طیش سے بلند ہوئی۔ اس نے جلدی سے کارڈ ٹیپ کیا اور باہر نکلی۔ بوٹس سے ٹھک ٹھک چلتی وہ چند قدم آگے آئی۔ بیکری کے بند شیشے کے دروازے کے سامنے کارٹن رکھا تھا۔ وہ بھاگ کے اس کے قریب آئی۔ پنجوں کے بل اس کے سامنے رکی۔ اس کی سطح پر ہاتھ لگایا۔ وہ گیلا تھا۔

"اوہ نو۔" اس نے پرس سے چابیاں نکالیں۔ گلاس ڈور کھولا اور کارٹن دونوں ہاتھ میں اٹھائے دروازہ دھکیل کے اندر داخل ہوئی۔ دروازے کا کونا جامنی گھنٹی سے ٹکرایا۔ چھن چھن چھن۔ سناٹے میں گھنٹیاں سی بج اٹھیں۔

اندر نیم اندھیرا تھا۔ وہ کارٹن لیے سیڑھیاں چڑھتی اوپر سٹنگ ایریا میں آئی۔

یہاں پہ کھڑے ہوئے چند دن پہلے ماہر نے اپنی فیملی کے سامنے اعلان کیا تھا کہ وہ شادی کر رہے ہیں۔ اس نے ایک نظر اپنے ادھورے وال مورال کو دیکھا۔ ابھی بیکری چالو نہیں ہوئی تھی لیکن کام تقریباً مکمل ہو چکا تھا۔ لیبر اپنا کام کر کے جا چکے تھے۔ اب صرف اس کا کام رہتا تھا جس کو وہ شادی کے بعد کمپلیٹ کرے گی۔

اس نے ساری بتیاں روشن کیں۔ کوٹ اتار کے ایک طرف رکھا۔ درجہ حرارت سیٹ کیا۔ پھر جلدی سے کارٹن تک آئی۔ ایک پین کی نب سے ٹیپ کو چیرا۔ دائیں بائیں۔ اوپر نیچے۔ کارٹن کا منہ کھولا۔

اندر ایک اور باکس تھا۔ شکر۔ یقیناً لباس گیلا نہیں ہوا ہو گا۔ مالا نے باکس نکال کے سامنے رکھا۔ گہرا جامنی رنگ کا مخملیں باکس۔ اس نے کیسے سوچ لیا کہ ان کی پیکیجنگ اتنی بری ہو گی؟ اطمینان سا اس کے اندر اتر آیا۔

باکس کا ڈھکن کھولا تو اندر بٹر پیپر میں لپٹا لباس نظر آ رہا تھا۔ کسی پرفیوم کی مہک اس سے اٹھ رہی تھی۔ اس نے کھڑ کھڑاتا ہوا بٹر پیپر الگ کیا اور دونوں ہاتھوں سے آئیوری سلک کے گاؤن کو اٹھایا۔ وہ صاف اجلا سا سفید رنگ کا گاؤن تھا۔ پورے آستین اور بہت ہلکا سا کام۔ اور ساتھ اس کا veil۔ بہت خوبصورت، نفیس اور باوقار۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ اتر آئی اور آنکھوں میں پانی۔

سفید رنگ دلہنوں کے لئے خاص تھا۔ عرب، مغرب اور افریقہ میں ہر جگہ دلہنیں سفید پہنا کرتی تھیں۔ سوائے برصغیر پاک و ہند کے۔ جہاں دلہنوں نے سرخ رنگ کو اپنایا تھا۔ زیاد سے شادی پہ بھی اس نے سفید رنگ پہنا تھا۔ لیکن وہ ایک مختلف لباس تھا۔ اس دفعہ وہ کچھ اور پہننا چاہتی تھی۔ اس دفعہ ہر چیز وہ مختلف کرنا چاہتی تھی۔ اس نے بٹر پیپر احتیاط سے واپس اندر ڈالا۔ ڈھکن بند کیا۔

اور اسی پل ایک کھٹکا سا ہوا۔

مالا نے چونک کے گردن پیچھے موڑی۔

ہر طرف خاموشی تھی۔ سناٹا۔ وہ اکیلی وہاں کھڑی تھی۔

آواز بیربل کے کمرے سے آئی تھی۔

"بیربل؟ یہ تم ہو؟" اس نے پکارا تو اسے اپنی آواز کسی کھائی سے آتی سنائی دی۔

دور پس منظر میں مدھم سا ظہیر کا ہیپی برتھ ڈے ٹو یو سنائی دیا تھا۔

خطرے کا سرخ الارم اس کے اندر جلنے بجھنے لگا تھا۔

"کون ہے؟"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

فرید لار میں ایک شل ساسناٹا تھا۔ کوئی کچھ کہہ نہیں پا رہا تھا اور سب ماہر کا چہرہ دیکھ رہے تھے۔ وہ فون پہ چلاتے ہوئے چنگیز سے وہ سب کہہ رہا تھا۔ پھر فون نیچے کر کے فیضی حانم کو دیکھا۔

"وہ کہاں گئی تھی؟ کیا اس نے بتایا وہ کہاں ہے؟"

فیضی حانم نے نفی میں سر دائیں بائیں ہلایا۔

"اس نے کہا وہ اپنا پیکیج پک کرنے جا رہی ہے۔"

"وہ اپنا پیکیج کہاں سے پک کرنے گئی تھی؟ ریسیپشن سے؟ پھر وہ اوپر کیوں نہیں آئی؟"

"اس نے کہا وہ ایک گھنٹے تک آجائے گی۔"

ماہر نے جھنجھلا کے فون کان سے نیچے کیا۔ اب وہ اس ایپ کو کھول رہا تھا جو اس نے مالا کے فون میں ڈال رکھی تھی۔ اس سے وہ دونوں ایک دوسرے کو ٹریک کر سکتے تھے۔

"اس کی لوکیشن چند منٹ پہلے کی آ رہی ہے۔ سریار کے قریب۔ شاید اس کا انٹرنیٹ آف ہے۔ کیا مصیبت ہے۔" وہ جھنجھلا کے مالا کو دوبارہ کال کر رہا تھا۔ اس کا فون آف تھا۔

"بیکری۔" بیربل ایک دم بولا۔ ماہر کے ہاتھ نمبر ملاتے رک گئے۔

"وہ بیکری گئی ہو گی۔ وہ اکثر اپنے پیکجز کے لیے بیکری کا ایڈریس دیتی تھی کیونکہ سارا دن وہ وہیں ہوتی تھی۔ اس روز میرے سامنے بھی اس کو پیکجز ڈیلیور ہوئے تھے۔" بیربل سوچ سوچ کے بول رہا تھا۔

"بیکری۔ آف کورس بیکری۔ صرف وہیں سے وہ بیس منٹ میں واپس آ سکتی تھی۔" اس نے ماتھے کو چھوا۔ پھر تیزی سے باہر کو بھاگا۔ اوور کوٹ نہیں اٹھایا۔ سوٹ کا کوٹ بھی نہیں پہنا۔ اسی طرح سفید شرٹ اور ٹائی میں وہ باہر کو بھاگا تھا۔ اس وقت موسم، بارش، کسی چیز کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔

صرف ایک بات اس کو یاد تھی۔

زیاد سلطان اس شہر میں ماہر فرید کی زندگی لینے آیا تھا۔ اور اس کی زندگی کشمالہ مبین تھی۔ وہ اس کی نہیں ہو سکی، تو وہ اسے کسی کا نہیں ہونے دے گا۔

اردل باہر لابی میں ہی کھڑا تھا۔ اسے بغیر کوٹ کے نیچے آتے دیکھ کے بوکھلا کے اٹھ کھڑا ہوا۔

"چابی؟" وہ اتنی زور سے چلایا تھا کہ اردل نے بنا کچھ پوچھے گھبرا کے چابی اس کے ہاتھ میں رکھیں۔ وہ بیرونی دروازے کی طرف دوڑ گیا۔ اگلے ہی لمحے اردل نے دیکھا کہ لفٹ کے دروازے کھلے اور ٹراؤزر شرٹ پہ کوٹ پہنتا بیربل تیزی سے اس کے پیچھے دوڑتا ہوا آیا تھا۔

"میں بھی آرہا ہوں۔" اس نے پکارا تھا۔ لیکن ماہر اس کو نہیں سن رہا تھا۔ وہ اپنی کار میں بیٹھا اور زن سے اسے آگے نکال کے لے گیا۔

"اردل، میری کار لاؤ۔" بیربل نے اونچی آواز میں اسے پکارا، تو اردل کو جیسے ہوش آیا۔ وہ valet کی طرف بھاگا۔ کچھ ہوا تھا۔ کیا ہوا تھا؟ اسے نہیں معلوم۔ لیکن کچھ بہت برا ہوا تھا۔

فرید لار کے لونگ روم میں لونا بالکونی کی کھڑکی کے ساتھ کھڑی زور زور سے بھونکنے لگی تھی۔ اس کی آواز میں یاسیت بھی تھی اور رنج بھی۔ ہلال بالکل شل سی گھٹنے موڑے زمین پر بیٹھی تھی۔ گم صم۔ پریشان۔ بدر البتہ ابھی تک اپنے بلاکس کو جوڑ رہا تھا۔ پھر دفعتاً اس نے چہرہ اٹھایا۔ نگاہیں ہلال کے سفید چہرے پہ ٹھہر گئیں۔

"ماما!" اس کے منہ سے نکلا تھا۔

فیضی خانم دوڑ کے اس کے پاس آئیں۔ بے یقینی سے اسے دیکھا۔ ہلال بھی چونکی تھی۔ پھر اس کے ہونٹوں پہ بے یقین سی مسکراہٹ ابھری۔

"کیا یہ بدر نے کہا ہے؟"

فیضی حانم اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھیں اور خوشگوار حیرت سے اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لیا۔

"دوبارہ کہو، بدر۔"

وہ پھولے پھولے گالوں والا بچہ اب پلکیں جھپکاتا ان کو اسے طرح دیکھ رہا تھا۔

کچھ دیر گزری اور پھر وہ دوبارہ بولا۔

"ماما!"

لیکن اس کی آواز میں تکلیف تھی۔ وہی تکلیف جو لونا کے بھونکنے میں تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"کون ہے؟" اس نے باکس ایک طرف رکھ دیا۔ موبائل نکالا۔ سگنل نہیں تھے۔ ایسا کیسے ہو سکتا تھا؟ موبائل جیب میں ڈالا اور سہج سہج کے چند قدم آگے آئی۔

سامنے راہداری تھی جہاں بیربل کے آفس کا دروازہ تھا۔ اس کے ساتھ ہی سیڑھیاں تھیں۔ اگر بیربل کے علاوہ کوئی آفس میں موجود تھا تو اسے فوراً یہاں سے چلے جانا چاہیے۔ لیکن سیڑھیوں کا دہانہ اس آفس کے سامنے ہی تھا۔

نیچے جانے کے لیے بھی اسے اس کے قریب سے گزرنا تھا۔

ایک دم سے بہت سا خوف اس کے وجود میں سرایت کرنے لگا۔ اس نے ریلنگ پر اپنا ہاتھ رکھا۔ وہ زیادہ ٹھنڈی تھی یا مالا کا ہاتھ۔ وہ فیصلہ نہیں کر سکی۔

"کوئی ہے؟" اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا تھا۔ آواز کو اپنی طرف سے ہموار رکھا۔ دوسری جانب سناٹا تھا۔ شاید یہ اس کا وہم تھا۔ وہ ایک دم تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔ ابھی تین فٹ کا فاصلہ عبور کیا تھا کہ...

"کشمالہ۔"

مالا وہیں پہ جم گئی۔ برف کے مجسمے جیسی۔

یہ نام، یہ آواز، یہ لہجہ، وہ اس سب کو پہچانتی تھی۔

وہ اس سب کو کیسے بھول سکتی تھی؟

اس کے قدم آگے نہیں بڑھ سکے۔

دھیرے سے بیربل کے آفس کا دروازہ کھلا۔ چرچراہٹ کی آواز آئی۔ یہاں تک کہ وہ پورا کھلتا گیا۔ وہ بے یقینی سے ساکت اس جگہ کو دیکھے گئی۔

اندھیر آفس سے ایک ہیولہ سا نمودار ہوا۔ پھر وہ دو قدم آگے آیا۔

سیاہ پینٹس، سیاہ جیکٹ اور سر پر سیاہ ٹوپی پہنے، ہلکی بڑھی شیو والا زیاد سلطان اور اس کا سپاٹ چہرہ۔

یہ وہ چہرہ نہیں تھا جو اس دن ہسپتال کے فاؤنٹین کے سامنے اسے دکھائی دیا تھا۔

ہوہ چہرہ تھا جو کینیڈا میں اس فریزنگ کنٹینر میں اسے اکیلا چھوڑ کے چلا گیا تھا۔

یہ وہ چہرہ رہا تھا جس نے جدہ میں اسے قید کر کے رکھا تھا۔

وہ بے اختیار تین قدم پیچھے ہوئی۔ ہونٹ بے یقینی سے کھلے تھے اور آنکھیں وہیں ٹھہر گئی تھیں۔ ان میں الجھن تھی۔ ایک نظر اس باکس کو دیکھا۔ پھر زیاد کو۔

"میں نے اپنے اپارٹمنٹ کا ایڈریس ہی دیا تھا، لیکن تم نے یہ کیا ہے۔ تم نے مجھے یہاں بلوایا ہے ؟" وہ تعجب سے پوچھ رہی تھی۔ اسے جیسے یقین نہیں آرہا تھا۔

زیاد نے آفس کا دروازہ بند کیا اور چوکھٹ سے ٹیک لگائے، بازو سینے پر لپیٹے کھڑا اسے دیکھے گیا۔ اس کے ہاتھ میں کچھ تھا۔ بغل کے قریب۔ کچھ سیاہ سا۔

"زیاد، ہم ہر چیز کلیئر کر چکے تھے۔ پھر تم نے یہ کیوں کیا؟ تم نے اس طرح مجھے یہاں کیوں بلایا ہے ؟"

"تمہارے خیال میں، میں نے تمہیں کیوں بلایا ہے ؟"

مالا نے نفی میں سر ہلایا۔ ایک قدم پیچھے ہٹی۔ پھر دوسرا قدم۔ یہ نہیں ہو سکتا تھا۔

"اگر تمہیں مجھ سے بات کرنی تھی تو تم مجھے کال کر سکتے تھے۔"

"باتوں کا وقت ختم ہو گیا۔" اس کی آواز گیلی تھی۔ بھرائی ہوئی۔ اور آنکھیں بہت سی نفرت اور دکھ لیے ہوئے تھیں۔

"کیا مطلب باتوں کا وقت ختم ہو گیا؟ ہم ہر چیز ڈیسائیڈ کر چکے تھے۔"

"میں نے اتنے برس تمہارے لئے اتنا سب کچھ کیا، لیکن کبھی تمہیں میری محبت نظر نہیں آئی۔"

حقیقت کسی سرد لہر کی طرح دھیرے دھیرے اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سرایت کرنے لگی۔ لیکن نہیں۔ وہ یقین نہیں کر سکتی تھی۔

زیاد سلطان کچھ بھی کر سکتا تھا، لیکن وہ اپنے بیٹے کی ماں کو نہیں مار سکتا تھا۔

وہ ایک قدم مزید پیچھے ہوئی۔ ریلنگ کے دہانے پہ۔

"ہم ان باتوں سے آگے نکل آئے ہیں، زیاد۔ میں اپنی نئی زندگی شروع کرنے جا رہی ہوں۔"

"کون سی زندگی؟ میری اور تمہاری زندگی ایک ساتھ جڑی ہے۔ یا یہ ایک ساتھ چلے گی۔ یا یہ ایک ساتھ ختم ہو گی۔"

مالا نے پھر سے نفی میں سر ہلایا۔ اس کے ابرو ابھی تک تعجب اور الجھن سے اکٹھے تھے۔ وہ یہ نہیں کر سکتا تھا۔

"تم کیا چاہتے ہو؟ تم کیا کرنے آئے ہو؟"

اگر وہ اپنے منہ سے بھی کہتا کہ وہ کیا کرنے آیا تھا، تو شاید وہ یقین نہیں کر سکتی تھی۔

"میں تمہارے لئے جتنا کر سکتا تھا میں نے کر لیا۔ تمہیں بدر کو میرے ساتھ ڈھونڈنا تھا۔ ہمیں ایک فیملی بننا تھا۔ لیکن تم بدر کو ڈھونڈنے کے لئے اسی آدمی کے پاس چلی گئیں۔"

وہ آنکھوں میں بہت سا دکھ اور تپش لئے پوچھ رہا تھا۔

مالا کی نگاہیں اس کے سینے پر لپٹے بازوؤں تک گئیں۔ اس کے ہاتھ میں پستول تھا اور اس کے آگے سائیلنسر لگا تھا۔ اس نے بے یقینی سے آنکھیں زیاد کے چہرے تک اٹھائیں۔

"تم نے بدر کو اغوا کیا تھا؟"

ماہر کہتا تھا ہمیشہ کہ بدر اپنے باپ کے پاس ہے۔ وہ واحد آدمی جس کو بدر کے اغوا سے فائدہ تھا، وہ زیاد سلطان تھا۔ لیکن وہ تو اس وقت جیل میں تھا۔

یا شاید کشمالہ مبین کبھی تسلیم نہیں کر سکتی تھی کہ اس سے محبت کا دعویٰ کرنے والا شخص اس حد تک جا سکتا ہے۔

"میں نے تمہارے لئے اتنا سب کچھ کیا۔ اس حد تک گیا کہ مجھے اپنا ہی بیٹا خود اغوا کرنا پڑا۔ اور اس عالیان نے سب کچھ خراب کر دیا۔ اگر وہ نہ کرتا، تب بھی تم ماہر فرید کے پاس چلی جاتیں۔ تم نے مجھے کیوں نہیں بلایا؟ میں بھی تمہاری مدد کر سکتا تھا۔"

"تم نے بدر کو اغوا کیا تھا؟" مالا نے بے یقینی سے پلکیں جھپکائیں۔ پھر وہ سب کیا تھا؟ اس کے خواب۔ نیا سرکار۔ وہ کاٹن کینڈی مین۔ کیا وہ سب الوژن تھا؟ نظر کا دھوکہ؟

"تمہیں کبھی مجھ سے محبت تھی ہی نہیں۔ تمہارا پسندیدہ مرد ہمیشہ سے وہی تھا۔ کیف۔ ماہر۔" وہ چوکھٹ سے ٹیک لگائے کھڑا ملامت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تم کیا کر رہے ہو، زیاد؟" مالا کی نگاہ اس کے ہاتھ پہ جم گئی۔ بغل کے قریب آدھا چھپا پستول اسے دکھائی دے رہا تھا۔

"میں نے ماہر سے وعدہ کیا تھا کہ اس کی زندگی میرے ہاتھوں ہی ختم ہو گی۔ اور میں اپنا وعدہ پورا کرنے آیا ہوں۔"

اس کی آنکھیں زیاد کی آنکھوں تک اٹھیں۔ زیاد کی آنکھوں میں پانی تھا۔ بے بسی۔ نفرت۔ رنج۔

وہ ابھی تک حیران تھی۔

"تم مجھے مارنا چاہتے ہو؟"

"میں تمہیں اس سے دور رکھنا چاہتا ہوں۔"

"میں تمہارے بچے کی ماں ہوں، زیاد۔" اس نے بے یقینی سے یاد دلایا تھا۔ زیاد نے سر دائیں بائیں ہلایا۔

"لیکن ماہر سے شادی کر کے تم صرف اس کی بیوی بن جاگی۔ میں تمہیں کھو دوں گا۔ اس لیے بہتر نہیں ہے کہ میں تمہیں ابھی کھو دوں۔" اس نے سینے پر لپٹے بازو کھول دیے۔ اب دایاں ہاتھ سامنے تھا۔ سائیلنسر لگا پستول۔

مالا اس پستول کو نہیں دیکھ رہی تھی۔ اسی حیرت اور بے یقینی سے زیاد کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

"تم اپنے بچے کی ماں کو مار دو گے؟"

"میں ماہر فرید کی زندگی کو ختم کرنے جارہاہوں۔ کیونکہ تم نے میرے پاس کوئی چوائس ہی نہیں چھوڑی۔ تم یہ سب کچھ ٹھیک کر سکتی تھیں۔"

"تم اپنے ہی بچے کی ماں کو مار دوگے؟" اس کی آواز بلند ہوئی۔ تعجب کے ساتھ اس میں غصہ بھی تھا۔

"تمہارے پاس چوائس تھی، کشمالہ۔ تم، میں اور بدر، ہم ایک نئی زندگی شروع کر سکتے تھے۔ لیکن تم نے اس کو میرے اوپر چنا۔"

"تم مجھے ایک فریزنگ کنٹیئر میں مرتا ہوا چھوڑ آئے تھے۔ تم مجھے ذہنی اور جسمانی طور پہ ابیوز کر چکے تھے۔ تم نے اور تمہاری ماں نے اپنے جادوؤں سے میری زندگی اجاڑ کے رکھ دی۔ میری ماں کو مار دیا۔ کیا اب بھی تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ زندگی گزارنا چاہوں گی؟"

"میں نے جو بھی کیا، محبت میں کیا۔ محبت اور جنگ میں سب جائز ہوتا ہے۔"

"نہیں جائز ہوتا۔ کچھ بھی جائز نہیں ہوتا۔" وہ بھی اسی کے انداز میں زور سے چلائی تھی۔ آنسو کب اس کی آنکھوں سے گرنے لگے، اسے معلوم نہیں تھا۔

"مجھے کسی بھی چیز پہ افسوس نہیں ہے، زیاد۔ میں نے تم سے طلاق لی۔ اپنے بچے کو خود پالا۔ اور پھر میں نے اپنی زندگی نئے سرے سے شروع کرنے کا سوچا۔ اور اب تم گن لے کر میرے سامنے آگئے ہو اور چاہتے ہو کہ میں تمہیں منتخب کرلوں؟" وہ جیسے حیران تھی۔ بے یقین تھی۔ صدمے میں تھی۔

زیاد کے چہرے پہ بہت سی بے بسی ابھری۔

"تم اب بھی چوائس کر سکتی ہو۔"

مالا نے نفی میں سر دائیں بائیں ہلایا۔

"میں بے وقوف بھی ہوں اور بہادر بھی۔ میں کبھی بھی تمہیں منتخب نہیں کروں گی۔ میں اگلی سات زندگیوں میں بھی ماہر کو ہی منتخب کروں گی۔ کیونکہ وہ اصل مرد ہے۔ جیسے ایک مرد کو ہونا چاہیے۔ تم نے نہ مجھ سے محبت کی، نہ میری عزت کی، نہ تم نے کبھی مجھے اپنی فیملی سمجھا۔ میں صرف ایک ٹرافی تھی تمہارے لیے۔ رہا ماہر، تو وہ واقعی ہمیشہ سے میرا پسندیدہ مرد ہی تھا۔ کچھ تو تھا اس میں..." اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ زیاد نے ایک دم پستول والا بازو اس پہ تان لیا۔

مالا دو قدم پیچھے ہوئی۔ بے اختیار دونوں ہاتھ اٹھا دیے۔

"اوکے... آئی ایم سوری... آئی ایم سوری۔" اس نے تھوک نگلا۔ "میں جانتی ہوں جو میں نے کیا اس پر تمہیں دکھ ہے۔" آواز ٹوٹ ٹوٹ کے حلق سے نکل رہی تھی اور آنکھیں پستول پہ جمی تھیں۔ وہ مرنا نہیں چاہتی تھی۔

"تم مجھ سے نفرت کرتے ہو۔ تم مجھے ماہر کا ہوتا ہوا نہیں دیکھنا چاہتے۔ لیکن اگر تم مجھے مار دو گے تو بدر کا کیا ہو گا؟ وہ ہمارا بیٹا ہے۔ وہ اکیلا رہ جائے گا۔"

آنسو ٹپ ٹپ اس کے چہرے پہ پھسل رہے تھے اور دونوں ہاتھ اٹھائے کھڑی تھی۔

زیاد کا بازو اسی طرح لمبا تنا ہوا تھا اور ہاتھ ٹریگر پر تھا۔

"تم ایک سیریل کلر ہو۔ عادی قاتل۔ تم مجھے مار کے بہت آسانی سے یہاں سے بچ کے نکل جاؤ گے۔ لیکن بدر کو تم کبھی اپنے ساتھ نہیں رکھ سکو گے۔ وہ اپنی ماں کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کوئی بھی بچہ اپنی ماں کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ماں چھوڑ کے چلی جائے تو زندگی آدھی ختم ہو جاتی ہے۔ تم میری اور ماہر کی نفرت میں اپنے بچے کو اس کی ماں سے محروم کر دو گے؟"

مالا کے ہوا میں اٹھے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔ دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ چمکتے ہوئے پستول کی نال اس پہ جمی تھی۔ زیاد بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھتا پستول اس پہ تانے ہوئے تھا۔

"تم اب بھی چوائس کر سکتی ہو۔"

"میں تم سے جھوٹ نہیں بولوں گی۔ موت کے خوف سے بھی مالا جھوٹ نہیں بولے گی۔ تم مجھے چھوڑ دو تب بھی میں تمہارا انتخاب نہیں کروں گی۔ میں اور تم کبھی ایک ساتھ نہیں ہو سکیں گے۔ لیکن اگر تم نے مجھے مار دیا تو بدر اکیلا رہ جائے گا۔ تمہاری زندگی ناپائیدار ہے، زیاد۔ تم ایک ملک سے دوسرے ملک بھاگتے پھرتے رہو گے۔ تم کبھی بھی ایک بچے کو اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتے۔ ہمارا بچہ یتیم خانے میں پلے گا۔ کیا تم یہی چاہتے ہو؟"

اسے لگا کہ زیاد کا پہلو میں گرا دوسرا ہاتھ ہلکا سا لرزا ہے۔ بے اختیار مٹھی بھینچ لی۔

اس کی ہمت بڑھی۔

"بدر کا سوچو۔ تمہیں اپنے بچے کی ذرا سی پرواہ تو ہو گی۔ جیسے تم نے ایک ابیوزو بچپن گزارا۔ تمہیں مارا گیا۔ ڈانٹا گیا۔ بے عزت کیا گیا۔ وہی سب بدر کے ساتھ ہو گا اگر وہ کسی کی یتیم خانے میں بڑا ہو گا۔ اس کو محبت نہیں ملے گی۔ اور وہ پہلے ہی آٹیسٹک ہے۔" آنسو گرتے جا رہے تھے۔ اور وہ گیلی آواز میں تیز تیز بولتی جا رہی تھی۔ اس نے پہلی دفعہ اپنے منہ سے اعتراف کیا تھا کہ وہ آٹسٹک ہے۔

"میرا بیٹا بول نہیں سکتا۔ تمہاری اور میری وجہ سے۔ اس نے کبھی ماما نہیں کہا۔ میں نے کبھی اس کے منہ سے اپنا نام نہیں سنا۔ ایسے بچے کو اگر ہم دونوں چھوڑ دیں گے تو وہ کیا کرے گا، زیاد؟"

دونوں ہاتھ اٹھائے اسے محسوس ہوا کہ اس کی ہتھیلیاں کپکپا رہی ہیں۔

"تم مجھے مارنا چاہتے ہو، تو مار دو۔ تمہاری جیت ہو جائے گی۔ لیکن ہمارا بچہ ہار جائے گا۔ وہ ماں کے بغیر سروائیو نہیں کر سکے گا۔ ماں کے بغیر سروائیو کرنا آسان نہیں ہوتا۔" اس کی آواز ٹوٹ گئی۔ آنسو اتنی تیزی سے ابل رہے تھے کہ لفظ بولے نہیں جا رہے تھے۔

اس نے زیاد کی آنکھ سے آنسو نکلتے دیکھا۔ البتہ بازو اسی طرح سیدھا تنا رہا اور انگلی ٹریگر پر۔

"تم نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا، کشمالہ۔"

"ٹھیک ہے، میں نے تمہارے ساتھ بہت برا کیا۔ لیکن میں نے تمہیں معاف بھی کر دیا تھا۔ میں نے اپنی طرف سے دل صاف کر لیا تھا۔ میں تم سے نفرت نہیں کرتی، زیاد۔ میں نے تمہیں ہر چیز کے لئے معاف کر دیا تھا۔ اور اب میں اپنی زندگی بنانے جا رہی ہوں۔"

وہ بازو لمبا کیے ٹریگر پہ انگلی رکھے اسے سرخ بھیگی آنکھوں سے دیکھے گیا۔

"اگر.... اگر تمہیں واقعی مجھ سے محبت ہے، تو تمہیں میری خوشی اور میری healing کا خیال ہونا چاہیے۔ تمہیں یہ دیکھنا چاہیے کہ میں کس چیز میں خوش ہوں۔ ہم مل کے اپنے بچے کی کو پیرنٹنگ بھی کر سکتے ہیں۔ تم اس بچے کی زندگی کا حصہ رہو گے۔ اور ایک طرح سے میری زندگی کا بھی۔ چوائس تمہارے پاس ہے۔ لیکن مجھے مارنے کا گلٹ تمہیں زندہ نہیں رہنے دے گا۔ ہر چیز تمہارے لیے ختم ہو جائے گی۔ تم جب جب بدر کو دیکھو گے، تمہیں میرا چہرہ اور میرے اٹھے ہوئے ہاتھ یاد آئیں گے۔ زیاد، کیا تم اتنے بوجھ کے ساتھ زندگی گزار سکو گے؟"

وہ رو رہی تھی۔ اس کے اٹھے ہوئے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔ وہ مرنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ ایک دفعہ پھر ٹریپ تھی۔ اسے بالآخر زندگی جینی تھی۔ اس جامنی بوگن ویلیا اور پتھر کے خرگوشوں والے گھر میں۔ اسے اپنا خیمہ لگانا تھا۔ اپنے پسندیدہ مرد کے ساتھ۔ اب تو ہر چیز ٹھیک ہونے جا رہی تھی۔ پھر وہ کیوں ٹریپ ہو چکی تھی؟

زیاد راستے میں کھڑا تھا۔ سیڑھیوں کے راستے میں۔ جہاں سے گزر کے اسے بیکری سے باہر بھاگنا تھا۔ یا اگر وہ کسی طرح بیربل کے آفس میں چلی جائے تو اس کی بالکونی کے دروازے سے وہ باہر بھاگ سکتی تھی۔ اسے اس دروازے کا کوڈ نہیں معلوم تھا۔ کوڈ تو صرف بیربل کو معلوم تھا۔

پھر زیاد اندر کیسے آیا؟

کس نے غداری کی تھی؟

"تم نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا، کشمالہ۔"

اس نے زیاد کی آنکھوں سے آنسو گرتے ہوئے دیکھے۔ وہ حرکت نہیں کر سکی۔ بس وہ اسے دیکھے گئی۔ بھیگی آنکھوں اور اٹھے ہاتھوں کے ساتھ۔

"زیاد، ایسے مت کرو۔ بدر اکیلا رہ جائے گا۔ بدر کا کیا ہو گا؟"

وہ چند لمحے بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھے گیا۔

پھر بہت آہستہ سے اس نے پستول والا ہاتھ نیچے گرا دیا۔

مالا کا سانس رک گیا۔ وہ پلک تک نہیں جھپک سکی۔

زیاد نے پستول کو اپنی بیلٹ کے ساتھ اٹکایا اور زینوں کی طرف بڑھ گیا۔ ٹھک ٹھک ٹھک۔ اس کے بوٹس کی چاپ نیچے جاتی سنائی دے رہی تھی۔

وہ برف کا بھیگا مجسمہ بنی کھڑی تھی۔ دھیرے سے ہاتھ پہلو میں گرے۔ ریلنگ سے سر نکال کے جھانکا۔ بے یقینی سے۔ خوف سے۔

وہ دروازہ کھول رہا تھا۔ دروازے کی گھنٹی سے ٹکرانے کی آواز آئی۔ چھنچھناہٹ فضا میں گونجی۔ پھر دروازہ بند ہوا۔

زیاد سلطان جا چکا تھا۔

وہ اس کی جان بخش چکا تھا۔

وہ کتنی ہی دیر بے یقینی سے وہیں کھڑی رہی۔

وہ درست تھی۔ وہ اسے کبھی نہیں مار سکتا تھا۔ ماہر غلط کہتا تھا۔

جلدی جلدی اس نے ہتھیلیوں سے آنسو صاف کیے۔ باکس اسے بھول چکا تھا۔ موبائل نکال کے دیکھا۔ سگنل نہیں تھے۔ شاید زیاد نے کوئی جیمر لگایا تھا۔

وہ تیزی سے سیڑھیوں کی طرف دوڑی۔ قدموں میں جان نہیں تھی۔ ایسا لگتا تھا وہ اس کی جان نکال کر لے گیا ہے۔ بدقت ریلنگ کا سہارا لیا۔

اسے ماہر کے پاس جانا تھا۔ وہ اسے بچالے گا۔ وہ اس کے قریب ہو گی تو زیاد اسے کچھ نہیں کر سکے گا۔

وہ ڈگمگاتے قدموں سے زینے اترنے لگی۔ ایک۔ دو۔ تین۔

دروازہ قریب تھا۔

اسے ابھی تک یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ جا چکا ہے۔

وہ اس کی جان بخش چکا تھا۔

کیا درست تھا اور کیا غلط؟ سب کچھ آپس میں گڈمڈ ہو رہا تھا۔

لیکن وہ trapped تھی۔

وہ اس بیکری کے اندر ایک دفعہ پھر trapped تھی۔

وہ فریزنگ کنٹینر میں تھی۔ اور اسے باہر نکلنا تھا۔

اسے بک شیلف گرا کے باہر نکلنا تھا۔

وہ دروازے کی طرف بڑھی۔

کپکپاتے ہاتھوں سے ڈورناب کھولا۔ دروازہ گھنٹی سے ٹکرایا۔ وہ سوگوار سی جھنجھناہٹ پھر سے گونجی۔

ٹھنڈی ہوا کا تھپیڑا اس کے چہرے سے ٹکرایا۔

مالا نے بے جان قدم باہر نکالے۔

دروازہ واپس پیچھے کو آیا اور بند ہو گیا۔

وہ چوکھٹ میں ٹھنڈ میں کھڑی تھی۔ پلکیں جھپکا کے باہر دیکھا۔ بارش تیز برس رہی تھی۔ قطرے سڑک پر گر رہے تھے۔ یہ کب شروع ہوئی اسے اندر آواز نہیں آئی تھی۔

چند گاڑیاں تیزی سے سامنے سے گزر رہی تھیں۔

زیاد وہاں پہ کہیں نہیں تھا۔ وہ جا چکا تھا۔ وہ اس کی جان بخش کے جا چکا تھا۔

مگر ماہر کہاں تھا؟

وہ جانتی تھی وہ آئے گا۔ وہ اسی سمت میں دیکھ رہی تھی۔ اسے ہمیشہ پہلے سے معلوم ہو جاتا تھا۔ آج بھی ہو گیا تھا۔

شیشے کے دروازے کے سامنے کھڑی ٹوپی پہنے کھڑی لڑکی نے دیکھا۔

دور سامنے پارکنگ میں ماہر کی سیاہ کار تیزی سے رکتی دکھائی دی تھی۔

سڑک کے پار وہ دروازہ کھول کے باہر نکلا۔ بنا کوٹ کے سفید شرٹ پہنے۔ اس نے بیکری کو دیکھا۔ چہرے پہ ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور بال بکھرے ہوئے تھے۔ مالا پہ نگاہ پڑی تو جیسے سکون کا سانس ہونٹوں سے خارج ہوا۔ اس نے ماہر کے ہلتے ہوئے ہونٹ دیکھے۔ آنسو پھر سے آنکھوں سے ٹپکنے لگے۔ وہ اس کا نام لے رہا تھا۔ اب وہ اس کی جانب بڑھ رہا تھا۔

بیکری گلی کے کارنر پر تھی۔ تین سڑکیں وہاں تین طرف سے نکلتی تھیں۔

بائیں طرف سے ماہر اس کی طرف آ رہا تھا۔

اور تب کشمالہ نے دیکھا۔

ایک لمحے کے لیے۔

سامنے سیدھ میں ایک نیلی جیپ کھڑی تھی۔

اس کی ہیڈ لائٹس روشن تھیں۔

اسے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا سیاہ ٹوپی والا زیاد سلطان دکھائی دیا۔ اس کے ہاتھ اسٹیئرنگ وہیل پر تھے۔

مالا کے آنسو تھم گئے۔ آنکھیں پلک جھپکنا بھول گئیں۔

وہ شیشے کے دروازے کے سامنے کھڑی تھی۔ بالکل ساکت برف کے مجسمے کی طرح۔

بس ایک لمحے کی بات تھی۔

ایک لمحہ لگتا ہے ہر چیز پلٹنے میں۔

اس نے تیز ہیڈ لائٹس دیکھیں۔

اس نے تیزی سے جیپ کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا۔

اتنی تیزی سے کہ وہ ہل نہیں سکی۔

اور اس نے دور کہیں سے ماہر کو پکارتے سنا۔

نیلی جیپ کسی طوفان کی طرح اس سمت میں آئی تھی۔

کشمالہ نے دونوں بازو چہرے کے آگے کر لیے۔

اگلے ہی لمحے وہ جیپ اسے روندتی ہوئی بیکری کے اندر داخل ہو گئی۔

چھناکے سے بہت شیشے ٹوٹے۔

جامنی گھنٹی زور سے فرش پر آ گری۔

ہر طرف کرچیاں تھیں۔

چیخیں تھیں۔

اور بہت سا خون۔

بس ایک کار کریش۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ماہر نے کار بیکری سے دور سڑک کے کنارے کھڑی کی تھی۔

آگے پارکنگ نہیں تھی اور اس وقت اسے کار اٹھائے جانے کی پرواہ نہیں تھی۔

وہ تیزی سے ڈرائیونگ ڈور سے باہر نکلا۔ نگاہ بیکری کے دروازے تک گئی۔

رستی بارش اور گیلی سڑک کے پار وہ دیکھ سکتا تھا۔

مالا دروازے پہ کھڑی تھی۔ ٹوپی پہنے، سفید سویٹر اور بھورے اسکرٹ والی لڑکی۔

اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر گلابی ہو رہا تھا۔

اس کی نگاہ بھی وہیں اٹھی تھی۔

ماہر کو دیکھ کے آنسو تیز ہو گئے تھے۔

وہ ٹھیک تھی۔ وہ اس کے سامنے کھڑی تھی۔ بس چند فٹ کے فاصلے پر۔

اور وہ رو رہی تھی۔

اس کو دیکھ کے لگا کہ جیسے اس کی ساری زندگی مکمل تھی۔

ایک سکون کا سانس اس کے ہونٹوں سے خارج ہوا۔ اس نے مالا کے ہلتے ہونٹ دیکھے۔ بنا آواز کے اس نے پکارا تھا ۔ماہر۔ وہ رو رہی تھی۔ اور جیسے وہ تھک چکی تھی۔

اسے لگا اگر وہ آگے نہیں بڑھے گا تو وہ وہیں کھڑے کھڑے نڈھال سی گر جائے گی۔

اس نے دروازہ بند کیا اور تیزی سے اس طرف قدم بڑھائے۔

آسمان سے برستا پانی اس کے بالوں اور سفید شرٹ کو لمحوں میں بھگو گیا تھا۔

ابھی اس نے چار قدم بڑھائے ہی تھے کہ اس ایک لمحے میں کچھ ہوا۔

ایک تیزی سے آتی نیلی جیپ۔

اسے صرف کن انکھیوں سے جھلک دکھائی دی۔

ایک لمحہ۔ ایک لمحہ کچھ نہیں ہوتا۔

اور ایک لمحہ بہت کچھ ہوتا ہے۔

ماہر نے اگلا قدم بڑھایا بھی نہیں تھا جب کسی بے مہار ہاتھی کی طرح وہ دیو ہیکل جیپ فل اسپیڈ سے مالا تک آئی۔

اس ایک لمحے میں اس نے صرف مالا کا چہرہ دیکھا۔ جو اپنی جگہ سے ہل نہیں سکی تھی۔ بس اس کے جسم نے ریفلیکس ایکشن کے طور پہ دونوں بازو چہرے کے آگے کر لیے تھے۔

وہ چلا بھی نہیں سکا۔

ایک چیخ تھی جو حلق میں گھٹ گئی تھی۔

وہ سڑک کے وسط میں تھا۔ قدم زنجیر ہو چکے تھے۔

اور شیشوں کے ٹوٹنے کا دھماکہ ہر شے پہ بھاری تھا۔

اس نے جیپ کو شیشے کے دروازے میں گھستے دیکھا۔ ایسے کہ دروازہ چھناکے سے ٹوٹ گیا۔

اس نے جیپ کے کھلتے ہوئے ائیر بیگز دیکھے۔

اس نے اپنے قدموں کو تیزی سے بیکری کے ٹوٹے ملبے کی طرف بھاگتے دیکھا۔

کرچیاں۔ لکڑی کے ٹکڑے۔ چیخوں کی آواز۔

وہ دوڑتے ہوئے بیکری کے کھلے دہانے سے اندر آیا۔ گردن دائیں بائیں موڑی۔ ہر طرف دھواں تھا جو شاید جیپ کے انجن سے نکل رہا تھا۔ وہ وہیں رکی کھڑی تھی۔

ٹوٹی ہوئی گھنٹی اس کے پیر سے ٹکرائی۔ وہ لڑکھڑا کے گرا۔ گھٹنے زمین پر لگے اور دونوں ہاتھ بھی۔ بہت سی کرچیاں جلد میں پیوست ہوتی محسوس ہوئیں۔ لیکن اس کا جسم بھی ویسے ہی شل تھا جیسے ذہن۔ اسے لگا وہ دوبارہ اٹھ نہیں سکے گا۔ لیکن اسے اٹھنا تھا۔

اسے اس کو ڈھونڈنا تھا۔

سفید سوئیٹر اور بھورے اسکرٹ والی لڑکی کو۔

وہ ہتھیلیوں سے زمین پر زور دیے اٹھ کھڑا ہوا۔ کرچیاں ہاتھوں میں پیوست ہوئیں۔ خون بہنے لگا۔ وہ لنگڑاتا ہوا چند قدم آگے آیا۔ اور وہیں وہ اسے نظر آگئی۔ وہ سر کے بل زمین پر گری تھی۔

ماہر کی حلق میں دبی چیخ دوبارہ نہیں نکل سکی۔

وہ اسی طرح بے یقینی سے، حیرت سے قدم قدم چلتا اس کے قریب آیا۔

پھر گھٹنوں کے بل وہیں بیٹھتا چلا گیا۔

وہ پلک نہیں جھپک پا رہا تھا۔ حیران، شل نگاہیں اس کے وجود پہ جمی تھیں۔

وہ سر کے بل گری تھی۔ ٹوپی کہیں دور جا گری تھی۔ سفید سوئیٹر کے وسط میں بہت سا خون تھا۔ اور ایک ٹوٹا شیشے کا ٹکڑا جو اس کی گردن میں لگا تھا۔ اس کے باعث وہ تھوڑی سیدھی نہیں کر سکتی تھی۔ دھیرے دھیرے سانس لیتی وہ چھت کو دیکھ رہی تھی۔ ماہر نے انہی شل نظروں سے اسے دیکھا۔

وہ گھٹنوں کے بل اس کے سر کے قریب بیٹھا تھا۔ اس کا جسم کچھ بھی کرنے سے انکاری تھا۔ نہ ہاتھ ہل رہے تھے۔ نہ حلق سے آواز نکل رہی تھی۔

وہ دیکھ سکتا تھا کہ اس لڑکی کے سر کے پیچھے سے خون نکل کے ارد گرد ایک تالاب بنا رہا تھا۔ خون کہاں کہاں سے نکل رہا تھا؟ وہ کہاں کہاں ہاتھ رکھ کے اس کا بہاو روک سکتا تھا؟ اس کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ ذہن بالکل سن تھا۔ اور ہاتھ اٹھنے سے انکاری تھے۔

وہ سبز آنکھیں چھت پہ جمی تھیں۔ پلکیں جھپکاتی اس کی سانس سے خراہٹ کی سی آواز آ رہی تھی۔ ہونٹ بار بار کپکپاتے تھے۔ اس نے نگاہیں دھیرے سے موڑی تھیں۔ ساکت سا ماہر فرید گھٹنوں کے بل اس کے ساتھ بیٹھا تھا۔ سفید شرٹ اور ہاتھوں پہ خون تھا۔ اور وہ کسی برف کے مجسمے کی طرح اسے دیکھ رہا تھا۔

اس کی سبز آنکھوں میں پانی بھر رہا تھا۔ اس نے ہونٹ بدقت ہلائے۔ لیکن کوئی آواز نہیں نکلی۔ بس آنکھ میں پانی جمع ہوتا گیا۔ ایک آنسو آنکھ سے نکل کیکنپٹی سے لڑھکتا بالوں سے رستے خون میں گم ہو گیا۔

اس آنسو میں بہت کچھ تھا۔

وہ تین بہن بھائی ایک فربہہ عورت کے ساتھ لگے کھڑے تھے۔ اور وہ آدمی پاسپورٹ اور بیگ لیے ائیر پورٹ پر آگے بڑھ رہا تھا۔ اس کا باپ اسے چھوڑ کے رزق کی تلاش میں سعودی عرب چلا گیا تھا۔ اور پھر وہ اس فیملی کا باپ بن گئی تھی

وہ تیزی سے کار ڈرائیو کر رہی تھی... اوشن میں آگ لگی تھی اور اسے اپنی قیمتی چیزوں کے لیے اوشن پہنچنا تھا... جب سامنے ایک آدمی بونٹ سے آ ٹکرایا تھا...

وہ مری ہوئی فاختہ اس کے ہاتھوں میں تھی اور وہ ناخنوں سے مٹی کھود رہی تھی...

وہ تینوں ایک ہی رضائی میں ماں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ درمیان میں مونگ پھلی رکھی تھی۔ اس نے جرابیں نہیں پہن رکھی تھیں اور پیر ٹھنڈے تھے، اور ماہی کے پیر گرم تھے...

ماں کروٹ کے بل سوئی تھیں۔ وہ صبح اٹھ کے ان کی طرف آئی تھی۔ ان کا چہرہ سفید تھا۔ وہ جا چکی تھیں۔

اس نے بک شیلف اس آدمی پر زور سے دھکیلا تھا۔ وہ اس کے سر پر ٹوٹا تھا۔ ہر طرف لکڑی کے ٹکڑے تھے...

وہ ناخنوں سے مٹی کھود رہی تھی۔ انگلیاں گرد آلود ہو چکی تھیں۔

ٹھنڈی فاختہ کو اس نے گڑھے میں ڈال دیا تھا۔

اب وہ اس کے اوپر مٹی ڈال رہی تھی۔

بالآخر وہ trapped نہیں تھی۔

بالآخر فاختہ آزاد تھی۔

اس نے مالا کی آنکھ سے لڑھکتا آنسو بالوں میں گم ہوتے دیکھا۔ بہت سی آوازیں پس منظر میں آ رہی تھیں۔ پولیس کے سائرن جو اس کی اطلاع پہ ایمبولینس سے پہلے آئے تھے۔ کہیں بیربل کی آواز بھی تھی۔ لوگ چیخ رہے تھے۔ دوڑتے قدم اندر آ رہے تھے۔ اور وہ اسی طرح بیٹھا تھا۔ شل۔ بے یقین۔ الجھن بھرا چہرہ لیے اسے دیکھ رہا تھا۔

"فارنز... فی میل... ارلی تھرٹیز... کار کریش..." پیرامیڈک پولیس والے کو اطلاع کر رہی تھی۔ دو لوگ کشمالہ کے اوپر جھکے تھے۔ وہ اس کو اسٹریچر پر ڈال رہے تھے۔ کسی نے گردن میں پیوست شیشے کا بڑا سا ٹکڑا کھینچ نکالا تھا۔ خون کا فوارہ ماہر کے اوپر آیا تھا۔ اس کے چہرے پر۔ شرٹ پر۔

"کیا وہ زندہ ہے؟" ایک پولیس اہلکار اونچی آواز میں پوچھ رہا تھا۔

پیرامیڈک نے ہاتھ سے اس کی نبض کو چھوا۔

ایکدو اس نے ہر نبض کو چھوا تھا۔

پھر چہرہ اٹھا کے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں۔ وہ مر چکی ہے۔" پھر کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی۔

"ٹائم آف ڈیتھ... ایک بج کر چالیس منٹ۔"

اب وہ اس کے خون آلودوجود کو اٹھا کے اسٹریچر پر ڈال رہے تھے۔

"مجھے ایک باڈی بیگ چاہیے۔" پیرامیڈک اسی طرح چلا کے ہدایات دے رہی تھی۔

اور وہ گھٹنوں کے بل بیٹھا انہی شل نظروں سے ان سب کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی شرٹ پانی اور خون سے بھیگی تھی۔ کسی نے اس کے کندھوں پر کچھ ڈالا تھا۔ گرم کمبل۔ یا شاید کوٹ۔ لیکن سردی، پانی، ہر چیز کا احساس ختم ہو چکا تھا۔

"اٹھو، ماہر۔" کوئی اس کو بازو سے پکڑ کے اٹھا رہا تھا۔ بہت سا شور تھا۔ آوازیں۔ ایمبولینس کے سائرن۔

اس نے ششدر سا چہرہ اٹھا کے اس شخص کو دیکھا۔ گھنگھریالے بالوں والا، گردن میں چین پہنے، کان میں بالی والا نوجوان ساتھ ہی کچھ کہہ رہا تھا۔

"ہم اس کے ساتھ ہاسپٹل جائیں گے۔" پیچھے سے کسی نے پکارا تھا۔

"وہ مر چکی ہے۔ لیکن ڈیڈ باڈی کی تصدیق کے لیے آپ کو ہمارے ساتھ چلنا..."

"اٹھو، ماہر۔"

اس نے خود کو کھڑے ہوتے دیکھا۔ پنڈلیوں میں بھی بہت سی کرچیاں چبھی تھیں۔ کوٹ کندھوں سے پھسل کے نیچے گر گیا۔ کسی اور نے اس کا کوٹ پھر سے درست کیا تھا۔

وہ اجنبی نظروں سے ان سب کو دیکھ رہا تھا۔ کچھ بھی ذہن میں رجسٹر نہیں ہو رہا تھا۔ فرش پر خون تھا۔ پولیس والے گھٹنوں کے بل جھکے تصویریں لے رہے تھے۔ جگہ جگہ نمبرز لگا رہے تھے۔ نمبرز جو کبھی جھوٹ نہیں بولتے تھے۔

وہ اس کے وجود کو باڈی بیگ میں ڈال رہے تھے۔

پھر کسی نے زور سے زپ کھینچی۔

سیاہ بیگ کی زپ پیروں سے بند کرنا شروع کی۔ ماہر کی نگاہیں زپ پہ ٹھہر گئیں۔ زپ اوپر آتی گئی۔ یہاں تک کہ اس کے چہرے کے اوپر سے بیگ بند کرتی کونے تک چلی گئی۔ بھورے بالوں کی ایک لٹ زپ میں پھنس گئی تھی۔ جو بیگ سے باہر نکل رہی تھی۔ وہ اس کو دیکھے گیا۔ بیگ اسٹریچر پر ڈالے وا سے دھکیل رہے تھے۔ وہ بالوں کے اس پھنسے ہوئے ٹکڑے کو دیکھ رہا تھا جس سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے۔

ہر چیز سلو موشن میں ہو رہی تھی۔ کسی گونگی فلم کی طرح۔

ایک دھند سی تھی جو ماہر کی آنکھوں کے آگے چھائی تھی۔

ہر طرف دھواں تھا۔

وہ دھواں چھٹا تو اس نے سر جھکا کے خود کو دیکھا۔

وہ ایک سرد کاریڈور میں بینچ پر بیٹھا تھا۔ دونوں ہاتھوں پر بینڈیج بندھے تھے۔ آستینوں سے لگتا تھا اس نے کوٹ پہن رکھا ہے۔ اس نے چہرہ اٹھا کے دائیں بائیں دیکھا۔

کاریڈور میں بہت سے لوگ تھے۔ دیواروں سے ٹیک لگائے۔ بینچ پر بیٹھے۔ دائیں بائیں ٹہلتے۔

وہ ان میں سے کسی کا چہرہ نہیں پہچانتا تھا۔ شاید وہ ان میں سے سب کو پہچانتا تھا۔

ایک دیوار سے گھنگھریالی پونی والا نوجوان ٹیک لگائے چہرہ ہاتھوں میں گرائے کھڑا تھا۔ بار بار نفی میں سر ہلاتا۔

پھر دور سے کوئی آتا دکھائی دیا۔ قدموں کی چاپ۔ ماہر نے اس طرف نہیں دیکھا۔ وہ سامنے دیکھتا رہا۔ ایک اہلکار چلتا ہوا اس کے قریب آیا۔

گھنگھریالی پونی والا نوجوان آگے بڑھا۔ اہلکار کو بازو سے تھاما اور ایک طرف لے گیا۔

وہ اسی طرح شل سامنے دیکھے گیا۔ سماعتوں میں آوازیں گونج رہی تھیں۔

"مجھے بتائیں۔ اس سے بات مت کریں۔ وہ شاک میں ہے۔"

آواز قدموں کی چاپ کے ساتھ دور جارہی تھی۔ پلاسٹک کے پیکٹ کی کھڑکھڑاہٹ کی آواز آئی۔

"یہ وکٹم کے پرسنل effects ہیں۔ ہمیں ان کی ضرورت نہیں ہے۔"

بیربل نے پیکٹ تھاما۔ اس میں کچھ چیزیں دکھائی دے رہی تھیں۔ کراس باڈی بیگ۔ ٹوٹا ہوا فون۔ اور ایک فاختہ والا لاکٹ۔

"تھینک یو۔" کسی نے زور سے بیربل کے ہاتھ سے وہ پیکٹ کھینچا۔ اس نے چونک کے دیکھا۔ زارا پولیس والے کو شکریہ کہتی تیزی سے پیکٹ کی زپ لاک کھول رہی تھی۔ مٹھی اندر ڈالی۔ نوچ کے فاختہ والا لاکٹ نکالا۔ پیکٹ بند کیا اور اسے بیربل کے ہاتھوں میں تھمایا۔ وہ انہی نظروں سے اسے دیکھے گیا تو زارا نے کندھے اچکائے۔

"جو میرا ہے وہ میرا رہے گا۔"

"تم چلی جاؤ یہاں سے۔ اس سے پہلے کہ میں ماہر کو بتا دوں تم نے کیا کیا ہے۔"

اس کی دبی دبی غصے والی آواز اس شل بیٹھے مجسمے کو کہیں نہ کہیں سنائی دے رہی تھی۔

"میں نے کیا کیا ہے؟ یہ ایک ایکسیڈنٹ تھا۔"

"میرے کمرے کا پاس کوڈ صرف فیملی کو معلوم تھا۔ تمہیں معلوم تھا۔ اور مالا نے کس ڈیزائنر کو ڈریس دیا تھا، وہ بھی تمہیں معلوم تھا۔ تم نے اس کے پیکیج کی ڈلیوری چینج کروائی تھی۔"

"اوہ پلیز۔ تمہیں لگتا ہے زیاد سلطان جیسے ماہر سیریل کلر کو میری مدد کی ضرورت ہو گی اور وہ چیزیں خود سے نہیں کر سکے گا؟"

"Exactly۔ اسے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں تھی، زارا۔ وہ صرف تمہیں اس خون میں شریک کرنا چاہتا تھا۔ Please leave."

مکھیوں کی بھنبھناہٹ جیسی آواز اسے سنائی دے رہی تھی۔

وہ کندھوں پر کمبل ڈالے گیلے بالوں اور خون آلود شرٹ کے ساتھ بینچ پر بیٹھا سامنے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے ہیلز کی آواز سنی۔ لانگ بوٹس والی ٹانگیں قریب آئیں۔ اس کے ساتھ بینچ پر وہ بیٹھی۔ اس کا پرفیوم فضا کو معطر کر گیا۔ وہ اس کے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کے کہہ رہی تھی۔

"ماہر، میں تمہارے ساتھ ہوں۔ آئی ایم سو سوری جو بھی ہوا۔ میں پھر آؤں گی۔" زارا نرمی سے کچھ کہہ رہی تھی۔ ہاتھ اس کے گھٹنے پر تھا جہاں کرچیاں چبھی تھیں۔ اسے بالآخر درد محسوس ہونے لگا تھا۔ مگر وجود میں کوئی حرکت نہیں ہوئی۔ پھر لانگ بوٹس اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کی دور جاتی چاپ سنائی دینے لگی۔

دوسری طرف سے کوئی اور اس کے قریب آ کے بیٹھا تھا۔ سلیولیس جیکٹ اور مونچھوں والا آدمی۔ کیا وہ اس کو پہچانتا تھا؟

"تم درست تھے۔ زیاد سلطان نے اسائمنٹ اپنی قید کے دوران ہی مکمل کر لی تھی۔ جن دنوں بدر کو گلاطہ ٹاور میں کینڈی مین ملا تھا، ان دنوں زیاد سلطان استنبول میں ہی تھا۔ بدر کو اغوا کرنے کے بعد وہ حکومتی معاہدے کے مطابق جیل واپس چلا گیا۔ ایسی ڈیلز حکومتیں وقت پہ ظاہر نہیں کرتیں۔ جب اس کی رہائی کا وقت آن پہنچا تو اس نے ظاہر کیا کہ وہ اب اسائمنٹ کرنے لگا ہے۔ حالانکہ ہر چیز وہ وقت پہ پہلے ہی کر چکا تھا۔ اس نوجوان جادوگر نے ہمیں بدراہ کیا اور ہم غلط سمت میں چل پڑے۔ اگر ہم سارا فوکس تمہاری حفاظت پہ نہ لگاتے تو شاید ہم مالا کو بچا لیتے۔"

"کوئی کسی کو نہیں بچا سکتا۔" ماہر نے خود کو کہتے سنا۔ بھوری آنکھیں سامنے دیوار پہ جمی تھیں۔ پھر اسے محسوس ہوا کہ اس آدمی کا بھاری ہاتھ اس کے کندھے کو تھپک رہا ہے۔

"جیپ سے بیکری پہ چڑھائی کرنے کے بعد سی سی ٹی وی فوٹیج کے مطابق اس کی کار کے ایئر بیگز کھل گئے تھے، جن کے باعث وہ زیادہ زخمی نہیں ہوا تھا۔ چند لوگوں نے اسے کار سے نکل کے پچھلی گلی کی طرف بھاگتے دیکھا تھا۔ اس کی ٹانگ سے خون بہہ رہا تھا۔ لیکن وہ اتنا زخمی نہیں تھا کہ بھاگ نہ سکتا۔ تب سے اس کا کوئی پتا نہیں ہے۔ اس کی کار سے صرف ایک جیمر ملا ہے، جس کی وجہ سے مالا وقت پہ کسی کو کال نہیں کر سکی تھی۔ کار رینٹل تھی۔ اس نے جعلی شناخت استعمال کی تھی۔ اس کے علاوہ اس کا کوئی نام ونشان نہیں ملا۔ ہر دفعہ کی طرح زیاد سلطان پھر سے غائب ہو چکا ہے۔"

وہ دھند پھر سے چھانے لگی۔ کسی سلو موشن بنا آواز کے فلم کی طرح۔ دنیا پھر سے گونگی ہو گئی۔

دور کہیں ایک اور عمارت میں وہیل چیئر پر بیٹھا بوڑھا شخص عینک لگائے ایک کتاب پڑھ رہا تھا۔ عمار تیزی سے بھاگتا اس کے قریب آیا۔ ہاتھ میں فون تھا جس پہ کال جاری تھی۔

عبد المالک فرید نے چہرہ اٹھا کے اسے دیکھا۔ دھیرے سے عینک اتاری۔ وہ پلک تک نہ جھپک سکے۔ وہ پھولی سانسوں کے درمیان رک رک کے بتا رہا تھا۔ عینک ان کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ گود میں جا گری۔ کتاب بند کر دی۔ ہاتھ سے پیشانی کو چھوتے ہوئے آنکھیں بند کر کے چہرہ جھکا دیا۔ پلکیں بھیگ گئیں۔ عمار پنجوں کے بل سامنے بیٹھا بوکھلائے ہوئے انداز میں تفصیلات بتا رہا تھا۔ تب انہوں نے چہرہ اٹھایا۔ کریلے کے خول جیسی جھریوں والا چہرہ۔

"تمہیں معلوم ہے تم نے کیا کرنا ہے۔" انہوں نے خود کو کہتے سنا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

دھند بڑھتی جا رہی تھی۔

ماہر نے پلکیں جھپکائیں۔

اب کے وہ چھٹی تو سامنے دور تک پھیلا سبزہ زار تھا۔ گھاس پر بنی اونچی نیچی قبریں۔

اور وہ ایک کے سامنے کھڑا تھا۔ اس پہ کچی مٹی تھی اور تازہ جامنی پھول رکھے تھے۔ جامنی پھول اور سبز پتے۔

وہ گرے سوٹ میں ملبوس تھا۔ بال جیل سے پیچھے سمیٹتے تھے۔ چہرہ پہلے سے کمزور اور بے رونق تھا اور آنکھیں اس کے کتبے پہ لگی تھیں۔

اس کے پیچھے لوگ مڑ مڑ کے واپس جا رہے تھے۔ ایک طرف گھنگھریالے بالوں والی لڑکی ایک بچے کا ہاتھ پکڑے وہاں سے پلٹ رہی تھی۔ ایک بوڑھی ملازمہ ان کے ساتھ تھی۔

ایک وہیل چیئر پر بیٹھا بوڑھا آدمی قبر سے رخ موڑے درختوں کی سمت دیکھ رہا تھا۔ اس کا سوٹ میں ملبوس ملازم اس کے پیچھے کھڑا تھا۔

ماہر ان سب کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ صرف ہاتھ باندھے کھڑا اس قبر کے کتبے کو دیکھ رہا تھا۔ اس پر لکھا نام۔ اس پر درج تاریخیں۔

ٹائم آف ڈیتھ۔ ایک بج کر چالیس منٹ۔

اس نے محسوس کیا کہ کوئی اس کے ساتھ آ کھڑا ہوا ہے۔ ماہر فرید نے چہرہ اس طرف موڑا۔

وہ گرے بھاری کوٹ والی لڑکی تھی۔ چھوٹے باب کٹ بال، رو رو کے متورم آنکھیں اور سرخ ہوتی ناک، گرم اسکارف چہرے اور گردن کے گرد لپیٹے، وہ قبر کو نہیں دیکھ رہی تھی۔ وہ بہت سی ملامت لیے اس کو دیکھ رہی تھی۔

"یہ سب آپ کی وجہ سے ہوا ہے۔ آپ کو میری بہن کا خیال رکھنا چاہیے تھا۔ آپ کو اسے بچانا تھا۔ آپ نے اس کو بچانے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن آپ نے اس کے لیے کچھ نہیں کیا۔"

وہ انہی بے تاثر آنکھوں سے اسے دیکھے گیا۔

"کوئی کسی کو نہیں بچا سکتا، ماہی۔"

لڑکی نے گیلی سانس ناک سے کھینچی۔ نفی میں سر ہلایا۔

"اس نے آپ کی زندگی پیچیدہ نہیں بنائی تھی۔ آپ نے اس کی زندگی پیچیدہ بنادی۔ آپ کی ضد میں زیاد نے یہ سب کچھ کیا ہے۔ میری بہن کا مجرم صرف اور صرف ماہر فرید ہے۔"

اس نے کچھ نہیں کہا۔ بس اسے دیکھے گیا۔ وہ اب گیلی بلند آواز سے کہہ رہی تھی۔

"میں بدر کو یہاں نہیں رہنے دوں گی۔ میں اس کو واپس لے کر جاؤں گی۔"

"مالا نے مجھے اس کا گارڈین مقرر کیا تھا۔ وہ میرے ساتھ رہے گا۔" اس نے خود کو کہتے سنا۔ اس کی آواز کسی پتھر کی طرح سخت تھی۔

وہ لڑکی مسلسل نفی میں سر ہلا رہی تھی۔

"میں دنیا کی ہر عدالت میں جاؤں گی۔ اور میں اپنے بچے کو اس کی فیملی کے پاس واپس لے کر جاؤں گی۔ آپ مالا کے کچھ نہیں لگتے۔ آپ کا اس بچے پر کوئی حق نہیں ہے۔ وہ ہمارا بچہ ہے۔ وہ میرے بچوں کے ساتھ بڑا ہو گا۔" وہ چلا رہی تھی۔

ماہر چند لمحے اسے اسی طرح دیکھے گیا۔ پھر چہرہ واپس قبر کی طرف موڑ لیا۔

"میں بدر کو نہیں دوں گا۔"

وہ ابھی تک غصے سے کچھ کہہ رہی تھی۔ پھر وہ پلٹ گئی۔ تب اس نے گھاس پہ بے چاپ قدموں کی آواز سنی۔ ہر آواز اب بہت بڑی ہو کے سنائی دیتی تھی۔ لمبے گھنگھریالے بالوں اور بے نور آنکھوں والی لڑکی اس کے ساتھ آ کھڑی ہوئی۔

"وہ کیوں کہہ رہی ہے کہ وہ بدر کو ساتھ لے جائے گی؟" اس کی آواز میں پریشانی تھی۔

"کیونکہ وہ غصے میں ہے۔" وہ قبر کے کتبے کو دیکھ رہا تھا۔ اس پر مالا کے نام کے اوپر ایک فاختہ بنی تھی۔

"غصے میں؟"

"Grief کے پانچ stages ہوتے ہیں۔ انکار۔ غصہ۔ سودا۔ ڈپریشن۔ اور قبولیت۔ وہ دوسرے اسٹیج پہ ہے۔"

قبرستان میں خاموشی چھا گئی۔ دور کہیں پرندوں کا کوئی اداس غول اڑ رہا تھا۔

"میں سمجھی تھی بدر اور میں ساتھ بڑے ہوں گے کیونکہ آپ دونوں ہمیشہ ساتھ رہیں گے۔ آئی ایم سوری، ماہر بھائی، میں اپنے اشارے کو غلط سمجھی تھی۔"

ماہر نے نفی میں سر ہلایا۔

"کوئی مستقبل نہیں جانتا، ہلال۔"

دھند پھر سے چھانے لگی۔ یہاں تک کہ وہ قبرستان کے سارے درختوں اور قبروں کے کتبوں کے اوپر کسی کمبل کی طرح بیٹھ گئی۔

اس نے پلکیں جھپکائیں۔

دھند چھٹ گئی تھی۔

وہ تیز قدموں سے ایک راہداری میں چل رہا تھا۔ عمار اس کے ساتھ تھا۔ وہ ایک پرانا ویئرہاس تھا۔ جس کے دروازے کے قریب رک کے عمار اس کی جانب پلٹا تھا۔

سوٹ میں ملبوس پتھریلے چہرے والے ماہر فرید کو دیکھ کے عمار نے گہری سانس لی۔

"یہ مالک صاحب کا حکم تھا۔ جب تک وہ زندہ ہیں، میں ان کا حکم نہیں ٹال سکتا۔" اس نے جیسے ماہر کو متنبہ کیا تھا۔ ماہر نے ابرو اٹھایا۔

"دروازہ کھولو۔"

عمار نے ڈور ناب گھمایا اور دروازہ کھولا۔

سامنے ایک کمرہ تھا۔ بہت بڑا نہیں۔ سرمئی دیواریں۔ کاٹھ کباڑ۔ ایک وہیل چیئر کمرے کے وسط میں رکھی تھی۔ تین باوردی مسلح آدمی دائیں بائیں کھڑے تھے۔

وہیل چیئر پر عبد المالک فرید بیٹھے تھے۔ ان کا رخ سامنے کی جانب تھا۔ ماہر نے ان کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا۔ مالک فرید سے چند فٹ کے فاصلے پر گھٹنوں کے بل ایک آدمی بیٹھا تھا۔ اس کے ہاتھ پیچھے کو بندھے تھے اور شاید پیر بھی۔ اس کے منہ پر ٹیپ تھی اور وہ سر جھکائے ہوئے تھا۔

ماہر کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں ابھرا۔ وہ قدم قدم چلتا عبد المالک فرید کے ساتھ والی خالی کرسی تک آیا۔

سوالیہ نظروں سے پہلے ان کو دیکھا۔ پھر سامنے بندھے ہوئے بے بس آدمی کو۔ نظریں اس کی ٹانگ تک گئیں۔ اس پر پٹی تھی۔ شاید اس کا زخم بھر گیا تھا۔ آہٹ پہ اس نے چہرہ اٹھایا۔ نگاہیں ماہر سے ملیں۔ ان آنکھوں میں بہت کچھ تھا۔

"بیٹھو، ماہر۔" عبد المالک فرید نے سپاٹ چہرے سے ساتھ والی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

وہ چپ چاپ وہاں بیٹھا۔ ٹانگ پر ٹانگ جمالی۔ اس کے بوٹ مدھم روشنی میں بھی چمک رہے تھے۔

"مالا کی جان لینے کے بعد یہ اسی بار میں بیٹھا تھا جہاں سے ہم نے اس کو پہلے ڈھونڈا تھا۔ نہ بھی ہوتا تو میں اس کو اس شہر میں کہیں سے بھی ڈھونڈ نکالتا۔"

اب زیاد سلطان کو دیکھتے ہوئے عبد المالک فرید کا لہجہ برف جیسا نہیں رہا تھا۔ اس میں تپش تھی۔ غصہ تھا۔ انگارے تھے۔

ماہر اسی سپاٹ چہرے کے ساتھ اس آدمی کو دیکھے گیا۔ زخمی۔ بے بس۔ بندھے ہوئے ہاتھ پیر۔ وہ نفی میں چہرہ ہلا رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔ ایک آدمی نے جھک کے اس کے منہ سے ڈکٹ ٹیپ کھینچی۔ شڑپ کی آواز آئی اور وہ اس کے ہونٹ چھیلتی ہوئی الگ ہوئی۔

"میں یہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ آئی ایم سوری۔ میں یہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔" وہ نفی میں سر ہلاتا کہہ رہا تھا۔ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔ "میں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ میں نے اس کی جان بخش دی تھی۔ میں واپس جا رہا تھا۔ پھر میں نے تمہیں دیکھا۔" بھیگی آنکھیں پتھر ہوئی آنکھوں سے جا ملیں۔ ماہر اسی طرح ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا رہا۔ چہرے پہ کوئی تاثر نہ ابھرا۔

"میں نے دیکھا وہ کس طرح تمہیں دیکھ رہی تھی۔ تم اس کے لیے سب کچھ تھے۔ اس کی safe place۔ ہر چیز۔ پتہ نہیں پھر مجھ سے کیسے وہ سب ہو گیا۔ مجھے معاف کر دو۔ میں یہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔"

عبد المالک فرید نے گود میں رکھا ایک پستول اٹھایا جس کے آگے سائیلنسر لگا تھا اور ماہر کی طرف بڑھایا۔

"اپنی جان بچانے کے لئے اس وقت یہ ہر چیز کہنے کو تیار ہو گا۔"

وہ ماہر کو دیکھ رہے تھے۔

"میں نے تمہیں پہلے بھی کہا تھا کہ اس کو مار دو۔ اس کے نہ ہونے سے یہ دنیا ایک بہتر جگہ ہو گی۔ لیکن نہیں، تم نے میری نہیں سنی۔" ان کی آواز کپکپائی تھی۔ غصے سے۔ صدمے سے۔ پستول والا ہاتھ بڑھا ہوا تھا۔

"لیکن اب یہ تمہارے سامنے ہے۔ جان کے بدلے میں جان۔ اب اس کو چھوڑو گے تو یہ واپس وہی کرے گا جو اس نے کیا۔"

زیاد سلطان زور زور سے نفی میں سر ہلا رہا تھا۔

"پلیز۔ میں نے خود سے نہیں کیا۔ مجھ سے ہو گیا۔ مجھے نہیں معلوم کیسے ہو گیا۔ تم لوگ مجھے نہیں مار سکتے۔ بدر اکیلا رہ جائے گا۔"

ماہر نے مالک فرید کی بڑھی ہوئی ہتھیلی دیکھی۔ چمکتے پستول پر لگا سائلنسر۔ پھر نگاہ اٹھا کے زیاد سلطان کو دیکھا۔ پھر واپس پستول کو۔

"میں بدر کا باپ ہوں۔ تم مجھے قتل کر کے میرے بچے کو کیسے فیس کرو گے؟" وہ سر دائیں بائیں مار تا روتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

ماہر نے نظریں اس کے چہرے تک اٹھائیں۔

"اور میں نے تمہیں پہلے بھی کہا تھا، مالک کہ میں قاتل نہیں ہوں۔ میں اس کو نہیں ماروں گا۔" پھر اس نے گہری سانس لی۔ "اس کی سزا یہی ہے کہ اس کو پولیس کے حوالے کر دو۔"

"یہ ہر جیل کو توڑ کے باہر نکل جائے گا، ماہر۔" ان کے لہجے میں ملامت تھی۔

"یہ جو کرتا ہے اس کو کرنے دو۔ قابیل کی طرح یہ اس گناہ کا بوجھ اپنے بازو پہ کسی نشان کی صورت لیے دنیا میں مارا مارا پھرے گا۔ اس کو کہیں پناہ نہیں ملے گی۔"

ماہر فرید نے ٹانگ سے ٹانگ ہٹائی اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"اس کو زندہ رہنے دو، مالک۔ اس کی زندگی اس کی سب سے بڑی سزا ہو گی۔"

عبد المالک فرید نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اوکے۔"

پستول والا ہاتھ پیچھے کھینچا اور اگلے ہی لمحے

کلک کلک کلک۔

انہوں نے زیاد سلطان کے سر پہ پستول تانا اور تین دفعہ ٹریگر دبایا۔

تین گولیاں اس کی گردن، ماتھے اور آنکھوں کے بیچ سوراخ کرتی گئیں۔

اس کی آوازیں ختم ہو گئیں۔

وہ سر کے بل پیچھے کو جا گرا۔

خون کا ایک فوارہ سا اٹھا اور ماہر کے جوتے پر آ گرا۔ عبد المالک فرید نے رومال سے پستول صاف کیا۔ پھر چہرہ اٹھا کے انہی ملامتی نظروں سے اسے دیکھا، جو اپنے جوتے پر لگے خون کو دیکھ رہا تھا۔

"یہ اتنا آسان تھا، ماہر۔"

ماہر نے کوٹ کی فرنٹ پاکٹ سے رومال نکالا۔ جھکا۔ جوتے پر لگے چھینٹے صاف کیے۔ اچھی طرح رگڑے۔ یہاں تک کہ وہ پھر سے چمکنے لگا۔ رومال کی تہیں لگائیں۔ اسے زیاد کی لاش پہ اچھال دیا۔

اور پلٹ گیا۔ اس کا چہرہ اسی طرح سپاٹ اور بے تاثر تھا۔ کمرے میں موجود افراد تیزی سے ایک باڈی بیگ لا رہے تھے۔ فرش پر پلاسٹک شیٹ پہلے ہی بچھی تھی۔ ہر چیز کی تیاری مکمل تھی۔ عمار، مالک فرید کی وہیل چیئر پیچھے کر رہا تھا۔ اور زمین پر کنپٹی کے بل گرے زیاد سلطان کی آنکھیں کھلی تھیں۔ خون کا تالاب اس کے سر کے بالوں سے نکل کے پلاسٹک شیٹ کو بھگو رہا تھا۔

دھند پھر سے ہر چیز پہ چھا گئی۔ سرخ گدلی دھند۔ ہر شے ایک دفعہ پھر سے بے معنی ہو گئی۔ اور دنیا سرد۔

دھند ایک دفعہ پھر سے چھانے لگی تھی۔ دھند چھٹی تو وہ ایک چوکھٹ پر کھڑا تھا۔

دروازہ کھلا تھا۔ اندر طویل سٹڈی تھی جس کی اونچی کھڑکیاں تھیں۔ کھڑکیوں کے پار سے باغیچہ دکھائی دیتا تھا۔

لمبا کاؤچ خالی رکھا تھا۔ اس کا منتظر۔

ماہر فرید نے سٹڈی ٹیبل کی طرف دیکھا۔ اس کے پیچھے کرسی پر بیٹھی یاسمین اسے دیکھ کر کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پہ بہت سا افسوس اور ملال تھا۔ وہ میز کے پیچھے سے نکلی۔ نیلی شفاف آنکھیں ابھی تک ماہر پہ جمی تھیں۔ پھر دھیرے سے بازو لمبا کر کے کاؤچ کی طرف اشارہ کیا۔

"بیٹھو، ماہر۔"

وہ قدم قدم چلتا اس لمبے کاچ تک آیا۔ اس پر بیٹھا۔ کاچ کے لیدر سے چٹخنے کی آواز آئی۔

وہ گھٹنوں پر کہنیاں رکھے سر جھکائے وہیں بیٹھا رہا۔

خاموش۔

اسی دھند میں لپٹا جو آج کل ہر چیز پہ چھائی تھی۔

یاسمین اسی خاموشی سے کرسی پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے، نوٹ بک ہاتھ میں لیے بیٹھی رہی۔

کتنی ہی دیر وہ اس کی خاموشی کو سنے گئی۔

وہ اس کے پاس آ گیا تھا، یہی بہت بڑی بات تھی۔

کبھی نہ کبھی وہ کہنا بھی شروع کر دے گا۔

آج اسے صرف ماہربے کی خاموشی سننی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سوشل میڈیا پہ ایک ویڈیو گردش کر رہی تھی۔ کشمالہ کی کسی فرینڈ کی طرف سے بنائی گئی ویڈیو جس میں اس کی زندگی کے کچھ لمحات تھے۔ زیاد سلطان اور اس کی شادی کی تصویر۔ اس کی اس کے بچے کے ساتھ تصویر۔ بہن بھائیوں کے ساتھ چھوٹی موٹی ویڈیوز۔ کیمرہ اٹھائے وین کوور میں کوئی ایونٹ شوٹ کرتے ہوئے تصویر۔ اور اس ویڈیو پہ کیپشن لگا تھا۔

"فوٹوگرافر اور آرٹسٹ کشمالہ مبین کو اس کے ایکس ہزبینڈ نے کار کریش میں مار دیا۔"

اس ویڈیو کے نیچے طرح طرح کے کمنٹس تھے۔

"ہمیں کشمالہ مبین کے لیے انصاف چاہیے۔"

"کتنا ظالم انسان تھا۔"

"میں نے کہیں پڑھا تھا کہ وہ پاکستان چھوڑ کے کینیڈا میں اسائلم لے کر اکیلی رہ رہی تھی۔ عورتیں اکیلی رہیں گی، تو یہ تو ہو گا۔"

"بھئی اگر اتنا ہی سائیکو انسان تھا تو اس سے شادی کیوں کی؟ اس کے ساتھ اتنا عرصہ کیوں گزارا؟ پہلے ہی دن اسے چھوڑ کیوں نہیں دیا؟"

"یقیناً لڑکی کا کوئی افیئر ہو گا۔ شوہر کو چھوڑ کے کسی اور مرد کی طرف جا گے تو پھر کوئی بھی غیرت والا شوہر خود پہ قابو نہیں رکھ سکے گا۔"

"بیچاری لڑکی۔ اس کے بچے کا کیا ہو گا؟ ہمیں اس کے لیے آواز اٹھانی چاہیے۔"

"شیم آن زیاد سلطان۔"

"کچھ تو کیا ہو گا اس لڑکی نے۔ وہ کیوں اس مرد کو اس مقام پر لائی کہ وہ اسے مارنے کی کوشش کرے؟"

"ایک طرف یہ لڑکیاں کہتی ہیں کہ شوہر ابیوزو ہے۔ پھر اس کا بچہ پیدا کرنے کی ضرورت کیا تھی؟ کوئی اور بات ہو گی یقینا۔"

"میں نہیں مان سکتی کہ ایک پڑھی لکھی، خود مختار عورت کو شادی میں کوئی یوں ابیوز کر سکتا ہے۔ ایسی لڑکیاں تو ایک دن ایسے مرد کے ساتھ نہ رہیں۔ تو اس نے اتنے مہینے کیسے اس شادی میں گزار لیے؟ ضرور کوئی اور بات ہے۔"

"جس آدمی سے وہ شادی کر رہی تھی وہ اس کو شادی سے پہلے سے جانتی تھی۔ یقینا اس کے شوہر کو اس کے ماضی کے بارے میں علم ہو گیا ہو گا۔"

اس ویڈیو کے کیپشن پہ کلک کرو تو ایک رپورٹ کھلتی تھی۔

اس رپورٹ میں لکھا تھا۔

"کشمالہ مبین استنبول میں femicide کا شکار ہونے والی ایک وکٹم تھی۔ لیکن وہ اس شہر یا اس دنیا کی پہلی وکٹم نہیں تھی۔ ہر سال پچاسی ہزار سے زیادہ لڑکیاں یا عورتیں اپنے قریبی مرد کے ہاتھوں ماری جاتی ہیں۔ نوے فیصد کیسز میں مارنے والا شوہر، ایکس یا بوائے فرینڈ ہوتا ہے۔ اعداد و شمار کے مطابق ہر دس منٹ بعد دنیا میں ایک لڑکی کا قتل ہوتا ہے۔ وہ بھی اس مرد کے ہاتھوں جس نے کبھی اس سے محبت کا دعوی کیا ہوتا ہے۔ ہر روز 140 عورتیں ماری جاتی ہیں۔ یورپ اور امریکہ میں ماری جانے والی عورتوں میں سے 64 فیصد عورتیں اپنے شوہر یا بوائے فرینڈ کے ہاتھوں قتل ہوتی ہیں۔ ہمیں بہتر قوانین بنانے کی ضرورت ہے جو ان عورتوں کو تحفظ"

اس رپورٹ کے نیچے بھی اسی طرح کے کمنٹس ایک کے بعد ایک ابھرتے جا رہے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تین ہفتے بعد

ہوٹل سوئیٹ کی اونچی کھڑکی کے باہر بالکونی میں سمندری بگلہ اسی طرح اداس بیٹھا تھا۔ کھڑکی کے شیشے پر چونچ سے بار بار دستک دیتا وہ اندر موجود ذی نفوس کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں ناکام رہا تھا۔

اس پر تعیش سوئیٹ میں اونچی ونگ چیئر پر کبیرہ سادان بیٹھی تھیں۔ سلک کا کافتان پہنے ٹانگ پر ٹانگ جمائے وہ مسکرا کے کافی کا کپ عالیان سے تھام رہی تھیں جو وہ جھک کے انہیں تھما رہا تھا۔ ایک گھونٹ بھرا اور مسکرا کے اسے دیکھا۔

"میری فیورٹ کافی۔ تھینک یو۔ تمہیں یاد رہا۔" ان کی آنکھوں میں مسکراتی ہوئی چمک تھی۔

کریم اونی سوئیٹر اور سنہری بالوں والا عالیان سادان کندھے اچکا کے صوفے پر بیٹھ گیا۔ اپنی کافی کے چند گھونٹ بھرے۔ وہ مسکرا کے خاموشی سے اسے دیکھتی گئیں۔

"زیاد سلطان کا کچھ پتہ چلا؟"

عالیان نے کندھے اچکائے اور کافی کا کپ میز پر رکھا۔

"وہ اس دن سے روپوش ہے۔ کچھ علم نہیں ہو سکا۔"

"تمہارے موکلات کیا کہتے ہیں؟"

"وہ اسے تلاش نہیں کر پا رہے۔ بعض دفعہ انسان جس کو چھپا دے، اسے جنات بھی نہیں ڈھونڈ سکتے۔"

"سو یہ درست ہے کہ بچے کو زیاد نے اغوا کیا تھا، تم نے نہیں۔" ان کی مسکراتی آنکھوں میں کچھ تھا۔ جیسے ایک فخر جو کم ہو گیا ہو۔ جیسے انہیں یہ بات پسند نہ آئی ہو کہ اتنے ماسٹر کرائم کے پیچھے ان کا بیٹا نہیں تھا۔

عالیان نے پیچھے ٹیک لگائی۔ ٹانگ پر ٹانگ جمائی اور اسی بے پرواہی سے ابرو اچکائے۔

"کہا نا، مجھے دنیا میں تھوڑا سا chaos، تھوڑی سی شرارت پسند ہے۔ میں تو یونہی زیاد کے پلان کے ساتھ میس اپ کر رہا تھا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ مالا کو مار ہی دے گا۔" پھر جھر جھری لے کے سر جھٹکا۔

کبیرہ سادان نے افسوس بھری سانس خارج کی۔

"مجھے اس کا افسوس ہے۔"

عالیان نے نگاہیں اٹھا کیا نہیں دیکھا۔ وہ کافی کے گھونٹ بھرتے ہوئے بالکل بھی کسی افسوس کا شکار نہیں لگ رہی تھیں۔

"آپ کو واقعی افسوس ہے؟" اس کی آواز میں ہلکا سا طنز تھا۔

کبیرہ سادان کے تاثرات میں کوئی فرق نہیں آیا۔

"وہ اپنی ماں کو بہت یاد کرتی تھی۔ کم از کم وہ اپنی ماں کے پاس خوش ہو گی۔ دنیا ویسے بھی بہت ان فیئر جگہ ہے۔" انہوں نے جھر جھری لی تھی۔

عالیان آنکھیں چھوٹی کیے انہیں دیکھے گیا۔

"ہر لڑکی اپنی ماں کے پاس خوش نہیں ہوتی۔ آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ عنایہ کی شادی کریں گی۔ میں نے کچھ پوٹینشل میچز اکٹھے کیے ہیں۔ میرے کلائنٹس ہیں۔ پیسے والے۔"

کبیرہ سادان نے ہاتھ جھلا کے جیسے ناک سے مکھی اڑائی۔

"میں نے کہانا، میری بیٹی میرے ساتھ خوش ہے۔ تم اس کی ٹینشن کیوں لیتے ہو؟"

وہ جیسے بار بار اس ذکر سے تنگ آگئی تھیں۔ پھر بے دلی سے کپ نیچے رکھ دیا۔ شروع شروع میں انہیں عالیان کا عنایہ کے لیے فکر مند ہونا اچھا لگا تھا۔ لیکن اس کی بار بار کی تکرار، کبھی ان کو پوٹینشل میچز دکھانا، کبھی ان امیر مردوں کی پروفائلز دکھانا، اب ان کو یہ چیز تنگ کرنے لگی تھی۔ وہ کیسے اپنی بیٹی کو جانے دیں؟ وہی تو تھی جو انہیں جادو سے بچائے ہوئی تھی۔

عالیان نے جواب نہیں دیا۔ ٹیک لگائے بیٹھا ٹانگ پر ٹانگ جمائے خاموشی سے انہیں دیکھے گیا۔

"ٹھیک ہے، میں آپ کو دوبارہ تنگ نہیں کروں گا۔ جتنا تنگ کرنا تھا، کر لیا۔"

کچھ تھا اس کی آواز میں۔ کبیرہ بیگم نے چونک کے اسے دیکھا۔

اور پھر اس پہ نگاہ جمی تو جم ہی گئی۔ جیسے منجمد ہو گئی ہو۔

عالیان ان کی آنکھوں سے آنکھیں نہیں ہٹا رہا تھا۔

بنا پلک جھپکائے انہیں دیکھتے ہوئے اس نے دھیرے سے ٹانگ سے ٹانگ ہٹائی۔ صوفے پر آگے ہو کے بیٹھا۔ غور سے ان کا چہرہ دیکھا۔ وہ بالکل ساکت پلک جھپکے بنا اسے دیکھ رہی تھیں۔

عالیان نے ایک چٹکی ان کے چہرے کے سامنے بجائی۔ وہ پلک تک نہ جھپک سکیں۔

"اس دنیا کی سب سے بری ایجاد جانتی ہیں کیا ہے؟" اس نے تیزی سے ہڈی کی زپ کھولی۔ دونوں حصے علیحدہ ہوئے۔ اندر ہاتھ ڈال کے جیب سے چند چیزیں نکال کر میز پر رکھتا گیا۔ وہ بالکل ساکت سی اسے دیکھ رہی تھیں۔ نہ پلک جھپک پا رہی تھیں۔ نہ جسم کا کوئی عضو حرکت کر پا رہا تھا۔ آواز بھی ہونٹوں سے نہیں نکل رہی تھی۔

"فیس آئی ڈی۔ سب سے بڑی مشکل ہے یہ فیس آئی ڈی۔" عالیان نے ان کا لیپ ٹاپ کھولا۔ جلدی جلدی اس میں چند تاریں پیوست کیں۔ پھر آگے آیا۔ ان کا موبائل اٹھایا۔ اسکرین روشن کی اور ان کے چہرے کے سامنے لے گیا۔ کلک کی آواز کے ساتھ وہ کھل گیا۔ وہ اسی طرح پتھر کا بت بنے بیٹھی تھیں۔

"بے فکر رہیں۔ کچھ خاص نہیں دیا میں نے آپ کو۔ صرف ایک عارضی طور پہ مفلوج کرنے کی دوا۔ کچھ دیر میں آپ ٹھیک ہو جائیں گی۔" وہ سر جھکائے تیزی سے ان کے موبائل پر انگلیاں چلا رہا تھا۔ ایک ایپ کھولی اور ان کی ونگ چیئر کے بازو تک آیا۔ جھک کے اسکرین ان کے سامنے کی۔ فون کیمرہ نے ان کے چہرے کی تشخیص کی اور ایپ کھل گئی۔ یہ ایک بینکنگ ایپ تھی۔

"اس فیس آئی ڈی نے مجھے کافی دن بڑی مشکل میں ڈالا ہے۔ اتنی دفعہ آپ کے لیپ ٹاپ میں فلیش ڈرائیوز ڈالیں۔ آپ کی بینکنگ ایپس کو ہیک کروانے کی کوشش کی۔ لیکن یہ آپ کی two-factor authentication ہر جگہ آڑے آجاتی تھی۔ میں نے وہ مقروض ہونے کا ڈرامہ بھی اسٹیج کیا لیکن پھر بھی آپ نے صرف پیسوں کی آفر کی یہ نہیں کیا کہ نوٹوں سے بھرا بریف کیس میرے سامنے رکھ دیا ہو۔ کیا فائدہ امیر ماں کا۔"

وہ تیزی سے بٹن دبا رہا تھا۔ وہ کسی بت کی طرح بیٹھی تھیں۔ ہونٹ ہلکے سے کپکپائے۔ لیکن وہ حرکت کرنے سے انکاری تھے۔

"آپ کے لیپ ٹاپ کا سارا ڈیٹا بھی کاپی کیا۔ کچھ خاص نہیں ملا۔ سوائے ان ویڈیوز کے جو آپ پرائیوٹ انویسٹی گیٹرز کو ہائر کر کے سادان صاحب اور ان کی فیملی کی بنواتی رہتی تھیں۔"

اب وہ دوسری بینکنگ ایپ کھول کے ان کے چہرے کے سامنے لا رہا تھا۔ کلک کی آواز کے ساتھ دوسرے خزانے کا منہ کھل گیا۔ وہ مسکرا کے واپس بیٹھا اور ٹھک ٹھک بٹن دباتا گیا۔

"میں ان ویڈیوز کو آج آپ کے تمام فیملی گروپس اور سوشل میڈیا پہ ریلیز کرنے جارہا ہوں۔ کیونکہ آپ کے بینک اکاؤنٹس خالی کرنے کے بعد مجھے آپ سے کچھ بھی نہیں چاہیے۔ البتہ وہ ویڈیوز منظر عام پہ آنے کے بعد سادان صاحب آپ کے سب سے بڑے دشمن بن جائیں گے۔ اور آپ کی ساری کوششیں ان سے اپنا دفاع کرنے میں لگ جائیں گی۔ کہانا، مجھے دنیا میں تھوڑا ساchaosپسند ہے۔"

وہ پھر سے اٹھا اور تیسری ایپ ان کے سامنے کی۔

"رہیں آپ اور آپ کی بیٹی، تو مجھے آپ لوگوں میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ نے سوچ بھی کیسے لیا کہ میں یہاں آپ کے پاس آکر آپ سے کوئی بونڈنگ کرنا چاہتا ہوں۔ ہونہہ!"

سر جھکائے ٹھک ٹھک بٹن دباتے اس کے چہرے پہ موبائل کی نیلی روشنی پڑ رہی تھی۔

"ارے واہ! آپ کے پاس تو کرپٹو والٹ بھی ہے۔ زبردست۔" عالیان کے چہرے پہ بے پناہ خوشی تھی۔ انگوٹھے اور انگلیاں کھٹا کھٹ ٹائپ کر رہے تھے۔ پھر وہ اٹھا اور الماری تک گیا۔ دروازہ کھولا۔ اندر ایک لاکر تھا جس کا پاسورڈ وہ کئی دفعہ دیکھ چکا تھا۔ ٹھک ٹھک کر کے پاسورڈ ٹائپ کیا۔ لاکر کا دروازہ کھلا۔ اندر موجود دو تین نیکلس اور بریسلیٹ اٹھائے۔ پھر مایوسی سے واپس ان کو دیکھا۔

"ٹریول پہ اپنے ساتھ صرف اتنی سی جیولری لائی ہیں؟ چلیں خیر، پاکستان میں آپ کے پاس بہت کچھ رکھا ہو گا۔ جس سے آپ کا گزارا چل جائے گا۔ تھینک یو فار دس۔"

ہڈی کے اندر ہر چیز ڈالتا گیا۔ پھر ان کا موبائل ان کے سامنے رکھا۔ ہڈی کی زپ بند کی اور ان کے سامنے آ کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کے جھکا۔ یوں کہ ان کی آنکھوں میں دیکھ سکتا تھا۔

"ایک گھنٹے تک آپ کا جسم کام کرنے لگ جائے گا۔ لیکن اس کے بعد آپ کا کوئی بینکنگ کارڈ ورک نہیں کرے گا۔اور آپ خود کو ویسے ہی تنہا محسوس کریں گی جیسے ایک زمانے میں آپ نے اس چھوٹے سے بچے کو چھوڑ دیا تھا۔"اس کی آنکھوں میں سنگینی تھی۔ سرد مہری تھی۔

"میری ماں صرف ایک عورت تھی۔ میں اسی کو اپنی ماں مانتا ہوں۔وہی میری فیملی تھی۔رہیں آپ اور آپ کی بیٹی، تو مجھے آپ لوگوں سے جو چاہیے تھا، وہ مل گیا۔" وہ سیدھا کھڑا ہوا۔ ماتھے تک ہاتھ لے جا کے مسکرا کے سلام کہا۔اور پھر وہ ان کے منظر نامے سے نکل گیا۔

وہ اس کے دور جاتے قدموں کی آواز سن سکتی تھیں۔ ساکت۔ جامد۔ کسی مجسمے کی طرح بیٹھیں۔ جیسے کسی قبر میں ہوں اور لوگ مٹی ڈال کے دور جا رہے ہوں۔ عالیان کا دور جاتا ہر قدم ان کے سینے پہ کسی دھمک کی طرح لگ رہا تھا۔وہ اسے پکارنا چاہتی تھیں۔ وہ اسے روکنا چاہتی تھیں۔ لیکن وہ دروازہ بند کر کے جا چکا تھا۔

انہی اندھیروں میں جہاں سے وہ اسے کبھی نہیں ڈھونڈ سکیں گی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ ایک سفید دیواروں والا کمرہ تھا۔ صاف ستھرا۔ چند آلات اور مشینیں کونوں میں رکھی تھیں۔ وسط میں ایک سفید شیٹ والا بیڈ تھا۔ اس پر ہسپتال کا گاؤن پہنے زارینہ فرید بیٹھی تھی۔ گردن میں چین سے لٹکی سیاہ فاختہ دمک رہی تھی۔چہرہ بالکل صاف شفاف تھا۔ ہر قسم کے میک اپ اور پروڈکٹ سے پاک۔ بال بندھے تھے اور وہ ہاتھ میں پکڑے آئینے سے چہرہ دائیں بائیں گھماتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔

ساتھ اسکربز scrubs میں کھڑی لڑکی نے قدرے فکر مندی سے اسے دیکھا۔

"زارینہ میڈم..."

"ایک منٹ۔ "وہ آئینہ نیچے رکھ کے ایک طرف جھکی۔ موبائل روشن کیا۔ بابا نام کی چیٹ کھولی۔ اس کے تمام میسجز کے آگے نیلے ٹک تھے۔ لیکن کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ ہسپتال جاتی تھی تو وہ ملنے سے انکار کر دیتے تھے۔ بس ایک نظر اس کی گردن میں جھولتی سیاہ فاختہ کو دیکھا تھا۔ پھر دوبارہ اس سے کوئی بات نہیں کی۔ بس چہرہ موڑ لیتے۔

"کوئی بات نہیں۔ وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔ خون پانی سے گاڑھا ہوتا ہے۔"

اس نے دوسری چیٹ کھولی۔ ماہر۔ اس کے نام کے ساتھ ایک ہارٹ بنا تھا۔ سرخ خون کے جیسا ہارٹ۔ وہاں بھیجے گئے تمام میسیجز کے آگے سنگل گرے ٹک تھے۔ دل ڈوب کے ابھرا۔ اس نے فون نیچے رکھ دیا۔ پھر اس نیلے اسکربز والی لڑکی کی طرف متوجہ ہوئی، جو اسی فکرمندی سے کہہ رہی تھی۔

"آر یو شیور، آپ یہ سرجری کروانا چاہتی ہیں؟ آپ کی آنکھیں پہلے ہی almond-shaped--"

"میں فیصلہ کر چکی ہوں۔ مجھے یہاں سے یہ لائن یوں چاہیے۔ "وہ آنکھوں کے قریب اشارہ کر کے بتا رہی تھی۔ ہر چیز پہلے ہی ڈاکٹر سے ڈسکس کی جا چکی تھی۔ پھر پتہ نہیں اس لڑکی کو کیا تکلیف تھی جو بار بار اس کا موڈ خراب کر رہی تھی؟

"وہ تو ٹھیک ہے، لیکن آپ کی تھوڑی میں اتنے یونٹس اگر ہم نے لگا دیے تو..."

"مجھ سے بحث مت کرو۔ جو میں نے کہا ہے وہی کرو۔ آخر میں تم لوگوں کو پے کر رہی ہوں۔"

لڑکی نے گہری سانس لی۔ پھر جبراً مسکرائی۔

"ہم اپنی پوری کوشش کریں گے۔"

اس کا کیا جا رہا تھا؟ وہ کانٹریکٹ سائن کر چکی تھی۔ وہ ربڑ کے سینڈلز کے ساتھ چلتی آگے بڑھ گئی اور انٹرکام اٹھا کے کسی کو اطلاع کرنے لگی۔

"پیشنٹ کی پریپ کروارہی ہوں۔وہ تقریباً تیار ہیں۔" ریسور رکھ کے ایک افسوس بھری نظر اس پہ ڈالی جو ابھی تک آئینے میں دائیں بائیں چہرہ گھما کے خود کو دیکھ رہی تھی۔

اس کو کیا؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

بیر بل کی بیکری کے اندر زرد بتیاں جلی تھیں۔ جامنی اور بھورے رنگوں سے سجی خوبصورت بیکری۔ جس کی ہر دیوار پر آرٹ ورکس کیے گئے تھے۔ صرف ایک دیوار تھی بالائی منزل پہ، جو ادھوری تھی۔اسے کسی نے مکمل نہیں کیا تھا۔ بہت سی چیزوں کی طرح اسے بھی ادھورا چھوڑ دیا گیا تھا۔ البتہ اوپر نیچے کرسیوں پر بہت سے لوگ بیٹھے تھے۔سب کے آگے اسنیکس اور ڈیزرٹ رکھے تھے۔

گرم کافی کی بھاپ اڑتی خوشبو' باتوں کی کھنک میں گم ہورہی تھی۔ چہل پہل۔ رونق۔

یہ بیکری کو کھلے تیسرا دن تھا اور گاہکوں کی آمد کم ہی نہیں ہورہی تھی۔

کاؤنٹر کے پیچھے کھڑا بیربل فرید کیشیئر پہ جھکا اسکرین پہ موجود فگرز دیکھ رہا تھا۔ وہ سوئیٹ پینٹس پہ ڈھیلا سوئیٹر پہنے، گھنگھریالے بالوں کی کس کے پونی بنائے، کان کی بالی اور گردن کی زنجیروں کے ساتھ ہمیشہ جیسا بیربل ہی لگ رہا تھا۔

کاؤنٹر کی داخلی دیوار پر ایک فریم لگا تھا جس میں بالائی منزل کی ادھوری دیوار کا مورال دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے ساتھ گھٹنوں کے بل فرش پر بیٹھی لڑکی، جس کے ماتھے پہ سبز رومال بندھا تھا اور وہ اس کو پینٹ کر رہی تھی۔ یہاں سے اس لڑکی کا چہرہ واضح نہیں تھا۔ البتہ سوشل میڈیا کے باعث بیکری میں آنے والے تمام لوگ اس لڑکی کو پہچانتے تھے۔

"تمہیں مالا نے ہائر کیا تھا۔" بیر بل مینیجر کے قریب جھکا قدرے سختی سے کہہ رہا تھا۔ "اور اس نے تمہیں سارا بزنس پلان سمجھایا تھا۔ تم ویسے ہی کرو گے جیسے اس نے کہا تھا۔"

مینیجر نے سر ہلایا۔ جی سر کہہ کے کی بورڈ پہ بٹن دباتا گیا۔

بیر بل گہری سانس لے کے وہاں سے ہٹا۔ ایک نظر مسکرا کے دیوار پر آویزاں فریم کو دیکھا۔

وہ بالکل ویسا ہی کرے گا جیسے مالا نے کہا تھا۔ وہ اس سے سمجھدار تھی۔ اس میں اس سے کہیں زیادہ بزنس سینس تھی۔ وہ مالا کی کوئی نصیحت نہیں بھلائے گا۔ ان آخری دنوں میں جب وہ بیکری میں پینٹ کر رہی ہوتی تھی اور بیر بل کبھی کبھار ادھر آتا تھا، تو وہ بیٹھ کے اس کو سمجھاتی تھی کہ اس نے کیسے زندگی کو سیریس لینا ہے۔ کیسے اس نے کام کرنا ہے۔ وہ اس کی سب سے خالص اور authentic دوست تھی۔ بیر بل فرید اس کی کسی نصیحت کو نہیں بھلائے گا۔ اور زندگی کو ویسے ہی گزارنے کی کوشش کرے گا جیسے مالا نے اس کو سکھایا تھا۔

وہ سوئیٹ پینٹس کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے گردن اونچی کیے اس بڑے سے فریم کو دیکھ رہا تھا۔ گھٹنوں کے بل بیٹھی پینٹ کرتی لڑکی اس کو زندگی گزارنے کا گُر تھما گئی تھی۔ اس کو دیکھتا بیر بل کا چہرہ مسکرا رہا تھا۔

اور پھر... اس فریم کے شیشے میں پیچھے کا عکس دکھائی دینے لگا۔ بیر بل کی آنکھیں اچھنبے سے اکٹھی ہوئیں۔ چونک کر گردن موڑی۔ دروازہ کھلا تھا۔ جامنی گھنٹی دروازے سے ٹکرائی اور چھنچھناہٹ گونج اٹھی۔ اس منحوس جامنی گھنٹی کو اس نے رینوویشن کے بعد واپس لگا دیا تھا۔ لیکن اس وقت اس کی نگاہیں اس گھنٹی پہ نہیں، اندر داخل ہونے والی لڑکی پہ مرکوز ہو گئی تھیں۔

وہ اپنی دو دوستوں کے ساتھ اندر وارد ہوئی تھی۔ اونچی ہیلز۔ سفید کوٹ۔ اندر سے جھانکتی Chanel کے لوگو والی بیلٹ۔ کہنی سے ٹنگا Birkin۔ انگلیوں اور کانوں میں دمکتے پتھر۔ ایک ہاتھ میں موبائل لیے وہ مسکرا کے انگریزی میں اپنی دوستوں کو کچھ کہتی ایک سیٹ کی طرف بڑھ گئی۔ ٹانگ پر ٹانگ جمائی۔ لمبے بھورے بالوں میں انگلیاں

چلائیں۔ پھر نزاکت سے تھوڑی تلے مٹھی رکھے وہ دائیں بائیں نگاہیں گھمانے لگی۔ خوبصورت، طرح دار لڑکی، جس کی کلائی میں دمکتی رولیکس کی چمک بیربل فرید کو یہاں تک دکھائی دے رہی تھی۔

اس نے بے اختیار تھوک نگلا۔

مالا کے پورٹریٹ کی طرف سے دھیرے سے رخ موڑ لیا۔

ویٹر ان سے آرڈر لے کے اس طرف آ چکا تھا۔ وہ چند لمحے وہیں کھڑا رہا۔ اس دوران لڑکی نے ایک دو دفعہ اسے دیکھا تھا۔ پھر مسکرائی تھی اور اپنی دوستوں کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔ بیربل تیزی سے کچن کی طرف گیا۔

چند لمحوں بعد جب وہ شیف کے ساتھ باہر نکلا تو اس ٹیبل کی طرف اشارہ کر کے کچھ کہا۔ شیف اور وہ، دونوں ساتھ ساتھ اس ٹیبل تک آئے تھے۔ شیف نے ڈیزرٹ کی پلیٹس باری باری ان کے سامنے رکھیں۔ طرح دار لڑکی نے نگاہیں اٹھا کے پہلے شیف کو دیکھا اور پھر بیربل فرید کو۔ جو مسکراتا ہوا ان کے سامنے کھڑا تھا۔

"This is on the house." اس نے مسکرا کے صرف اسی لڑکی کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

اس کی دوستوں نے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ پہلے اپنی طرح دار فرینڈ کو دیکھا اور پھر بیربل فرید کو۔

لڑکی نے دلچسپی سے تھوڑی تلے مٹھی رکھی اور پلکیں دو تین دفعہ جھپکائیں۔

"اور کیا ہاؤس ہمارے ساتھ بیٹھنا پسند کرے گا؟'

بیربل دھیرے سے ہنس دیا۔ ایک لمحے کے لئے سوچا۔ پھر مالا کے پورٹریٹ کی طرف سے رخ مکمل موڑے چوتھی کرسی کھینچ لی۔ وہ چمک اس کی آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

قرمزی عمارت اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ کھڑی تھی۔

اس کی راہداریوں اور بر آمدوں میں لوگوں کی آمد و رفت جاری تھی۔ عمارت کارپوریٹ آفسز کے لیے کھل گئی تھی۔ البتہ چوکور صحن کے وسط میں مزدور ابھی تک لگے اپنا کام مکمل کر رہے تھے۔ تعمیراتی کام ختم ہو چکے تھے۔ صرف ایک کام رہتا تھا۔ ان دیواروں کا آرٹ ورک، جو اس صحن کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھیں۔ ہر دیوار کے ساتھ ایک آرٹسٹ اونچی نیچی سیڑھی پر بیٹھا برش کے ساتھ پینٹ کر رہا تھا۔ کسی آرٹسٹ کو اپنا دماغ نہیں لگانا پڑ رہا تھا کیونکہ ان کے پاس آرٹ ورک کی ریفرنس فوٹوز پہلے سے موجود تھیں۔ ان کو بتا دیا گیا تھا کہ انہیں کیا پینٹ کرنا ہے۔

آنسو۔

وہ دیواروں پر شفاف ویکس کے آنسو بنا رہے تھے۔ ایسے کہ اطراف کا منظر الٹا ہو کے ان آنسوؤں میں منعکس ہو رہا تھا ۔ چھوٹے بڑے آنسو جو پانی کے قطروں کی طرح لگتے تھے۔ جیسے عمارت بارش میں بھیگی ہوئی ہو اور موتیوں جیسے قطرے دیواروں پر ٹھہر گئے ہوں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ جامنی بوگن ویلیا کے درخت والا گھر اسٹریٹ کے کارنر پہ اسی طرح کھڑا تھا۔ البتہ اس کا گھاس پہلے سے بہتر تراشیدہ تھا۔ سفید پتھر کے خرگوش اور بطخوں والے گملوں میں تازہ پودے اُگے تھے۔ صرف ایک گملہ باغیچے کے وسط میں رکھا تھا اور وہ مٹی سے خالی تھا۔ دائیں بائیں باغبانی کے چند آلات، مٹی کے پیکٹ، اور بیج کے پاؤچ رکھے تھے۔ آج موسم قدرے بہتر تھا۔ سورج نکلا ہوا تھا اور باغیچے کا آدھا حصہ دھوپ میں نہایا ہوا تھا۔

ایسے میں اندرونی دروازہ کھلا اور باہر بر آمدے سے ماہر باہر آتا دکھائی دیا۔ سیاہ سوئیٹر اور سفید پینٹس پہنے، آستین پیچھے چڑھائے، وہ پانی کا برتن لیے باہر آ رہا تھا۔ ہاتھوں کے زخم اب مندمل ہو کے غائب ہو چکے تھے۔ بال ماتھے پہ بکھرے تھے اور دھوپ کے باعث اس نے بھوری آنکھیں چھوٹی کر لی تھیں۔

جو گرز سے چلتا وہ باغیچے کے وسط میں آیا اور پنجوں کے بل نیچے بیٹھا۔ پانی کا برتن ساتھ رکھا اور گملے کو اپنے قریب کیا۔ مٹی کا پیکٹ اٹھانے لگا۔ پھر ٹھہرا۔ جیب میں ہاتھ ڈالا اور موبائل نکالا۔ اسکرین روشن کی۔ سامنے چند میسیجز تھے۔

ماہر نے انہیں چھوا۔ پہلا میسیج قرمزی عمارت کے پراجیکٹ مینیجر کی طرف سے تھا۔ وہ اسے آنسوؤں سے بھری دیوار کی تصویر بھیج کے پراگریس دکھا رہا تھا۔ اس نے جواب میں صرف thumbs up کا نشان بنا کے بھیج دیا۔

دوسرا میسیج سبرینہ کی طرف سے تھا۔ ماہر نے کھولے بغیر چیٹ آرکائیو کر دی۔

پھر ون اِن ففٹی کی چیٹ کھولی۔ کل اس نے بدر اور ہلال کی تصویریں اسے بھیجی تھیں۔ پہلے کی طرح ان تصویروں کے جواب میں کوئی غصے بھرا میسیج، عدالت میں جانے کی دھمکی، یا ایسا کچھ بھی موصول نہیں ہوا تھا۔ ماہی نے صرف تصویروں پہ ہارٹ ری ایکٹ کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ خاموشی تھی۔

ماہر نے فون جیب میں ڈال دیا اور مٹی کا پیکٹ کھولنے لگا۔

یہ اسی پودے کے بیج تھے جو ایک زمانے میں اس نے ماہی کو دیے تھے۔ وہ پودا جو اس کا باپ ہر جگہ لگایا کرتا تھا ۔ پودے جو مالا کو پسند تھے۔ وہ اس گھر میں ایک ایک کر کے سارے پودے لگانے جا رہا تھا۔ اور جب وہ پودے لگا کے تھک جائے گا تو وہ کچھ اور کرے گا۔

یاسمین نے کل اس سے پوچھا تھا کہ وہ grief کی کون سی اسٹیج پہ ہے۔ کم از کم اتنا ہوا تھا کہ ان تین ہفتوں میں وہ یاسمین سے بات کرنے لگ گیا تھا۔

اس نے اس سوال کے جواب میں کافی دیر سوچا تھا۔ وہ denial سے نکل چکا تھا۔ غصہ ختم تھا۔ بارگیننگ کے بارے میں اس نے بہت سوچا تھا۔ لیکن کچھ بچا ہی نہ تھا جس سے وہ بارگین کر سکے۔

اب صرف ڈپریشن تھا۔اس کے بعد قبولیت شروع ہو گی۔ لیکن ڈپریشن کی غار بہت طویل تھی۔ اس میں صرف اندھیرا تھا۔ زندگی کی ہر خوبصورتی ختم ہو چکی تھی۔ کوئی شے اب خوشی نہیں دے سکتی تھی۔ بس ہر طلوع ہوتے سورج کے ساتھ اٹھنا تھا۔ اور ہر غروب ہوتے سورج کے ساتھ سو جانا تھا۔چند دوائیں تھیں جن کا خود کو عادی کرنا تھا تا کہ دن گزر سکے۔ایک ایک دن کر کے ہر دن کاٹنا تھا۔

بس اتنا ہوا تھا کہ اس نے اپنی ماں کو معاف کر دیا تھا۔ جیسا کہ وہ چاہتی تھی۔اس کے علاوہ اسے کسی کو معاف کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔نہ مالا کو۔نہ خود کو۔

وہ اس روز جلدی پہنچتا، یا وہ اس روز مالا کی بات پوری سن لیتا، تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔جو ہونا تھا وہ ہو کے رہنا تھا ۔البتہ وہ ہر ایک سے پوچھتا تھا، ہلال سے بھی، یاسمین سے بھی، کہ اس آخری ملاقات میں فون کان پر لگائے، وہ ہاتھ سے اشارہ کر کے اسے کیا کہہ رہی تھی؟ انگلیوں سے چوکور مربع کا خاکہ بناتی، وہ اسے کیا بتا رہی تھی؟ کوئی ہدایت۔ کوئی کام۔وہ جو بھی کہہ رہی تھی، وہ اسے کرنا چاہتا تھا۔ لیکن کیا؟ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

گملے میں مٹی بھرے' وہ انگلیوں سے جیسے اسے گوندھ رہا تھا۔وہ ابھی اس چیز میں اچھا نہیں تھا۔ لیکن ہو جائے گا۔ایک عمر پڑی تھی پودے لگانے کے لیے۔

اس نے گزرتے دنوں میں کئی بار یہ سوچا تھا کہ اس روز بیکری کے ٹوٹے دہانے کے ملبے کے ساتھ بیٹھے، وہ اس سے کچھ کہہ کیوں نہیں سکا تھا؟ نہ وہ 'جو گردن میں شیشہ پیوست ہوئے زمین پر گری ہوئی تھی، اس کو کچھ کہہ سکی تھی۔(مٹی لگاتے اس کے ہاتھ سست ہو گئے۔بے اختیار کرب سے آنکھیں بند کیں۔وہ منظر نگاہوں سے جاتا ہی نہیں تھا۔) موویز کی طرح وہ ایمبولینس میں جانے تک زندہ کیوں نہیں رہی تھی ؟اس نے آخری سانسوں میں اسے بہت سی ہدایات کیوں نہیں دیں؟ یہ کیوں نہیں کہا کہ وہ اس کے بیٹے کا خیال رکھے ؟ یہ کہ وہ اس سے محبت کرتی ہے؟ لوگ تو

آخری سانسوں میں بہت سی باتیں کر لیتے ہیں۔ عہد و پیمان باندھ لیتے ہیں۔ وصیت کر جاتے ہیں۔ پھر وہ دونوں کچھ کہہ کیوں نہیں سکے؟

اس نے جھر جھری لے کے آنکھیں کھولیں۔ بیج والا پیکٹ اٹھایا تو ناخنوں میں مٹی بھری تھی۔

ان کی وہ ملاقات بھی ادھوری رہ گئی تھی۔ شاک میں۔ بے یقینی میں۔ نہ وہ کچھ کہہ سکا۔ نہ مالا کو مہلت ملی۔

زندگی میں ہر چیز اس ٹوٹی نان خطائی کی طرح ادھوری کیوں رہ جاتی تھی؟ کلوژر کیوں نہیں ملتا تھا؟ یا شاید ایسے ہی سب لکھا تھا؟

مکتوب؟

وہ بیج انگلیوں میں اٹھائے دھیرے دھیرے انہیں گیلی مٹی پر پھینکتا گیا۔ ننھے ننھے دانے موتیوں کی طرح دھوپ میں چمکتے دکھائی دے رہے تھے۔

تب ہی گھاس پہ جوتوں کی مدھم سی آواز سنائی دی۔ ماہر نہیں پلٹا۔ وہ اپنے پیچھے کھڑا دراز قد سایہ اور ہڈی دیکھ سکتا تھا۔ نووارد کے ہاتھ جیبوں میں تھے اور وہ اس کے قریب آر کا تھا۔

"مجھے مالا کا افسوس ہے۔ دل سے۔"

عالیان کھنکھارا تھا۔ ماہر نے ایک نظر سایے کو دیکھا، جس کے سر پہ پی کیپ تھی۔ پھر واپس مٹی کے پیکٹ میں مٹھی ڈالی۔

"لیکن اس سب میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ میں تو ذرا سی شرارت کر رہا تھا۔ آپ کو ماننا پڑے گا کہ میری وجہ سے آپ کو اور مالا کو اتنا وقت ایک ساتھ گزارنے کا موقع ملا۔"

ماہر نے جواب نہیں دیا۔ وہ اسی طرح مٹی کی تہہ بیجوں کے اوپر لگاتا گیا۔

پیچھے کھڑے عالیان نے گہری سانس لی۔

"میں اس شہر سے جارہا ہوں۔ صرف ایک یقین دہانی کروانے آیا ہوں کہ بدر، ہلال اور آپ لوگ مجھ سے محفوظ رہیں گے۔ مجھے آپ لوگوں سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ اس شہر میں اپنا آخری کام کر چکا ہوں اور اب اپنی بزنس ایمپائر لاہور منتقل کر رہا ہوں۔ وہاں ایک بہت بڑی کلائنٹیج میری منتظر ہے۔"

ماہر نے پانی کی صراحی اٹھائی۔ گردن ترچھی کیے، صراحی سے پانی گملے پر گرانے لگا۔ مٹی بھیگتی گئی اور بیج اس مٹی تلے دفن ہو گئے۔

"مجھے مالا کے لیے واقعی افسوس ہے۔"

"جاؤ یہاں سے، عالیان۔" وہ اسی بے زاری سے بولا تھا۔ نیچے رکھی اور ہاتھ سے مٹی کو دبانے لگا۔ عالیان نے کندھے اچکائے۔ اس سے پہلے کہ وہ مڑتا، ماہر کے ہاتھ رکے۔ پلٹ کے گردن اونچی اٹھا کے اسے دیکھا۔ سورج کا رخ اس طرف تھا، سو ماہر فرید کی آنکھیں چھوٹی ہو گئیں۔

"خود بھی چلے جاؤ اور اپنے ساتھ ان تینوں کو بھی لے جاؤ۔"

اس کے کندھوں کے پیچھے اشارہ کیا تھا۔

عالیان کے ابرو استعجاب سے اٹھے۔ چہرے پہ خوشگوار مسکراہٹ امڈ آئی۔

"ارے واہ! میں نے سنا تھا لیکن آج دیکھ بھی لیا۔ جتنی تکلیف سے گزرو، اتنی یہ والی سینس شارپ ہو جاتی ہے۔ پہلے آپ کو سنائی دیتے تھے۔ اب دکھائی بھی دینے لگ گئے؟" وہ محظوظ سا ہو کے مسکراہٹ دبائے پلٹنے لگا۔ پھر ایک دم ٹھہرا۔ چونک کے ماہر کو دیکھا۔

"دو۔" اس نے انگلیوں کی وکٹری بنا کے دکھائی۔ "میرے ساتھ دو ہیں۔"

دھوپ سے آنکھیں چھوٹی کیے ماہر فرید پہلی دفعہ مسکرایا تھا۔ نفی میں سر دائیں بائیں ہلایا۔

"تین ہیں، عالیان۔ اور یہ تیسرا تمہارا کارما بنے گا۔ شاید اسے کسی نے تمہارے لئے بھیجا ہے۔"

عالیان نے چونک کے دائیں بائیں دیکھا۔ پھر اس کو۔ اس کی مسکراہٹ غائب ہو چکی تھی۔ چہرے پہ ایک دم سفیدی سی چھائی۔ ماہر فرید تب تک پلٹ کے اپنے گملے کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔

عالیان نے پھر سے دائیں بائیں دیکھا۔ پھر واپس ماہر کو۔ اس کی آنکھوں میں شک تھا۔ پھر اس نے جھرجھری سی لی۔ نہیں۔ وہ اس کے ذہن کے ساتھ کوئی گیم کھیل رہا تھا۔ اس کے ساتھ دو تھے۔ ابھی کسی جن میں اتنی ہمت نہیں ہوئی تھی کہ وہ سرکار سے ٹکر لے۔

وہ پلٹ گیا۔

اس کے دونوں موکل خاموشی سے اس کے ساتھ پلٹ گئے۔ ہاتھ باندھے۔ اس کا ہر کام کرنے کے لئے تیار۔

وہ دور جاتے گئے۔

اور وہ تیسرا فضا میں تیرتا ہوا کسی سائے کی طرح ان کے پیچھے اڑتا گیا۔

وہ اسے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ وہ اسے محسوس بھی نہیں کر سکتے تھے۔

لیکن وہ ان کے ساتھ تھا۔

آصف۔

اس نے بہت کوشش کی تھی مالا کو وارن کرنے کی۔ وہ اسے بار بار ہیپی برتھ ڈے ٹو یو سنواتا تھا۔ شاید وہ جان جائے کہ مستقبل میں کوئی اس کو بیکری پہ بلا کے اس کو ٹریپ کرنے لگا ہے۔ بس اتنی ہی خبر تھی اس کو۔ لیکن وہ نہیں سمجھ سکی۔ جنات اشارے دینے میں نالائق تھے یا انسان سمجھنے میں۔ آصف فیصلہ نہیں کر سکا تھا۔ البتہ اس نے ایک طویل

عمر گزاری تھی اور ایک طویل عمر باقی تھی۔ چند سال وہ اس نوجوان جادوگر پہ صرف کر ہی سکتا تھا۔ سوچپ چاپ خاموشی سے ان کے پیچھے فضامیں تیرتا گیا۔

وہ اب ٹشو سے گملے کے دہانے سے گیلی مٹی صاف کر رہا تھا۔ سفید خرگوش اجلا نکل آیا تو ماہر نے دونوں ہاتھوں سے اسے تھاما اور اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر اس کی جگہ پر جا کے اس کو رکھا۔ ہاتھ جھاڑے۔ ایک نظر جامنی بوگن ویلیا تلے رکھے بھورے بینچ کو دیکھا۔ پرپل اور براؤن۔ ایک وقت تھا جب وہ دونوں یہاں ساتھ بیٹھے تھے۔ اب وہ بنچ خالی تھا۔ اس شہر کے ہر پتھر، ہر درخت اور ہر آسمان تلے بہت سی یادیں بکھری تھیں۔ ابھی ایک عرصہ لگے گا۔ وہ جانتا تھا۔ ابھی یہ غار بہت لمبی تھی۔

وہ گھر کے اندر چلا آیا۔ ایک کمرے سے ہلال کی آواز آرہی تھی۔ وہ بدر کو کچھ کہہ رہی تھی۔ لاؤنج کے وسط میں ابھی تک چند کارٹنز اسی طرح رکھے تھے، جو شفٹنگ کے وقت سے یہاں پڑے تھے۔ وہ ان آوازوں کو نظر انداز کر کے کچن کی طرف آگیا۔ جانتا تھا وہ کیا کہہ رہے ہوں گے۔ ہلال اس کو کوئی کہانی سنا رہی ہو گی۔ اور وہ جواب میں صرف ایک ہی لفظ کہتا تھا۔

"ماما۔"

لیکن صبح فیضی خانم نے اسے بتایا تھا کہ بہت دن بعد اس نے ٹھیک سے کھانا شروع کیا ہے۔ ابھی یہی بہت تھا۔ بے بی اسٹیپ۔ کم از کم بدر نے ٹھیک سے کھانا شروع کر دیا تھا۔ اس نے ابھی تک نہیں کیا تھا۔ مالا اور اسکی محبت کی داستان بدر اور مالا کی کہانی سے کہیں طویل عرصے پہ محیط تھی۔ ابھی ایک عرصہ لگنا تھا اس کو مدھم ہونے میں۔

وہ چولہے تک آیا۔ پانی رکھا۔ اسی بے تاثر چہرے کے ساتھ اسے گرم کیا۔ چند پتے اندر ڈالے۔ پانی کھولتا گیا اور ماہر ان بلبلوں کو دیکھے گیا۔ انگلیوں سے گردن کو ٹٹولا۔ گردن میں وہ ایک باریک زنجیر پہنے ہوئے تھا جس میں روز گولڈ پتے

والی ایک انگوٹھی تھی۔ اس نے چین کو سوئیٹر کے اندر ڈال دیا۔ یہ اس کی قید تھی۔ اسے ایک عرصہ اس زنجیر کو پہننا تھا۔

پھر اس نے چولہا بند کیا۔ قہوہ مگ میں انڈیلا اور مگ اٹھائے باہر آ گیا۔ سرما کی دھوپ اسی طرح پھیلی تھی۔

وہ برآمدے میں رکھے کین کے کاؤچ پر بیٹھا۔ پاؤں لمبے کر کے اسٹول پر رکھ دیے اور بھاپ اڑاتی چائے کا کپ تھامے بوگن ویلیا کے درخت کو دیکھے گیا۔ جس کے جامنی پھول دھوپ سے چمک رہے تھے۔

ابھی سرما تھا۔ ہر طرف سرمئی پن تھا۔ ابھی بہار کی رونق واپس آنے میں ایک لمبا عرصہ لگنا تھا۔ ابھی یہ سرد مردہ سا موسم کاٹنا تھا۔ اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔

لیکن جیسے اس سرمئی منظر نامے میں بوگن ویلیا کے جامنی پھول رنگ بکھیرتے تھے...

ویسے ہی اس کی یادوں میں.... ان بہت سے سرمئی مناظر میں.... ٹوٹی بیکری کے ملبے، خون میں لیٹی لڑکی، ہسپتال کا مردہ خانہ، قبر کے سامنے کھڑا ماہر فرید.... ان سب خوفناک مناظر میں..... ایک منظر ایسا بھی تھا.... جو ان جامنی پھولوں کی طرح تھا۔

رنگین۔ روشن۔

اس ایک منظر کو یاد کر کے..... ذہن میں بار بار کسی فلم کی طرح ری پلے کر کے.... یہ مدت کاٹی جا سکتی تھی۔

شاید۔

ماہر نے مگ ہونٹوں سے لگایا۔ دھیرے دھیرے گھونٹ بھرنے لگا۔ چائے سے اٹھتی بھاپ نگاہوں کے سامنے چھانے لگی۔ موسم کا سارا سرمئی پن غائب ہو گیا۔ اور وہ ایک جامنی پھول ہر شے پہ چھا گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"کیا تمہیں پچھتاوا ہے؟"

وہ دونوں بالکونی میں ساتھ ساتھ کھڑے تھے۔ رات کا وقت تھا۔ہاتھ میں بھاپ اڑاتے مگ تھے۔ اور لیونڈر کا جامنی پھول والا پودہ خاموشی سے ان کو دیکھ رہا تھا۔

"کس چیز کا؟" وہ رکا اور پھر ہونٹوں پر اداس مسکراہٹ ابھری۔ "کس کس چیز کا؟"

وہ بھی اسی اداسی سے مسکرا دی۔

"لاہور میں مجھے چھوڑ کے آنے کا۔ مجھے اپنی حقیقت خود نہ بتانے کا۔ زیاد کو میرے سامنے ایکسپوز نہ کرنے کا۔ ہمیشہ آدھا سچ بولنے کا۔نان خطائی ختم نہ کرنے کا۔"

ماہر نے ہلکے سے شانے اچکا دیے۔

"ہے افسوس۔ پچھتاوا بھی۔ اسی لیے تو میں ہمیشہ کہتا ہوں کہ کاش ہم مختلف حالات میں ملے ہوتے۔" پھر جیسے کچھ سوچ کے وہ چونکا۔

"کیا تمہیں کوئی پچھتاوا ہے؟"

کشمالہ مبین نے بالکونی کے دروازے کو دیکھا۔ پھر ہاتھ میں پکڑے کپ کو جس سے دھواں اٹھ اٹھ کے اوپر جا رہا تھا اور شیشے کی کھڑکیوں کو لمحے بھر کے لیے دھندلا کر دیتا تھا۔ پھر اس نے ننھے گملے کو دیکھا جس میں لیونڈر کا تن تنہا پودا اُگا تھا۔ پھر اس نے ماہر کو دیکھا۔ اس کے اوپر دھندلے آسمان کو جہاں اِکا دکا تارے چمک رہے تھے۔ پھر اس نے نیچے پرسکون بہتے پانی کو دیکھا اور اس کے کنارے پہ لرزتی کشتیوں کو۔ ان کے رنگ برنگے قمقموں کو۔ اور اس میں بیٹھے کپتان اور اس کے ساتھیوں کے قہووں کی پیالیوں کو۔ اور پھر اس نے کہنا شروع کیا۔

"آنسو۔" اس کی آنکھیں ایکسائٹمنٹ سے چمکی تھیں۔ "ہم قرمزی عمارت کی دیواروں پر آنسو بنائیں گے۔"

"آنسو؟" ماہر نے الجھ کے اس کو دیکھا۔ اب وہ اس کی طرف رخ موڑ چکا تھا۔ مالا کے پس منظر میں سیاہ آسمان اور نیچے روشن کشتیاں دکھائی دے رہی تھیں۔

"جیسے میں نے لاہور والے گھر کے اوپر اسٹوڈیو کی کھڑکی پر بنائے تھے۔ ان آنسوؤں میں سارا منظر الٹا ہو کے دکھائی دیتا تھا۔ نہ بھلائی جانا والا آرٹ۔" وہ مسکرا رہی تھی۔

بالآخر ماہر فرید کھل کے مسکرایا۔ اس کی اٹھائیس شیڈز کی عمارت کے لیے اس سے بہتر آئیڈیا کوئی نہ تھا۔

"لیکن کیا تم میرا دس سیکنڈ میں پیش کیا آئیڈیا قبول کر لو گے؟" مالا نے پوچھا تو سبز آنکھوں میں امید اور آئیڈیا رد ہونے کا خوف دونوں موجود تھے۔ وہ اسی طرح مسکراتا رہا۔

"کر لوں گا۔" پھر اس نے جیسے تحسین سے اس کو دیکھا تھا۔ "جب ہماری آنکھیں آنسوئوں سے بھری ہوتی ہیں تو ساری دنیا کسی inverted image کی طرح الٹی دکھائی دیتی ہے۔ دنیا کو ٹھیک سے سیدھا دیکھنے کے لیے آنسو پونچھنا ضروری ہوتا ہے۔" اسے وہ کانسیپٹ یاد تھا۔ لیکن مالا شاید اس کا سوال بھول چکی تھی۔

"کیا تمہیں کوئی پچھتاوا ہے؟" ماہر کو اسے یاد کروانا پڑا۔

کشمالہ نے گہری سانس لی۔

"کس چیز کا؟"

"غلط انسان سے شادی کرنے کا۔ میرے ایک دھوکے پہ مجھے زندگی سے مائنس کر دینے اور میری بات نہ سننے کا۔ ماہر کو ہمیشہ غلط سمجھنے کا؟"

وہ دونوں اب اپنی اپنی بالکونیوں میں آمنے سامنے کھڑے تھے۔ ایک دوسرے کی طرف چہرہ کیے۔

"نہیں۔" سبز آنکھوں والی لڑکی مسکرائی۔ ماہر فرید کے ابرو تعجب سے اٹھے۔

"نہیں؟"

"نہیں، ماہر۔ مجھے کسی چیز کا پچھتاوا نہیں ہے۔"

"اچھا؟" وہ مسکرا کے جیسے دلچسپی سے اسے سنے گیا۔

ٹوپی والی لڑکی چمکتی آنکھوں سے کہہ رہی تھی۔

"میں نے زندگی میں بہت غلط فیصلے کیے۔ غلط لوگوں پہ اعتبار کیا۔ درست لوگوں پہ بھروسہ نہیں کیا۔ مجھے افسوس ہے۔ لیکن پچھتاوا نہیں۔"

"کیوں؟"

"کیونکہ میں آج جو بھی ہوں، انہی غلط فیصلوں کی وجہ سے ہوں۔ وہی تو میرے استاد تھے جنہوں نے مجھے سکھایا تھا کہ اکیلے زندگی کیسے گزارنی ہے۔ اپنے لیے کیسے لڑنا ہے۔ وہی غلط فیصلے تو مجھے آج اتنا مضبوط بنا چکے ہیں۔ سب مجھے کہتے ہیں، کہ زیاد سلطان اس وقت میری ہیپی اینڈنگ کے راستے میں رکاوٹ ہے۔ وہ اس شہر میں ماہر فرید سے انتقام لیے بغیر نہیں جائے گا۔ لیکن پتہ ہے کیا؟"

"کیا؟" وہ اسی مسکراہٹ سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"میری ہیپی اینڈنگ یہ نہیں تھی کہ مجھے ایک اچھا آدمی مل جائے جس کے ساتھ میں دوبارہ ایک خیمہ لگا سکوں۔ زیاد سلطان سے نجات میری ہیپی اینڈنگ تھی، ماہر، جو مجھے ساڑھے چار سال پہلے مل گئی تھی۔۔ ایک ٹاکسک رشتے سے نکل آنا، یہ میری جیت تھی۔ میں ساڑھے چار سال سے اپنی ہیپی اینڈنگ جی رہی تھی۔ ہر انسان کی ہیپی اینڈنگ اسی دن شروع ہو جاتی ہے، جب وہ خود کو ایک ٹاکسک رشتے سے نکال کے موو آن کرنا سکھا دیتا ہے۔ میں نے اپنی زندگی خود تعمیر کی تھی۔ کل تمہارے آفس میں تمہارے ساتھ ایک پری نپ سائن کرتے ہوئے مجھے میری نئی زندگی نہیں ملے

گی' ماہر۔ یہ تو بس ایک تسلسل ہے اس زندگی کا جس کو میں خود عرصے سے اپنے لیے بہتر بنانے میں لگی ہوں۔ زیاد سلطان کچھ بھی کرلے' تمہیں مار دے' مجھے مار دے' یا عالیان بدر کو ہم سے دوبارہ چھین لے' کوئی بھی مجھ سے میری healing نہیں چھین سکتا۔ ہماری healing ہماری ہیپی اینڈنگ ہوتی ہے۔ جس کو یہ مل جائے' اسے اس سے بڑی کوئی اور نعمت مل نہیں سکتی۔"

مالا کی آنکھوں میں نیچے ٹھہری کشتیوں کے قمقموں کا عکس تھا۔ وہ اسی مسکراہٹ کے ساتھ اس عکس کو دیکھے گیا۔

"بدر نہ کھوتا' میں یہاں نہ آتی' تم اور میں دوبارہ نہ ملتے' تب بھی میری زندگی ختم نہ ہو جاتی۔ جب تک میری healing جاری رہتی' میری زندگی کسی بھی مرد کے بغیر بھی پرسکون رہتی۔"

"مجھے پھر بھی ایک پچھتاوا ہے۔" وہ کچھ دیر بعد بولا تو اس کی آواز میں یاسیت تھی۔

"جب میں نے وہ البم اپنے سامنے رکھا تھا... برسوں پہلے جب لیونڈر اور موتیے کی خوشبو والے سوئیٹ میں میں نے کیف جمال کو بلوایا تھا... تب میں چاہتا تھا کہ اس سبز آنکھوں والی لڑکی کے ساتھ وہ سب نہ ہو جو البم میں موجود دوسری عورتوں کے ساتھ ہوا۔ میں تمہیں بچانا چاہتا تھا اس سب تکلیف سے' اس ظلم سے جس سے تم گزریں۔"

"کوئی کسی کو نہیں بچا سکتا' ماہر۔" اس کے الفاظ سرد دھوئیں کی طرح ہونٹوں سے نکلے تھے۔

اب وہ دونوں بالکونی کی ریلنگز سے ٹیک لگا چکے تھے۔ اس سرد رات میں ساتھ ساتھ کھڑے۔ آسمان کو دیکھتے ہوئے جس پہ چند تارے بکھرے دکھائی دیتے تھے۔

مالا نے تھوڑی اونچی کر کے ان تاروں کو گنا۔

"یعنی تمہیں کوئی پچھتاوا نہیں؟" وہ بھی اس کی نگاہوں کے تعاقب میں انہی تاروں کو گن رہا تھا۔

"صرف ایک ہے۔"

"کیا؟" ماہر نے بے اختیار اس کا چہرہ دیکھا۔

ٹوپی والی لڑکی گردن اونچی کیے 'ستاروں پہ نگاہیں دوڑائے بولی تھی۔

"کاش ہم مختلف حالات میں ملے ہوتے۔"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

(ختم شد)